خبردار!
اطاعتِ الٰہی عزوجل
اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے بغیر ممکن نہیں
صوفی محمد اکرم
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

خبردار!

اطاعتِ الٰہی اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ممکن نہیں

صوفی محمد اکرم

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ٥ پاکستان

نام کتاب — خبردار ! اطاعت الٰہی
اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں
مؤلف — صوفی محمد اکرم، اوسلو ناروے
ناشر — ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان
تاریخ اشاعت — جولائی 2008ء
تعداد — ایک ہزار ایک سو گیارہ (1111)
کمپیوٹر کمپوزنگ — صوفی محمد اکرم، اوسلو ناروے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور فون 7220479 - 7221953 (042)

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور فون 7247350 - 7225085 (042)

فیکس 7238010 (042)

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون 2630411 - 2212011 - 2210212 (021)

SOOFI MOHAMMAD AKRAM
Tante Ulrikkesvei 1 0984 Oslo Norway
Telf. 0047 932 22 766

بارگاہِ رسالت ﷺ کا شاعر مسجد نبوی میں منبر پر کھڑا ہوا، کچھ کہہ رہا ہے۔ ذرا اسے سنو تو !

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ

میری آنکھ نے اے محبوبِ کریم (ﷺ) کہیں بھی اور کبھی بھی آپ (ﷺ) سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا

وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِالنِّسَاءُ

اور کسی عورت نے کسی زمانہ میں آپ (ﷺ) سے زیادہ جمیل بچہ نہیں جنا

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

پیدا کرنے والے نے آپ (ﷺ) کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا ہے

كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے جیسے آپ (ﷺ) کی مرضی تھی

فہرست

آیت نمبر عنوان صفحہ نمبر

سورۃ النساء

سورۃ المآئدہ

آیت نمبر عنوان صفحہ نمبر

آیت نمبر عنوان صفحہ نمبر

آیت نمبر عنوان صفحہ نمبر

سورۃ یونس

سورۃ ھُود

سورۃ یوسف

سورۃ ابراہیم

سورۃ الحجر

سورۃ النحل

سورۃ بنی اسرائیل

سورۃ الکہف

سورۃ مریم

آیت نمبر عنوان صفحہ نمبر

سورۃ طٰہٰ

سورۃ الانبیآء

سورۃ الحج

سورۃ المؤمنون

سورۃ النور

سورۃ الفرقان

سورۃ الشعراء

انتساب!

اُس شیخ طریقت رہبر شریعت کے نام جو مشن حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مقصد حیات سمجھتے ہیں۔

اُس پیکر جمال کے نام جس کے حسن تاباں میں عکس حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نظر آتا ہے۔

گلستان کرم کے اُس مہکتے پھول کے نام جس کی معطر خوشبو سونگھ لینے کی برکت سے ہر میدان میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اُس ہستی زیبا کے نام جو حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانتوں کے امین ہیں۔

میری مراد جگر گوشۂ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قبلہ سیدی پیر الحافظ محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت امیر السالکین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھیرہ شریف ضلع سرگودھا پاکستان) ہیں۔

اور

اس ہستی کامل کے نام جسے حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب سے پہلے اپنی خلافت سے نواز کر سرزمین یورپ پر دین حنیف کی خدمت کے لیے روانہ کیا۔

گلستان حضرت پیر حافظ گل محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اُس گل رعنا کے نام جس نے حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض کو یورپ اور مغربی دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا حق ادا کیا۔

اُس آفتاب علم وحکمت کے نام جو **مفسر قرآن حکیم** بھی ہیں اور عظیم اسلامی درسگاہ **جامعہ الکرم** انگلینڈ کے بانی و پرنسپل اور دکھی انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھنے والی عالمی رفاہی تنظیم **مسلم چیرٹی** کے سرپرست بھی ہیں۔

میری مراد مرشد کریم ماہتاب طریقت، مظہر جمال شریعت، سرچشمۂ علم ومعرفت، منبع فیض وبرکت سیدی قبلہ پیرزادہ **محمد امداد حسین** صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔

جن کی تربیت سنگریزوں کو ہیرے بنارہی ہے۔

پیش لفظ:۔

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ رب العالمین! (قرآن وسُنت اور ہم؟) کی اشاعت پر جس محبت وشفقت سے آپ لوگوں نے نوازا اور جس طرح بہت سے احباب نے مزید لکھنے کی فرمائش کی۔ خاص کر جناب مولانا سید نعمت علی شاہ صاحب بخاری (امام وخطیب مرکزی جماعت اہل سُنت اوسلو ناروے) آپ نے جب 14 ربیع الاول شریف بمطابق 24 اپریل 2005 بروز اتوار ناروے میں میلاد النبی ﷺ کے مرکزی جلوس اور جلسہ سے فراغت کے بعد ملاقات پر فرمایا کہ صوفی صاحب کوئی نئی کتاب لکھنی شروع کی ہے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ان شاء اللہ تعالیٰ کوشش کروں گا۔آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں جنہوں نے جس طرح سے بھی کہا بہر حال ان کا کہنا تھا اور میں نے اس مبارک دن یہ فیصلہ کیا کہ اب (اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں) کے موضوع پر قرآنی حوالہ جات جمع کروں چنانچہ قرآن کریم کی جن آیات مقدسہ میں سابقہ امتوں کے لیے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت، پیروی اور فرمانبرداری کا ذکر آیا ہے اور امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت، پیروی اور فرمانبرداری کے ساتھ مشروط کیا ہے اور اس کے علاوہ وہ آیات مقدسہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے حبیب ﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ان کا ایک گلدستہ چمنستان علم وحکمت یعنی ضیاء القرآن شریف اور امداد الکرم شریف سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لخت جگر جناب الحاج صاحبزادہ محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب مدظلہٗ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ پر کرم فرمایا اور ضیاء القرآن شریف اور ضیاء النبی ﷺ سے اقتباسات نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے ''قرآن وسنت اور ہم؟'' اور اب اس کتاب کی طباعت کا بھی ذمہ لیا ہے۔ آپ مدظلہٗ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشن پر دین متین کی اشاعت کے میدان میں دن رات خدمت کرنے میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا صدقہ آپ مدّ ظلہٗ کو صحت وتندرستی اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اس گلدستہ کو سجانے میں حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تربیت میں کچھ عرصہ گزارنے والی شاگردوں اور میری لخت جگر خدیجہ وقار اور رقیہ وقاص جن پر مجھے بجاطور پر ناز ہے اور میں ان کو اپنی آخرت کا سامان سمجھتا ہوں نے آیات مقدسہ کی عربی عبارت کو کئی بار پڑھ کر درست کرایا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان کا تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید میں یہ کام اس سلیقے سے نہ کرپاتا جیسا کہ ممکن ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے نعلین پاک کا صدقہ دین ودنیا کی خوشیاں عطا فرمائے۔

عزیزم غلام سرور غازی صاحب نے پروف ریڈنگ میں مدد کی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ ثناء خوانِ رسول ﷺ جناب عبدالمنان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کئی بار محبت سے دریافت فرمایا کہ تحریر کا کام کہاں تک پہنچا ہے اور کتاب کی اشاعت میں مالی تعاون کی پیش کش بھی کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو حسن نیت کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

جناب مولانا حافظ شیراز حسین مدنی صاحب فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ایم اے پنجاب یونیورسٹی پاکستان (امام وخطیب غوثیہ مسلم سوسائٹی ناروے) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ناچیز کی گزارش پر بڑی محبت سے فرمایا کہ اس کتاب کی پروف ریڈنگ ہمارے لیے باعث سعادت ہوگی۔ لہذا آخری پروف ریڈنگ آپ نے انتہائی محنت سے فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے۔

محترم جناب صاحبزادہ پیر غلام بشیر صاحب نقشبندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ باولی شریف، خطیب اعظم پاکستان بہت حوصلہ افزائی فرماتے رہے اور آپ نے محسن اہل سُنت وجماعت جناب حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سُنت پاکستان سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کیا اور آپ کا ایک بڑا ہی ایمان افروز جملہ سنایا اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے فرمایا میں جو قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا ہوں اس سے کسی اور کو فائدہ ہو یا نہ ہو مجھے بہت فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنا وقت میں اس کام میں گزارتا ہوں، باوضو اور قرآن کریم کے مطالعہ میں گزر جاتا ہے۔ اور یہی حاصل زیست ہے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب نے یہ بات سنائی تو مجھے بہت حوصلہ ملا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی رحمت کا صدقہ جناب صاحبزادہ صاحب کو عمر خضر عطا فرمائے۔ اور آپ فیض حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ کو آگے دنیا تک تادم حیات پہنچاتے رہیں۔ آمین ثم آمین

ناچیز اگر یہ کام سلیقے سے کر سکا ہے تو یہ میرے ولی نعمت، مرشد برحق، ضیاء الامت حضرت جسٹس قبلہ سیدی پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیض کامل

اوران کے حقیقی فیض یافتہ مردحق آگاہ سیدی و مرشدی حضور قبلہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب مدظلہٗ کی نگاہ لطف وکرم کا کرشمہ ہے اور اہل علم کو اس میں جتنی غلطیاں اور خامیاں نظر آئیں وہ میری نااہلی کے باعث ہیں آخر میں کیوں نہ وہی کچھ کہہ دوں جو اس سلسلے کی تمام باتوں سے بہتر ہے اور ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے امام اعظم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے ہی ایک موقع پر کہی:۔

ان یك صوابافمن اللّٰہ تعالیٰ وان یك خطاء فمنّی ومن الشیطٰن الرجیم واللّٰہ ورسولہ بریئان۔

اگر یہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان مردود کی طرف سے جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے لاتعلق ہیں۔

خدائے ذوالجلال مجھ ناچیز کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے اس گناہگار بندے کے لیے کفارہ سیئات، توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے اور یہ میرے مرحوم والدین کے لیے بخشش اور بلندی درجات کا باعث بنے۔

(آمین ثم آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

گدائے درِ ضیاء الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

صوفی محمد اکرم اوسلو ناروے

سیدی و مرشدی فیض ضیاء الامت حضرت قبلہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ بانی و پرنسپل جامعہ الکرم انگلینڈ کے قلم گوہر بار سے

حدیث کی اہمیت پر ایک نظر

سبحان اللہ ! کیا شان ہے رحمت عالم، رسول اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی، جو بات آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکل جائے پھر پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے مگر وہ بات غلط نہیں ہو سکتی، کسی حدیث کی سند میں گفتگو ہو سکتی ہے کہ یہ بات نبی پاک ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں مگر جو بات نبی پاک ﷺ نے فرما دی ہے پھر سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے مگر وہ بات غلط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ بات غلط ہو جائے تو سارا اسلام غلط ہو جائے۔

اسلام کی بنیاد قرآن ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے لیکن نہ تو اللہ تعالیٰ نے براہ راست ہمیں بتایا کہ یہ میری کتاب ہے اور نہ ہی جبریل امین ہمارے پاس آئے، اس کا واحد ذریعہ نبی پاک ﷺ کی زبان پاک ہے جس نے ہمیں بتایا کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اب اگر اس زبان مبارک میں العیاذ باللہ کوئی نقص نکل آئے تو سارا اسلام ناقص ہو جائے گا اسی لئے قرآن مجید نے اس زبان مبارک کے متعلق فتویٰ صادر کر دیا: وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی' (النجم:4,3) یہ زبان اپنی مرضی سے نہیں کھلتی، اسی وقت کھلتی ہے جب وحی آتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پیارے نبی زبان تیری ہے مگر کلام میرا ہے۔ نہ تیری زبان غلط ہو سکتی ہے اور نہ میرا کلام غلط ہو سکتا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو ﷺ قال: كنت اكتب كل شيء اسمعه من رسول الله ﷺ اريد حفظه فنهتني قريش و قالوا تكتب كل شيء سمعته من رسول الله ﷺ ورسول الله ﷺ بشر يتكلم في الغضب والرضاء فأمسكت عن الكتاب فذكرت ذلك لرسول الله ﷺ فأومأ بأصبعه الىٰ فيه وقال اكتب فوالذى نفسى بيده ما خرج منه الا حق۔ (سنن دارمی : مقدمة : باب 43) حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ نے بیان کیا ہے: میں رسول اللہ ﷺ سے جو بات بھی سنتا اس کو حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ ﷺ بشر ہیں، کبھی غضب اور کبھی رضا کے عالم میں بات کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ نے کہا: میں نے لکھنا بند کر دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے ساتھ اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان نور الله مرقده

تیرا نطق وحی یزداں تیری بات شرح قرآں ... ترا نام دل کی تسکین ترا ذکر راحتِ جان
تری ذات سے محبت ترے حکم کی اطاعت ...یہی زندگی کا مقصد یہی اصل دین وایمان

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کی کیا شان ہے جب بھی کھلے تو صرف دو ہی چیزیں نکلتی ہیں، قرآن یا حدیث، تیسری کوئی چیز نہیں نکلتی۔ اور قرآن کی تلاوت کے علاوہ جب بھی یہ زبان کھلتی ہے تو حدیث بنتی ہے، دنیا میں

کوئی زبان ایسی نہیں ہے کہ وہ جب کھلے تو حدیث بن جائے، حدیث پڑھنا اور بات ہے وہ میں بھی پڑھ سکتا ہوں مگر حدیث بنانا اور بات ہے۔ اگر آج کوئی حدیث کا ایک لفظ بنانے کی کوشش کرے گا تو اس کے لئے نبی پاک ﷺ کا فتویٰ بخاری شریف میں موجود ہے: من کَذَبَ علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار۔ (بخاری: کتاب الجنائز: باب 34) یعنی جو بھی حدیث بنائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں ہے جو ایک حدیث بھی بنا سکے تو جس کی زبان کا ثانی نہیں ہے اس کی ذات کا ثانی کہاں سے آئے گا۔

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانی محمد ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا:

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

برادر طریقت محترم صوفی محمد اکرم صاحب اگرچہ روزگار کے سلسلہ میں ناروے منتقل ہوئے مگر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی غرض سے مساجد اور دیگر مذہبی تنظیموں میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف پاکستان اور جامعہ الکرم انگلستان کے حوالے سے بھی ان کی خدمات نمایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

گزشتہ چند سالوں سے انہوں نے تحریری تبلیغ کا کام بھی شروع کر دیا ہے تاکہ نیکیوں کا سلسلہ بعد از مرگ بھی جاری رہے۔ 2004 میں انہوں نے

"قرآن وسنت اور ہم" کے نام سے ایک کتاب شائع کرائی جس میں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی ترغیب دی اور اب 2008 میں "اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں" کے نام سے دوسری کتاب شائع کرا رہے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ممکن نہیں ہے۔ مجھے اس کتاب کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ماشاء اللہ، بہت اچھی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ تحریری کاوش اپنی اور اپنے حبیب مکرم ﷺ کی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میدان حشر میں ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین ! بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

فقیر : محمد امداد حسین پیرزادہ

2۔اپریل 2008 جامعہ الکرم انگلستان

تقریظ از:۔ جناب مولانا حافظ شیراز حسین مدنی صاحب

فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، ایم اے پنجاب یونیورسٹی

تمام تعریفیں اس ذات بے ہمتا کی خاطر ہیں جس نے لفظ کن سے کائنات عالم کو وجود ارزانی فرمایا، پھر نباتات و جمادات، حیوانات اور جن وانس الغرض بے شمار مخلوقات کی تخلیق کو اپنی کاریگری کا شاہکار ٹھہرایا اور تمام مخلوقات میں سے اپنی خلافت کی خلعت حضرت انسان کو عطا فرمائی۔

نسل آدم علیہ السلام کی رشد و ہدایت کی خاطر انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا، یہ عظیم ہستیاں بنی نوع انسان کو جہالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر جنت کے راستے پر گامزن کرتی رہیں۔ اللہ رب العزت کی ذات مبارکہ ان کو صحائف سے بھی نوازتی رہی تاکہ یہ لوگوں کو قانونِ قدرت سے روشناس کراتے رہیں اور انہیں معرفت و عرفان کے جام پلاتے رہیں اور انہیں بندگان خدا کی صف میں شامل کرتے رہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے فریضے کو ادا کرتے رہے اور سرخرو ہوتے رہے یہاں تک کہ جان کائنات، فخر موجودات، وجہ تخلیق بنی آدم، فخر کون و مکاں، حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلوہ گری نے کائناتِ ہست و بود کو رونق بخشی جو سلسلہ انبیاء و مرسلین حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے مکمل ہو گیا اور آپ ﷺ ختم نبوت کا تاج سجائے تخت ختم نبوت پر فروکش ہوئے۔ آپ ﷺ نے بھٹکی ہوئی نسل آدم کو راہِ حق دکھایا اور اس پر چلنا سکھایا، سرکار مدینہ ﷺ کی ذات اقدس کو رب کعبہ نے سب سے افضل الہامی کتاب قرآن مقدس کے نزول سے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ بنی نوع انسان تک

نہ صرف علوم قرآنی پہنچاتے رہے بلکہ کلام الٰہی کا مدعا لوگوں کو سمجھانے کی خاطر خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ گویا آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ قرآنِ مقدس کی عملی تفسیر ہے۔ قرآنِ مقدس کی تعلیمات کو سمجھنا مقصود ہو تو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ، حدیث نبویہ کو دیکھا جائے تو قرآن مقدس کی ہر آیت کی منشاء معلوم ہو جاتی ہے اسی لیے تو جب ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ کے خلق عظیم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ (الحدیث) آپ ﷺ کا خلق قرآن کریم ہے یعنی جو قرآن مقدس کہتا ہے رسالت مآب ﷺ کی حیات مبارکہ اسکی عملی تصویر ہے۔

گویا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اور احادیث طیبہ کے بغیر قرآن مقدس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ناممکن ہے کیونکہ قرآن مقدس میں احکامات کو اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جبکہ اسکی تفصیل اور عملی تصویر رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہم نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ کو ہی لے لیں کسی ایک کو بھی قرآن مقدس میں ذکر کردہ احکامات کے مطابق ادا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے جب تک حدیث مبارکہ اس کی عملی صورت پیش نہ کر دے۔ مثلاً نماز کی ادائیگی اور رکعات کی تعداد، مقدار زکوٰۃ اور صاحب نصاب، ارکان اور ادائیگی حج وغیرہ یہ سب قرآن مقدس سے نہیں بلکہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض اگر اسلام کے دامن سے حدیث مبارکہ کو نعوذ باللہ نکال دیا جائے تو کسی بھی حکم الٰہی پر عمل کرنا محال ہو جائے۔

صحابہ کبار علیہم الرضوان اہل زبان ولغت ہونے کے باوجود حدیث مبارکہ کے بغیر قرآن مقدس کے مقصود کو نہیں سمجھ سکتے تھے تو دور حاضر کا مسلمان کس باغ کی

مولی ہے کہ حدیث نبویہ کے بغیر ہی قرآن مقدس کے مقصود کو بھی سمجھ جائے اور اس پر عمل بھی کر سکے۔ لیکن بد قسمتی سے اس دور میں ایسے نام نہاد مسلمان رونما ہوئے ہیں جو حدیث مبارکہ پر جرح وقدح کر کے اس سے دامن چھڑا کر قرآن مقدس پر عمل کرنے کے دعویدار ہیں، حالانکہ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی حدیث نبویہ کے فیضان کے بغیر کسی آیت مبارکہ کا مفہوم نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

کیا ان حضرات کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن مقدس بھی تو حدیث مبارکہ کے توسل سے ہی ملا ہے؟ حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ قرآن مقدس ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ گویا آپ ﷺ کا بیان حدیث مبارکہ ہوا۔ اب یہ منکرین احادیث، احادیث مبارکہ کا انکار کر کے کیسے قرآن کو مان سکتے ہیں؟ حدیث مبارکہ کے انکار سے قرآن مقدس کا انکار لازم آتا ہے۔ قرآن مقدس کو حدیث مبارکہ کی روشنی کے بغیر ہرگز سمجھا نہیں جا سکتا اس حقیقت کو سمجھانے کی خاطر تو خود قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی۔

بلکہ ایک مقام پر تو یہ ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ جس نے رسول مکرم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اس لیے حدیث نبویہ کے منکر عقل کے ناخن لیں اور قرآن مقدس کی بات کو مانیں کہ وہی حکم دیتا ہے کہ رسول مکرم ﷺ کی پیروی کرو اللہ تعالیٰ کی پیروی کے ساتھ ساتھ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ یہ لوگ کس

طرح رسول پاک ﷺ کی تعلیمات کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات ان بے راہروؤں کو ہدایت عطا فرمائے اور پیغمبر اسلام کی محبت اور عقیدت کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال فرمائے۔ آمین

جناب صوفی محمد اکرم صاحب نے اس کتاب ''خبردار! اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں'' میں قرآنی آیات کی رُو سے یہ بات واضح کی ہے کہ قرآن مقدس اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ دونوں کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔ اور دونوں ہی کی پیروی ایمان کا حصہ ہے۔ جناب صوفی صاحب نے اپنی شبانہ روز محنت وکاوش سے اس کتاب کی تکمیل کی سعادت حاصل کی ہے میری ان کے حق میں دعا ہے کہ موصوف اسی طرح دین حنیف کی خدمت کرتے رہیں اور یہ بھی دعا ہے کہ رب العزت ان کی اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہ اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں قبول ومنظور فرما کر موصوف کے لیے توشۂ آخرت بنائے اور قارئین کے لیے ہدایت کا سامان بنائے۔

میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کا شرف حاصل کیا ہے اللہ تعالیٰ میری بھی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔

آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین ﷺ

حافظ شیراز حسین مدنی (آف) کائرہ

فاضل بھیرہ شریف پاکستان

خطیب غوثیہ مسلم سوسائٹی اوسلو ناروے

8 مئی 2008

تقریظ از:۔ جناب صاحبزادہ پیر غلام بشیر نقشبندی صاحب ''فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سجادہ نشین آستانہ عالیہ باولی شریف گجرات''

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ایک پریشان حال شخص اپنے حالات کی بہتری کے لئے مختلف وظائف پڑھتا اور عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ ایک شب اسے خواب میں بشارت ملی تو دعائیں تو بہت کرتا ہے لیکن تیری ان متعدد دعاؤں میں سے صرف ایک دعا قبول ہوگی۔ اب تجھے اختیار ہے تو اپنی متعدد خواہشات میں سے کسی ایک کو ترجیح دے اور ایک چیز اللہ تعالیٰ سے مانگ لے، جبکہ اس کی تین بڑی خواہشات تھیں۔

دولت ملے، اولاد ملے اور میری اندھی ماں کو نظر ملے۔

بشارت یہ تھی کہ تو نے دعا ایک کرنی ہے جبکہ خواہشات تین تھیں۔ لہٰذا اس نے ایک ہی دعا میں تین چیزیں مانگ لیں۔ ذرا اس شخص کے حسن بیاں پہ غور تو کریں۔

دعا کرتا ہے !

''الٰہی''

میری اندھی ماں اپنے پوتے کے ہاتھ میں سونے کا چمچہ دیکھنا چاہتی ہے۔

بلاتشبیہ و تمثیل انسان دنیا و آخرت میں ہر قدم پر کامیابی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک ایسی جامع دعا سکھائی ہے جس میں دونوں جہان کی کامیابی کا تذکرہ ہے۔

'' رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ''

مسلمان دونوں جہانوں میں ''حسنہ'' چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دوسرے مقام پر وہ راستہ دکھایا ہے جس پر چلنے سے ''حسنہ'' ملے گا۔

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ''

اگر چہ دونوں آیات میں ''حسنہ'' کا لفظی معنی مختلف ہے لیکن ان دونوں آیات مقدسہ میں ربط یہ ہے کہ جو شخص امام الانبیاء ﷺ کا ''حسنہ'' اپنا لے گا وہ دنیا و آخرت میں ''حسنہ'' (بھلائی) کا حقدار ہوگا، اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جانے والا شخص آرام و سکون، عزت و وقار، رعب و دبدبہ اور ہدایت و رحمت کا مستحق ہوگا۔ یہی سیرت سازی کی بنیاد ہے۔ اور تشکیل کردار کی روح ہے، یہی معرفت خداوندی کی چابی ہے اور یہی ذوق و وجدان کی غذا ہے۔

اطاعت و اتباع رسول کریم ﷺ کے بغیر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ناممکن ہے۔ کتنے کم فہم ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ کا قرآن ہی کافی ہے اور حدیث پاک کی ضرورت نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سمجھنے کے لئے حدیث پاک کے محتاج ہیں اور اطاعت الٰہی کے لئے اتباع رسول پاک ﷺ کے محتاج ہیں۔

چند امثلہ پر غور فرمائیں۔

مسلمان میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے قرآن پاک میں صراحۃً حکم نہیں آیا اور نہ ہی ترکیب کا ذکر ہے۔

پنجگانہ نماز کے لئے اذان کا صراحۃً حکم قرآن مقدس میں موجود نہیں یہ سنت رسول کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں نے جو نمازیں قبلہ اول بیت المقدس کی طرف

منہ کر کے پڑھیں وہ صرف اتباع رسول کریم ﷺ ہی میں پڑھی گئیں۔ ورنہ صراحۃً کوئی آیت مبارکہ نہیں اتری جس میں بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم آیا ہو۔

ثابت ہوا کہ اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔

الحمدللہ !

اس موضوع پر قرۃ عیون الاولیاء محترم حاجی محمد اکرم صاحب نے قلم اٹھایا ہے۔ اور عظیم مفسر قرآن، مورخِ اسلام حضور ضیاء الامت قدس سرہ العزیز سے اکتساب فیض کرتے ہوئے ایک مفید کتاب رقم فرمائی ہے۔ یہ کتاب حکمت آمیز، معانی سے لبریز، مٹھاس سے معمور، درددل کی ترجمان اور حسن بیاں کا شاہکار ہے۔ قرآن کریم وحدیث مبارکہ کے موتیوں کو لڑی میں پرو کر عشق رسول کریم ﷺ کی مالا تیار کی گئی ہے، ہر موتی دیدہ زیب، جاذبِ نظر، راحت بخش ونظر نواز ہے۔

اس شدید مصروفیت کے دور میں 400 صفحات پر مشتمل کتاب لکھنا حاجی صاحب کے ذوق مطالعہ اور دین دوستی کا بیّن ثبوت ہے۔ فیاض ازل نے حاجی صاحب کو جذبۂ خدمت دین سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ حاجی محمد اکرم صاحب ابھی مزید لکھیں اور ان پر توفیقات کے شہ باب وا ہوں۔ اور ان کے حسن فکر و عمل سے کور ذوق منزل سے آشنا ہوتے رہیں۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

غلام بشیر نقشبندی

باولی شریف گجرات

20 مئی 2008

قارئین کرام کی خدمت میں ایک ضروری گزارش

میں نے یہ کتاب اردو کے ''ان پیج'' پروگرام میں لکھی ہے اور اس میں آیات مقدسہ کی عربی عبارت لکھتے ہوئے

ل پر ایک زبر، دو زبریں اور جزم جو ہیں وہ پیچھے کو کھچی ہوئی ہیں۔

مثلاً الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا o لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا o الفرقان:27، 29 اور اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o القصص:50

جزم اور اُلٹی پیش کے اُوپر مد اُوپر کی بجائے ساتھ ہی آگے لکھی جا سکی ہے۔ مثلاً وَرَسُوْلُہٗ الاحزاب:12 اور وَاتَّبِعُوْآ الزمر:55

اور آیت کریمہ کے اختتام پر o کے اُوپر لا م ط ج اور ج صلے اُوپر کی بجائے o کے آگے لکھے جا سکے ہیں۔ مثلاً oلا oط

یہ ''ان پیج'' پروگرام میں چونکہ ایسا ہی لکھا جا سکتا ہے اس لیے قارئین کرام تلاوت کے دوران اس کو ذہن نشین رکھیں۔

دُعاؤں کا طالب

صوفی محمد اکرم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا o الاحزاب: 21

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ o

آلِ عمران :32,31

بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہےo

(اے محبوب ﷺ!) آپ فرمایئے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ تعالیٰ اور بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہےo آپ فرمایئے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور (اسکے) رسول (ﷺ) کی پھر اگر وہ منہ پھریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کوo

ارشادِ باری تعالیٰ ہے !

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ o البقرہ:34

اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم (علیہ السلام) کو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور (داخل) ہو گیا وہ کفار (کے ٹولہ) میں o

شیخ طریقت حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر ضیاء القرآن شریف میں اِس واقعہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

جب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی وسعت علم اور اپنے عجز کا اعتراف کر لیا تو پروردگارِ عالم نے انہیں حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ سجدہ کا لغوی معنی ہے تذلّل اور خضوع اور شریعت میں اس کا معنی ہے وضع الجبھة علی الارض یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا۔ بعض علماء کے نزدیک یہاں سجدہ کا لغوی معنی مراد ہے کہ فرشتوں کو ادب واحترام کرنے کا حکم دیا گیا، لیکن جمہور علماء کے نزدیک شرعی معنی مراد ہے یعنی فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کے سامنے پیشانی رکھ دیں۔ اب اس سجدہ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ پیشانی جھکانے والا یہ اعتقاد کرے کہ جس کے سامنے میں پیشانی جھکا رہا ہوں وہ خدا ہے تو یہ عبادت ہے اور یہ خاص ہے اسی وحدہٗ لاشریک کے ساتھ جو خالق و مالک ہے ساری کائنات کا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کبھی بھی کسی نبی کی شریعت میں جائز نہ تھی۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اولین تھا ہی یہی کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیں اور دوسروں کی عبادت

سے منع کریں۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے روکنے کے لیے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اس فعل کا ارتکاب خود کریں یا کسی کو اجازت دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جس کے سامنے سجدہ کیا جا رہا ہے اس کی عزت و احترام کے لیے ہو عبادت کے لیے نہ ہو تو اس کو سجدہ تحیہ کہتے ہیں، یہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں جائز تھا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے بھی منع فرما دیا۔ اب تعظیمی سجدہ بھی ہماری شریعت میں حرام ہے۔

آدم علیہ السلام کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں نائب مقرر کرنے والا ہوں، چونکہ نائب زمین میں مقرر کرنا تھا اور آدم علیہ السلام کو پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو۔ اس سے کھاؤ جتنا چاہو، جہاں سے چاہو اور اس درخت کے نزدیک مت جانا ورنہ اپنا حق تلف کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے انہیں پھسلا دیا اس درخت کے باعث اور ان دونوں کو وہاں سے نکلوا دیا۔

اس مقام پر بے ساختہ یہ خیال پریشان کرنے لگتا ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے بھی گناہ سرزد ہوتا ہے؟ اس لیے اجمال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سلسلہ کے متعلق کچھ عرض کرنا نہایت ضروری ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی عمدگی سے اس مشکل کو حل کیا ہے، فرماتے ہیں۔ انہم معصومون من الصغائر کلھا کعصمتھم من الکبائر اجمعھا۔ یعنی مالکی، حنفی اور شافعی مسلک کے جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام جس طرح کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اسی طرح صغیرہ گناہوں سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی مطلق

اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر ان سے گناہ کا ارتکاب ہو سکے تو ان کے گناہوں کی اطاعت بھی لازم آئے گی، جس سے ہدایت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اِس پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جا بجا انبیاء علیہم السلام کی طرف ایسی چیزیں منسوب ہیں جو گناہ ہیں اور پھر ان امور پر انبیاء علیہم السلام کی شدید ندامت اور استغفار بھی منقول ہے، ایسے میں مطلق عصمت انبیاء علیہم السلام کا قول کیونکر ممکن ہے۔ اِس شُبہ کے ازالہ کے لیے ایک چیز کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے وہ یہ کہ کوئی فعل گناہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ کسی حکم کی نافرمانی کا عزم اور قصد پایا جائے اور اگر عزم اور قصد مفقود ہے بلکہ بے ارادہ بھول چوک سے کوئی فعل سرزد ہو جائے جو بظاہر کسی حکم کے خلاف ہے تو اسے گناہ نہیں کہتے اور ایسے امور کا صدور عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی نہیں۔ اَب آپ اِسی ایک واقعہ پر غور کریں۔ قرآنِ حکیم کی تعبیر میں اِس مسئلہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہاں فرمایا ہے۔ **فازلھما** یعنی بلا ارادہ پاؤں کا پھسل جانا۔ دوسرے مقام پر قرآن حکیم نے بالکل اِس حقیقت کو واضح الفاظ میں بیان فرمادیا **فنسی ولم نجدلہ عزما** یعنی آدم علیہ السلام سے یہ حرکت بھول سے ہوئی اس کا عزم وارادہ ہرگز نہ تھا۔ اور جب تک عزم وارادہ مفقود ہو اس فعل کو گناہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ۔

بود آدم دیدۂ نورِ قدیم موئے در دیدہ بود کوہ عظیم (رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

یعنی آدم علیہ السلام تو نورِ قدیم کی آنکھ تھے، اور آنکھ میں اگر ایک بال بھی پڑ جائے تو آنکھ کی نزاکت اِس کو برداشت نہیں کر سکتی بلکہ وہ ہلکا سا بال یہاں پہاڑ سے بھی بوجھل محسوس ہونے لگتا ہے۔

آدم علیہ السلام بھولے سے یہ خطا کر تو بیٹھے لیکن پھر فرط ندامت سے روئے اور اتنا روئے کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ ان کے دردانگیز نالوں سے پتھروں کے دل پھٹ جاتے تھے۔ دن رات آہ وفغاں سے کام تھا، ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں اس کی رحمت کے لیے ملتجی رہتے، سالہا سال اسی طرح بیت گئے لیکن مغفرت کی خوشخبری نہ ملی۔ آخر ایک روز ایسے کلمات زبان سے نکلے کہ رحمت خداوندی کو ترس آ گیا اور چشم عنایت مائل بہ کرم ہو گئی۔ وہ کون سے کلمات تھے؟ اس کے متعلق میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرّہٗ کی تفسیر فتح العزیز کی عبارت نقل کرتا ہوں تا کہ ہر خوش نصیب کے اطمینان قلب کا باعث ہو۔ ''طبرانی نے معجم صغیر میں اور حاکم اور ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی اور ان پر عتاب الٰہی نازل ہوا عرصہ دراز توبہ قبول نہ ہونے پر حیران تھے کہ اتنے میں ان کو یاد آیا کہ مجھ کو جس وقت خدا تعالیٰ نے پیدا کیا اور روح خاص میرے اندر پھونکی تھی اس وقت میں نے اپنے سر کو عرش کی طرف اٹھایا تھا اس جگہ لکھا تھا لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص کے برابر نہیں کہ اس کا نام اپنے نام کے برابر لکھا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ اسی شخص کے بحق وتوسل سوال مغفرت کروں، پس دعا میں کہا اسئلك بحق محمد ان غفرت لی (اے مولا! میں تجھ سے محمد مصطفےٰ ﷺ کے صدقہ سے التجا کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے) حق تعالیٰ نے ان کی بخشش کی اور وحی بھیجی کہ محمد ﷺ کو کہاں سے جانا تو نے، انہوں نے تمام ماجرا عرض کیا۔ حکم پہنچا کہ اے آدم (علیہ السلام)! محمد ﷺ سب پیغمبروں سے پچھلا پیغمبر ہے

تیری اولاد میں سے اور اگر وہ نہ ہوتا تو تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا"

(تفسیر عزیزی جلد 1 صفحہ 112)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اتر جاؤ جنت سے سب کے سب اور جب آئے تمہارے پاس میری طرف سے پیغام ہدایت تو اس کی پیروی کرنا اور جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے وہ کامیاب ہوں گے اور انہیں کسی قسم کا نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس موقع پر شیطان مردود نے اعلان کیا کہ میں اِن کو ایسا کرنے سے روکوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا اور شیطان نے بھی اقرار کیا کہ اَے باری تعالیٰ تیرے نیک بندوں کے سوا میں سب کو دھوکا دوں گا اور انہیں تیری ہدایت کی پیروی نہیں کرنے دوں گا یعنی انبیاء علیہم السلام کی اطاعت اور پیروی سے ان کو روکوں گا دنیا میں فساد کراؤں گا۔ تیرے نیک اور مقبول بندوں کی اطاعت اور پیروی کی بجائے ان سے بدظن کروں گا اور انہی سے تیرے پیارے انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو قتل تک کراؤں گا۔

ہمارا موضوع ہے "اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں" اس لیے یہاں پر سُنت رسول ﷺ یعنی احادیث رسول ﷺ کے بارے کچھ لکھ دینا بہت فائدہ مند ہوگا۔ اور میں یہاں پر وہ اقتباس نقل کرتا ہوں جو صحیح بخاری شریف کا اردو ترجمہ کرنے والے فاضل شہیر مولانا عبدالحکیم خاں اختر مجددی مظہری شاہجہان پوری نے تحریر فرمایا ہے۔

قرآن مقدس ہدایت ہے اور ہمیں ہدایت کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانی معیشت کے اصول اور قواعد وضوابط اجمالاً بیان فرمائے جن کی تعبیر وتشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول ﷺ کی ضرورت ہے۔ سُنت رسول ﷺ یعنی احادیث رسول ﷺ ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں، اِس کے علاوہ مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، تیمّم، حج اور عمرہ یہ محض الفاظ ہیں لغت عربی ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر سُنت نبوی یعنی احایث رسول ﷺ موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآنِ کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

(1) واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرّسول

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی

المآئدہ: 92 التغابن: 12

(2) ماآتکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا

رسول (ﷺ) تم کو جو حکم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ الحشر: 7

(3) قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی

آپ (ﷺ) فرما دیجیے کہ تم اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے

ہو تو میری پیروی کرو۔ آلِ عمران:31

(4) لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ

بے شک تمہاری راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول

(ﷺ کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔ الاحزاب: 21

قرآن کریم قیامت تک نسل انسانی کی ہدایت کے لیے ہے۔ اوران آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ ﷺ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو حضور ﷺ کے احکام اور افعال کا کس ذریعہ سے علم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے پس جب تک حضور ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں کیسے ڈھال سکیں گے اور جبکہ ہمیں اسوۂ رسول ﷺ پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کرام کے لیے بنفس نفیس حضور ﷺ کی ذات اقدس ہدایت تھی اسی طرح ہمارے لیے حضور ﷺ کی سنت یعنی احادیث مبارکہ ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور ﷺ کی دی ہوئی ہدایت اور آپ ﷺ کے نمونہ کے لیے معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآنِ کریم کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کریم کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول کریم ﷺ کے احکام کی اطاعت اور آپ ﷺ کے

افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کو جاننے کے لیے سُنت یعنی احادیث مبارکہ کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے

احادیث طیبہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ حضور ﷺ کی دی ہوئی ہدایت سے ہم محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن کریم نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اِس کے احکام کی تعلیم حضور ﷺ کے سپرد کر دی چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وانزلنا الیك الذکر لتبین للنّاس مانزل الیھم

ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تا کہ آپ (ﷺ) لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کیے گئے ہیں۔ النحل:44

ویعلّمھم الکتاب والحکمة

اور رسول (ﷺ) مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ آلِ عمران:164

ممکن ہے کوئی یہ کہہ دے کہ آیات مقدسہ کے معانی کا بیان اور کتاب وحکمت کی تعلیم صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے تھی تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اِس لیے جس ہدایت کی اُنہیں ضرورت تھی ہمیں بھی ہے اور قیامت تک آنے والوں کو بھی ہوگی۔ ثانیًا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب اپنی بلندی مقام اور جنابِ رسالت

مآب ﷺ سے قرب کے باوجود قرآنی احکام کو سمجھنے کے لیے حضور ﷺ کے بیان اور آپ ﷺ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجہ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔ ثالثاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین o واخرین منهم لما یلحقوا بهم

وہ ذات جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے o اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے. الجمعہ:3,2

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنِ حکیم کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات مقدسہ کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے تھا اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے حضور ﷺ کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کریمہ کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ خود ہی سوچیے اگر حضور ﷺ نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ

صلوٰۃ سے یہ ہئیت مخصوصہ مراد ہے موذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیونکر معلوم ہوتی، اِسی طرح حج اور عمرہ کا بیان احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے، وقوف عرفہ، طواف زیارت اور طوافِ وداع اِن تمام احکام کی تفصیل قرآنِ کریم میں کہیں نہیں ملتی، حد یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن حکیم میں مذکور ہے لیکن عُشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآنِ کریم میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہئیت کذائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز ہو قرآن کریم میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل صرف نبی کریم رؤف رحیم ﷺ سے ملتی ہے۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یہ بیان زبان رسالت ﷺ سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہو رہا ہے اور جو شخص احادیث مبارکہ کو معتبر نہیں مانتا اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

حضور ﷺ جس طرح معانیِ قرآنِ کریم کے مُبین اور معلم ہیں اِسی طرح آپ ﷺ بعض احکام کے شارع بھی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

یحل لھم الطیّبات ویحرّم علیھم الخبائث

(رسول اللہ ﷺ) پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ الاعراف:157

حضور ﷺ نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن کریم میں کہیں ان

کا ذکر نہیں ہے۔ ان کا ذکر صرف احادیث رسول ﷺ سے ہی ممکن ہے، حضور ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا، دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول ﷺ سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول ﷺ کو حجت نہ مانا جائے تو حلت وحرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ متکفل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث رسول ﷺ کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات مبارکہ کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت کریمہ نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت مقدسہ میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک اس قسم کی تمام آیات مقدسہ کے پس منظر اور اسبابِ نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کریم کے لیے احادیثِ نبویہ کو ایک معتبر مأخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن کریم کی بعض آیات مقدسہ ایک چیستان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

عام طور پر منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین حضور ﷺ کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول ﷺ کی حفاظت

اور کتابت کے سلسلہ میں عہدِ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے یہ کام ہوتا رہا ہے اور ڈھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم ﷺ کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احادیث کو قلمبند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور رحمتِ عالم ﷺ نے طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشاہ) نے آ کر عرض کیا۔ اکتب لی یارسول اللہ ۔ یارسول اللہ ﷺ میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجیے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا اکتبوا لابی فلاں، اس شخص کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 22)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی انہی سے روایت ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمرو قال: کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی قریش و قالوا اتکتب کل شیء تسمعہ ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب و الرضا فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاومأباصبعہ الٰی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ مایخرج منہ الاحق۔ (سنن ابوداؤد صفحہ 514)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں حفظ کرنے کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا بعض قریش نے مجھے منع کیا اور کہا تم حضور ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور ﷺ بھی ایک بشر ہیں آپ ﷺ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا جب حضور ﷺ سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لکھا کرو، قسم اِس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احادیث شریف لکھنے کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں۔

مامن اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبداللّٰہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 22)

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حضور ﷺ کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

ابوداؤد اور بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی ان روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث قلمبند کیا کرتے تھے۔ رہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور ﷺ کی توجہ کی وجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس حضور ﷺ کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔ چنانچہ عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

> تحدث عندابی هريرة بحديث فاخذ بيدى الٰى بيته فارانا كتبامن حديث النبى صلى الله عليه وسلم وقال هذاهو مكتوب عندى۔
>
> (فتح الباری جلد 1 صفحہ 217 حافظ ابن حجر عسقلانی)
>
> ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث نبوی ﷺ میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدأ زمانہ رسالت میں احادیث شریف نہیں لکھتے تھے اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث مبارکہ کو لکھ لیا یا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو احادیث لکھ کر حضور ﷺ کو سنانے کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا۔ چنانچہ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔

کان یملی الحدیث حتی اذا کثر علیہ الناس جاء بمجال من کتب فالقاھا ثم قال ھٰذہٖ احادیث سمعتھا و کتبتھا عن رسول اللّٰہ و عرضتھا علیہ۔

(تفسیر العلم صفحہ 95-96)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ احادیث لکھوایا کرتے تھے اور جب لوگ زیادہ تعداد میں آئے تو اپنا صحیفہ لے کر آئے اور اس کو انکے آگے رکھ کر فرمایا یہ وہ احادیث ہیں جن کو میں نے حضور ﷺ سے سن کر لکھا اور انہیں میں آپ ﷺ پر پیش کر چکا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی احادیث کو لکھ کر صحائف میں محفوظ رکھا کرتے تھے، چنانچہ روایت ہے۔

یروی عن عبداللّٰہ بن عمر و کان خرج الی السوق نظر فی کتبہ و قدا کدالراوی ان کتبہ ھٰذہٖ کانت فی الحدیث۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع صفحہ 100)

روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) جب کبھی بازار جاتے تو اپنی کتابوں کو دیکھ لیتے تھے اور تاکیداً کہتے ہیں کہ ان کی وہ کتابیں احادیث پر مشتمل تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں آپ کی نظر سے مستحکم حوالے گزر چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث کو صحائف میں لکھ

کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔

کان عندرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانامعھم واناا صغرالقوم فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کذب علی متعمّدافلیتبوأمو عدہ من النارفلماخرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم وقدسمعتم ماقال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فضحکواوقالوا یاابن اخینا ان کل ماسمعنا منہ عندنافی کتاب۔ (مجمع الزوائد جلد 1 صفحہ 151 حافظ نورالدین علی بن ابی براھیتمی)

میں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر تھا اور میں ان سب سے عمر میں کم تھا حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے، جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا حضور ﷺ نے حدیث کے معاملہ میں کتنی شدید وعید فرمائی ہے اور آپ لوگ بھی بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں

یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے ہم لوگ جو بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور ﷺ کے ارشادات اور آپ ﷺ کے افعال اور احوال لکھ کر قلمبند کیا کرتے تھے اور اِس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث مبارکہ میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی حضور ﷺ نے اِن صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

حضور ﷺ کے وصال کے بعد دورِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تابعین نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (5374) احادیث مبارکہ مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث مبارکہ کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا، چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (1660) احادیث مبارکہ مروی ہیں ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محفوظ کر لیا تھا (طبقات ابن سعد جلد 5 صفحہ 216 محمد بن سعد کاتب واقدی) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی (2286) احادیث مبارکہ کے راوی ہیں ان کے بارے میں مسند دارمی میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث مبارکہ کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث مبارکہ کو عروۃ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا (الکفایۃ صفحہ 229 علامہ جلال الدین الخوارزمی)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک ہزار چھ سو تیس (1630) احادیث مبارکہ کی روایت کرتے ہیں، طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (1540) احادیث مبارکہ کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامۃ سروسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا (طبقات ابن سعد جلد 7 صفحہ 72 محمد بن سعد کاتب واقدی)۔

اوپر ذکر کی گئی سطور میں چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے احادیث مبارکہ کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث مبارکہ کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین حدیث مبارکہ کا کام آگے بڑھتا رہا، احادیث مبارکہ کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانۂ خلافت آیا اور انہوں نے احادیث مبارکہ کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انہوں نے معتمد اور مستند علماء کرام کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزام، حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب

زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف علاقوں سے احادیث مبارکہ کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احادیث مبارکہ کو ترتیب دیا تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ (تدریب الراوی صفحہ 73 حافظ جلال الدین سیوطی)۔ احادیث مبارکہ کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔ اِسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا گیا ہے۔

احادیث مبارکہ کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شروع کیا تھا، اس کام کو ان کے مایہ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے اخیر میں ان کے نامور شاگرد امام مالک بن انس اصبحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث مبارکہ کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث موطا کے نام سے پیش کیا۔

موطا امام مالک کے علاوہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور قابل صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے، ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی ہجری کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابیں پیش کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں:۔ سنن ابوالولید 151ھ جامع سفیان ثوری 161ھ مصنف ابی سلمۃ 167ھ مصنف ابی سفیان 197ھ جامع سفیان بن عیینہ 198ھ اور تیسری صدی ہجری کے جن مصنفین نے حدیث مبارکہ کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے

بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الام للشافعی 204ھ مسند احمد بن حنبل 241ھ الجامع الصحیح للبخاری 256ھ الجامع لمسلم 261ھ سنن ابن ماجہ 273ھ سنن ابوداؤد 275ھ الجامع للترمذی 279ھ۔

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث مبارکہ کا ایک مربوط جائزہ پیش کردیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث مبارکہ کی تدوین کی۔ یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔

قارئین کرام! اپنے منتخب کردہ موضوع کے متعلق اللہ تعالیٰ کے لاریب کلامِ پاک سے ارشادات عالیہ اور ان کا اردو ترجمہ وتفسیر نقل کرتا ہوں۔ جس کے شروع میں کچھ تفسیر ''امدادالکرم'' سے بھی شامل کروں گا کیونکہ ابھی ''امدادالکرم'' کی صرف پہلی جلد ہی چھپ کر مارکیٹ میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے نعلین پاک کا صدقہ سیدی و مرشدی حضرت قبلہ پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے اور آپ دامت برکاتہم العالیہ جو تفسیر ''امدادالکرم'' لکھ رہے ہیں اس میں برکت عطا فرمائے اور وہ جلد مکمل ہو۔

آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین علیہ الصلوٰۃ والسلام

سورۃ البقرۃ

جنت سے دنیا پر اتارتے ہوئے رب ذوالجلال کا حکم !

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o البقرہ:38

ہم نے حکم دیا اُتر جاؤ اس جنت سے سب کے سب پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے (پیغامِ) ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے o

انسانوں کو زمین پر اُتارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف سے تمہاری طرف ہدایت آئے گی اور تم نے اس کی پیروی کرنی ہے۔ اس موقع پر شیطان مردود نے اعلان کیا کہ میں ان کو ایسا کرنے سے روکوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو میرے بندے ہوں گے اُن پر تیرا بس نہیں چلے گا اور شیطان نے بھی اقرار کیا کہ اَے باری تعالیٰ تیرے نیک بندوں کے سوا میں سب کو دھوکا دوں گا اور اُنہیں تیری ہدایت کی پیروی نہیں کرنے دوں گا۔

گویا انبیاء علیہم السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کی ہدایت آتی رہی اور وہ اپنی اپنی امتوں کو اطاعت اور پیروی کا حکم دیتے رہے اور شیطان مردود ان کے برعکس اطاعت و پیروی سے روکتا رہا ہے، اور روکتا ہی رہے گا۔

یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے کب خوش ہوں گے ؟

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ٥ البقرہ: 120

اور ہرگز خوش نہیں ہوں گے آپ (ﷺ) سے یہودی اور نہ عیسائی یہاں تک کہ آپ (ﷺ) پیروی کرنے لگیں ان کے دین کی، آپ (ﷺ انہیں) کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے، اور اگر (بفرض محال) آپ (ﷺ) پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس علم کے بعد بھی جو آپ (ﷺ) کے پاس آچکا ہے (تو پھر) نہیں ہوگا آپ (ﷺ) کے لیے اللہ تعالیٰ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی یار اور نہ کوئی مددگار ٥

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

بے شک ہم نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل جہنم کے متعلق آپ (ﷺ) سے باز پرس نہیں ہوگی ٥

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل خود آپ ﷺ کی ذات اقدس کو قرار دیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جو آپ ﷺ کی

ہمہ صفت موصوف اور باکمال ہستی کو دیکھ کر ہدایت قبول نہیں کرتے انہیں کوئی معجزہ یا دلیل کیونکر راہِ ہدایت دکھا سکتی ہے۔ یہودی اور عیسائی جو یہ معجزات اور آیات دکھانے کی طرح طرح کی فرمائشیں کر رہے ہیں اِس سے ان کا مقصد قبول ایمان نہیں بلکہ یہ تو حجت بازیاں ہیں۔ وہ تو صرف اِس کو پسند کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنا دین چھوڑ کر اُن کے باطل کو قبول کرلیں جو ناممکن ہے۔ اور آگے اُمت محمدیہ کو یہ خطاب کیا جا رہا ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید الانبیاء رحمت عالم ﷺ تمہارے پاس حق اور ہدایت لائے تو تم ہرگز کفار کی خواہشات کا اتباع نہ کرنا۔ اگر ایسا کیا تو تمہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

آج ہم اپنے اسلامی معاشرے پر نظر ڈالیں تو ہر طرف ہمیں وہ نظر آ رہا ہے جس سے ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے یعنی کفار کی پیروی ہو رہی ہے زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ فحاشی و عریانی کا میدان ہو یا نظریاتی اندازِ فکر ہم اپنے آقا و مولا ﷺ کی پیروی کرنے کی بجائے کفار کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہم اِن کو خوش کرنے کے لیے کیا کچھ نہیں کر رہے پھر بھی یہ ہم مسلمانوں سے خوش نہیں اور اُس وقت تک یہ خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ ہم دین اسلام کو چھوڑ کر اِن کے ساتھ دوزخ کا ایندھن نہیں بن جاتے۔

اَے ! لَآاِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والے ذرا اپنی عاقبت کی فکر کر کہ تو اپنا انجام کس کے ساتھ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جنت میں یا ان دشمنان خدا اور دشمنان رسول ﷺ کے ساتھ شیطان مردود کے ہمراہ آتش جہنم میں ؟

اب آیئے پڑھیں! اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی دُعا

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ البقرہ: 129

اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہی میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کردے انہیں، بیشک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے ۝

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام دونوں باپ بیٹا بیت اللہ شریف کی تعمیر کررہے ہیں۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام خود کعبہ شریف کی دیواریں چن رہے ہیں اور بلند اقبال فرزند پتھر اور گارا اُٹھا اُٹھا کر لا رہا ہے۔ نسیم رحمت کے جھونکوں سے دِلوں کے غنچے شگفتہ ہورہے ہیں، کیف و سرور کی ایک ناقابل بیان کیفیت طاری ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں مقبول بندے اپنے رب کریم سے مانگ رہے ہیں اور وہ دیئے چلا جارہا ہے۔ دامن طلب پھیلا ہوا ہے اور دست کرم مصروفِ جود و عطا ہے۔ اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے دعا مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے جلیل القدر رسول ﷺ کی بعثت کے لیے التجا کی جارہی ہے جس کا دامن رحمت اتنا کشادہ اور خوانِ کرم اتنا وسیع ہو کہ ہر خاص و عام اس سے فائدہ اُٹھا سکے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے اپنی اِس

دعا میں اس جلیل القدر رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ وہ جلیل القدر رسول ﷺ تین فرائض سرانجام دے۔ ایک تو یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کریمہ پڑھ پڑھ کر سنائے۔ دوسرا یہ کہ کتاب و حکمت سکھائے۔ تیسرا یہ کہ اپنے تصرفِ روحانی سے دلوں کے آئینوں کو جلا بخشے اور روشن کرے تا کہ حقائق و معارف ان میں جلوہ نما ہو سکیں۔

حکمت سے کیا مراد ہے ؟ اِس کے سمجھنے سے ایک بہت بڑے فتنے کا اصولی رد ہو جائے گا حکمت کہتے ہیں وضع الاشیأ علٰی مواضعھا۔ یعنی ہر چیز کو اپنے موقع اور محل پر رکھنا۔ یہاں الحکمۃ کا لفظ جو مذکور ہے اس سے مراد احکام قرآنی کی ایسی تفصیل اور ان کا ایسا بیان ہے جسے جاننے کے بعد انسان ان احکام کی ایسی تعمیل کر سکے جیسے قرآن کریم نازل کرنے والے خدا کا منشا ہے۔ اور نبی ﷺ کے فرائض میں صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم سکھا دے بلکہ اِس کا صحیح بیان اور تفصیل بھی سکھائے تا کہ قرآن کریم پر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل ہو سکے۔ اور اسی حکمت یعنی بیان قرآن کریم کو سُنت نبوی ﷺ کہا جاتا ہے۔ دوسری متعدد آیات مبارکہ میں اِس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ حکمت قرآن یعنی اِس کا بیان نبی ﷺ کا ذاتی اجتہاد نہیں بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے، مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وانزل اللّٰہ علیك الکتاب والحکمة ترجمہ۔ ''اللہ تعالیٰ نے (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے۔'' اس سے ثابت ہوا کہ جیسے قرآن کریم کی اطاعت فرض ہے اسی طرح صاحبِ قرآن کریم کی سُنت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا جو سُنت کو نبی کریم ﷺ کی ذاتی رائے خیال کرتے

ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری یقین نہیں کرتے۔

(اور پاک صاف کردے انہیں) اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضور ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید (میرے مرشد کریم) حضرت پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب مدظلہ اپنی تفسیر ''امداد الکرم'' میں لکھتے ہیں کہ

لوگوں کو پاک کرے یعنی حسن دلائل سے ان کے عقائد کو شکوک وشبہات سے پاک کرے تاکہ حق وباطل کا فرق واضح ہوجائے، روحانی تصرف سے ان کے دلوں کو نفسانی خواہشات سے پاک کرے تاکہ ان کے دل تجلیاتِ الٰہی کا آئینہ بن سکیں اور ظاہری تربیت سے ان کے اطوار کو لایعنی خصائل سے پاک کرے تاکہ ان کے حسن کردار سے متاثر ہوکر کافروں کو اسلام کی دولت نصیب ہو۔

بیت المقدس کو قبلہ بنانے کی حکمت بیان کی جارہی ہے !

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ o البقرہ: 143

اور اسی طرح ہم نے بنادیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور (ہمارا) رسول (ﷺ) تم پر گواہ

ہو، اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (ﷺ اب تک) رہے مگر اس لیے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول (ﷺ) کی (اور) کون مڑتا ہے الٹے پاؤں بیشک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر ان پر (بھاری) نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان کہ ضائع کر دے تمہارا ایمان بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے o

سولہ سترہ ماہ کے لیے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے اور پھر کعبہ معظّمہ کو حسب سابق قبلہ بنا دینے کی ایک حکمت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ جو ہمارے پیارے محبوب نبی ﷺ کی بے چون و چرا اطاعت کرتے ہیں، ان لوگوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو جائیں جو بات بات پر اعتراض کرنے اور اپنی عقل کی سند حاصل کرنے کے خوگر ہیں۔

(اے امت مسلمہ) جس طرح ہم نے قبلہ کے معاملہ میں تمہیں سیدھے راستے کی توفیق بخشی اور تم نے میرے حبیب مکرم ﷺ کی اطاعت میں فوراً اپنا رخ بدل لیا اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا۔ لوگوں کے لیے تمہارا کردار ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ اس وقت ثابت ہو سکتا ہے جب تم نبی آخر الزمان ﷺ کی سچی اطاعت اختیار کرو کیونکہ تمہارے لیے میرے حبیب مکرم ﷺ کا کردار معیارِ حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الاحزاب: 21 بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

خواہشات اہل کتاب کی پیروی سے بڑی سختی سے منع فرمایا جارہا ہے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ج
وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ج وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ ، بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا
اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ o البقرہ: 145

اور اگر آپ (ﷺ) لے آئیں اہل کتاب کے پاس ہر ایک دلیل (پھر بھی) نہیں پیروی کریں گے آپ (ﷺ) کے قبلہ کی اور نہ آپ (ﷺ) پیروی کرنے والے ہیں ان کے قبلہ کی اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کو ماننے والے ہیں اور اگر (بفرضِ محال) آپ (ﷺ) پیروی کریں ان کی خواہشوں کی اس کے بعد کہ آچکا آپ (ﷺ) کے پاس علم تو یقیناً آپ (ﷺ) اس وقت ظالموں میں (شمار) ہوں گے o

اس آیت کریمہ میں بظاہر خطاب حضور ﷺ کی ذات اقدس کی طرف ہے لیکن مراد یہاں آپ ﷺ کی امت ہے۔ کیونکہ امت سے تو اپنے نفس کی خواہشات کی تابعداری ممکن ہے، لیکن نبی ﷺ کی ذات جو صغائر سے بھی معصوم ہے اس سے تو ناممکن ہے کہ ایسا جرم سرزد ہو۔ مضمون کی اہمیت کے باعث حضور ﷺ کی طرف نسبت کی گئی۔

گویا امت مسلمہ کو غیروں کی پیروی سے منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اور ان کی پیروی اسلام سے دوری پیدا کرتی ہے۔

اب آیئے آگے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کریم ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر غیروں کی پیروی کرنے کا آخر کار کیا انجام ہوگا۔ ارشادِ رب العلمین ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ○ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا ۖؗ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○

البقرہ:166 تا 168

(خیال کرو) جب بیزار ہو جائیں گے وہ جن کی تابعداری کی گئی ان سے جو تابعداری کرتے رہے اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور ٹوٹ جائیں گے ان کے تعلقات ○ اور کہیں گے تابعداری کرنے والے کاش! ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے وہ (آج) بیزار ہو گئے ہیں ہم سے۔ یونہی دکھائے گا انہیں اللہ تعالیٰ ان کے (برے) اعمال کہ باعث پشیمانی ہوں گے ان کے لیے اور وہ (کسی صورت میں) نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے ○ اے انسانو! کھاؤ اس سے جو زمین میں ہے حلال (اور) پاکیزہ (چیزیں) اور شیطان کے قدموں پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ○

قیامت کے دن بت اور مشرکین کے جھوٹے سردار اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اعلان کر دیں گے اس وقت جھوٹے خداؤں کے پیروکار کہیں گے۔ کاش! ہمیں ایک بار پھر واپس دنیا میں جانا ہوتا تو ہم بھی ان جھوٹوں سے بیزاری کا اعلان کر دیتے مگر قیامت سے پہلے تو یہ ساری دنیا ہی ختم ہو جائے گی پھر واپس کہاں جائیں گے لہٰذا وہ ظالم اپنے دنیاوی اعمال پر پچھتائیں گے اور ہمیشہ آگ میں جلتے رہیں گے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے لہٰذا ہر انسان کو شیطان کی پیروی سے بچنا چاہیئے کیونکہ وہ انسان کو برائی اور بے حیائی کی دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اس آیت مقدسہ میں اس کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اور گمراہوں کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔

وَاِذَاقِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡامَآاَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡابَلۡ نَتَّبِعُ مَآاَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوۡكَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًاوَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ o البقرہ: 170

اور جب کہا جاتا ہے ان سے پیروی کرو اس کی جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو، اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ سکتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں o

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی واضح آیات کو چھوڑ کر اپنے گمراہ باپ دادا کی تقلید کرتے ہیں ان پر حسرت اور افسوس کا اظہار ہو رہا ہے اور اگر آبا ؤ اجداد سراپا رشد و ہدایت ہوں

توان کا اتباع یعنی ان کی پیروی کرنا عین مقصود ہے اور انبیاء علیہم السلام کی یہی سُنت ہے۔ یوسف صدیق علیہ السلام نے مصر کے قید خانہ میں یہی فرمایا تھا۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِی میں اپنے آباؤ اجداد کے دین کا پیرو ہوں۔

گویا باپ دادا ہدایت یافتہ ہوں تو ان کی پیروی انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین کی سُنت ہے اور یہی اتباع انسان کو جنت میں لے جائے گی۔

سود نہ چھوڑنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ فرمایا تو ارشاد ہوا

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ o

البقرہ: 279

اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اعلان جنگ سن لو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہیں (مل جائیں گے) تمہارے اصل مال نہ تم ظلم کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے o

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو اگر تم مؤمن ہو o'' ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مقروضوں پر جو سود باقی رہ گیا ہے۔ حرمت کے بعد اب اسے معاف کردو۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہیں اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود خور کے علاوہ کسی مجرم کو اعلانِ جنگ نہیں دیا لہٰذا یہ بہت بڑا جرم ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ اعلانِ جنگ صرف میری طرف سے ہے بلکہ خداوند قدوس نے فرمایا ! وگرنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمہیں اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو بھی اپنے ساتھ شامل فرمایا۔ سبحان اللہ تعالیٰ !

سورۃ آلِ عمران

هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ج وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

آلِ عمران:7

وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ (ﷺ) پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند ۝

قرآن کریم کی بعض آیات بالکل واضح اور ہر شک وشبہ سے بالاتر ہیں۔ اور یہی ساری کتاب کی اصل اور مرجع ہیں۔ اور بعض آیتیں ایسی ہیں جن کا مفہوم واضح نہیں ہوتا اور اِن میں مختلف تاویلات کی گنجائش ہوتی ہے۔ جن کے دل حق سے منحرف ہوتے ہیں وہ دوسرے سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے آیات متشابہات کے شکوک اور وسوسے پیدا کر کے اُنہیں اپنے دین سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ متشابہات کی تاویل کرتے وقت محکم آیات کی پیروی کی جاتی اور ان کی روشنی میں ان کا مفہوم بتایا جاتا۔ لیکن کیونکہ نیت فاسد ہوتی ہے اس لیے وہ راہِ راست کو چھوڑ کر پیچ در پیچ راہ اختیار کرتے ہیں۔

گویا محکم آیات کے ہوتے ہوئے ان کے برعکس متشابہات کی پیروی سے منع فرمایا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ o آلِ عمران:50

اور میں تصدیق کرنے والا ہوں اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب تورات کی اور تا کہ میں حلال کردوں تمہارے لیے بعض وہ چیزیں جو (پہلے) حرام کی گئی تھیں تم پر اور لایا ہوں تمہارے پاس ایک نشانی تمہارے رب کی طرف سے سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری اطاعت کرو o

اس سے پہلی آیت مقدسہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اور (بھیجے گا اسے) رسول بنا کر بنی اِسرائیل کی طرف (وہ انہیں آ کر کہے گا کہ) میں آ گیا ہوں تمہارے پاس ایک معجزہ لے کر تمہارے رب کی طرف سے (وہ معجزہ یہ ہے کہ) میں بناتا ہوں تمہارے لیے کیچڑ سے پرندے کی سی صورت پھر پھونکتا ہوں اس (بے جان صورت) میں تو وہ فوراً ہو جاتی ہے پرندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور میں تندرست کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور (لاعلاج) کوڑھی کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور بتلاتا ہوں تمہیں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم جمع کر رکھتے ہو اپنے گھروں میں بے شک ان معجزوں میں (میری صداقت کی) بڑی نشانی ہے تمہارے لیے اگر تم اِیمان دار ہو o

آلِ عمران: 49

اب پڑھیں اوپر والی آیت مقدسہ کو، اپنی صداقت کی تمام نشانیاں بیان کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میری بعثت کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے حواری اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ o آلِ عمران:53

اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے جو تو نے نازل فرمایا اور ہم
نے تابعداری کی رسول کی تو لکھ لے ہمیں (حق پر) گواہی دینے
والوں کے ساتھ o

کسی نبی علیہ السلام کے نزدیک وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس نبی علیہ السلام کی پیروی کرتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا، وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ o آلِ عمران:68

بے شک نزدیک تر لوگ ابراہیم (علیہ السلام) سے وہ تھے جنہوں
نے اِن کی پیروی کی نیز یہ نبی (کریم ﷺ) اور جو (اس نبی ﷺ
پر) ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ مددگار ہے مومنوں کا o

اہل حق سے تعلق اور تقرب کا انحصار اس پر نہیں کہ آپ ان سے اپنی وابستگی کے لمبے چوڑے دعوے کریں۔ بلکہ اس کا دارومدار ان کی سچی پیروی پر ہے۔جس نے ان کے پیغام کو دِل سے قبول کیا اور زندگی بھر اس پر کار بند رہا وہی ان سے قریب ہے۔ وہی ان کا دوست ہے۔اس لیے قرآن حکیم نے تصریح کر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قربت کا شرف یا ان لوگوں کو حاصل ہے جو ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کی یا اس نبی امی ﷺ (فداہ امی وابی) کو جس نے دین ابراہیمی کو نئی زندگی اور تازہ قوت بخشی اور یا اس نبی ﷺ کے جانباز غلاموں کو جو ابراہیمی مشن کو سر بلند کرنے کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے آمادہ ہیں۔تمہیں کیا واسطہ اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام سے جو دنیا کی محبت اور اقتدار کی ہوس میں یوں کھوئے ہوئے ہو کہ حق کو

پہچانتے ہوئے حق کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔

گویا نبی علیہ السلام کی اطاعت اور پیروی کے بغیر ان سے قربت اور محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتے ہو تو اس کے محبوب ﷺ کی اطاعت کرو۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ٥

آلِ عمران:132

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول (کریم ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے٥

کس قدر صاف اور واضح اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ہی رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا حکم فرما دیا ہے اور فرمایا میری رحمت چاہتے ہو تو اس کے لیے شرط ہے کہ میرے محبوب ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کرو۔

اہل ایمان کو کفار کی پیروی سے منع کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ٥ آلِ عمران:149

اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمہیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے٥

اس آیت مبارکہ میں کفار کی اطاعت سے روکا گیا۔ کیونکہ ان کی اطاعت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین کا دامن ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ یا دین کے معاملہ

میں کم از کم ہماری گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔

نیکی اور تقویٰ کا اجر کسے ملے گا ؟ جو لبیک کہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے پیارے حبیب ﷺ کی دعوت پر ہر حال میں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ○

آلِ عمران:172

جنہوں نے لبیک کہا اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں (گہرا) زخم ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے○

ابوسفیان اپنے لشکر سمیت جنگ احد سے واپس جا رہا تھا راستے میں اُسے خیال آیا کہ اس نے غلطی کی ہے اور ایک سنہری موقع ضائع کر دیا ہے۔ جنگ میں شکست کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو چکے ہیں ہمیں اس سے فائدہ اٹھا کر مدینہ پر بھرپور حملہ کر کے مسلمانوں کو بالکل ختم کر دینا چاہیے تھا لہٰذا انہوں نے دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا، جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ کافروں کے تعاقب کے لیے نکلیں یہ اگرچہ نہایت نازک موقع تھا مسلمان جنگ احد کے زخموں سے چور تھے لیکن انہوں نے حضور ﷺ کے حکم پر لبیک کہا اور کفار کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ادھر کفار کو جب اطلاع ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آ رہے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو کر مکہ بھاگ گئے اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ سات آٹھ میل یعنی حمراء الاسد تک کفار کا تعاقب

کیا لیکن کفار فرار ہو چکے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جذبۂ اطاعت اور احسان وتقویٰ کی تعریف فرمائی ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنے زخمی تھے کہ سہارا کے بغیر چلنے سے بھی معذور تھے لیکن اس کے باوجود وہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت میں نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رضا ورحمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام! آپ نے جنگ احد کے متعلق یہ واقعہ بارہا سنا ہوگا چونکہ ہمارے موضوع کی مناسبت کے پیش نظر اس کو یہاں لکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس لیے میں یہ واقعہ جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف لطیف ضیاء النبی ﷺ سے نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

جنگ احد میں درہ پر متعین تیر اندازوں نے جب یہ دیکھا کہ دشمن شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں اور مسلمان اموالِ غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں۔ کیوں نہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے ان مجاہد ساتھیوں کا ہاتھ بٹائیں جو اموالِ غنیمت کو اکٹھا کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور فرمایا کہ کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سلسلہ میں کتنے واضح اور حتمی احکام دیئے ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے صاف الفاظ میں تمہیں فرمایا ہوا ہے۔

اِحْمُوْا ظُهُوْرَنَا۔ وَلَا تَبْرَحُوْا مِنْ مَكَانِكُمْ۔ وَاِذَا رَاَيْتُمُوْنَا نُقْتَلُ فَلَا تَنْصُرُوْنَا وَاِنْ غَنِمْنَا فَلَا تُشْرِكُوْنَا اِحْمُوْا ظُهُوْرَنَا۔

"ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔ اپنی اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جا رہا ہے تو ہماری مدد کے لیے ہرگز نہ
آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں تو اِس کام میں
ہمارا ہاتھ نہ بٹانا۔ تم ہر حالت میں ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔''

دوسرے لوگوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا مدعا یہ نہ تھا کہ اتنی واضح فتح و کامرانی کے بعد بھی ہم یہاں بے مقصد کھڑے رہیں۔ پچاس میں سے تقریباً دس تیر انداز اپنے امیر کے جھنڈے کے نیچے ڈٹے رہے اور باقی ماندہ اموالِ غنیمت جمع کرنے کے لیے لشکر کفار میں گھس گئے۔

حضور ﷺ کے فرمانِ واجب الاذعان (جس پر عمل کرنا ہر صورت ضروری تھا) کی خلاف ورزی اور اس سے سرتابی ایسی سنگین غلطی تھی جس نے فتح کو شکست میں بدل دیا۔ اور لشکر اسلام کے ایسے نادرہ روزگار مجاہدین کثیر تعداد میں شہید ہو گئے جو تنہا ایک ایک اقلیم کو فتح کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ خود ذات پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کو انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی قوم اپنے نبی علیہ السلام کی حکم عدولی کر کے فوز و فلاح (نجات اور کامیابی) نہیں پا سکتی، خواہ ان لوگوں کا تعلق السابقون الاولون (ان نبی علیہ السلام کے حواری یا صحابہ) کی مقدس جماعت سے ہی کیوں نہ ہو۔

کفار کے سوار دستوں نے متعدد بار لشکر اسلام پر عقب سے حملہ کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ ہر بار تیر اندازوں کے اس دستہ نے ان پر تیروں کی موسلا دھار بارش برسا کر انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب جب خالد بن ولید نے دیکھا کہ وہ عینین کی پہاڑی تیر افگنوں سے تقریباً خالی ہو چکی ہے تو اس نے اور عکرمہ نے

اپنے گھوڑسوار دستوں کو لے کر جبل احد کا چکر کاٹا اور مسلمانوں پر ان کی پشت کی طرف سے ہلہ بول دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آڑے آنے کی کوشش کی اور وہ ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کر گئے لیکن اس ریلے کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔ ان بھیڑیوں نے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لاشوں کو نیزوں کے چرکے دے دے کر خستہ حال کر دیا، ان کے لباس چیر کر انہیں برہنہ کر دیا، ان کی آنکھیں نکال دیں، ناک اور کان کاٹ لیے، سینے چاک کر دیئے، اِن کی آنتیں باہر لٹکنے لگیں۔ سب سے زیادہ انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک کی توہین کرنے کی کوشش کی اور اسے پرزہ پرزہ کر ڈالا۔ لیکن ان کے بندہ نواز اور قدر دان رَب ذوالجلال نے یہ فرما کر ان کی ایسی عزت افزائی فرمائی کہ دنیا اور آخرت میں سارا جہان ان پر رشک کرتا رہے گا۔

ارشادِ رب ذوالجلال ہے۔

اور ہرگز خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں (اور) رزق دیئے جاتے ہیں ٥ شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آ ملے ان سے، ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ٥ آلِ عمران: 170,169

مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب درہم برہم ہو چکی تھی۔ عسکری تنظیم سے وہ بے

بہرہ ہو چکے تھے وہ تو چاروں طرف سے بے خبر اموالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کہ اچانک خالد اور عکرمہ نے اپنے گھوڑسواروں سمیت یَا لَلْعُزّٰی یَا لَلْهُبُلِ کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ پہلے ہی بکھرے ہوئے تھے مزید منتشر ہو گئے۔ وہ ذہنی طور پر جنگ جیت چکے تھے انہیں اس کا گمان بھی نہ تھا کہ انہیں اپنے دشمن کی تندوتیز یلغار کو روکنے کے لیے ایک مرتبہ پھر عسکری نظم وضبط سے ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

جب میدان جنگ سے بھاگ جانے والے کفار نے یاللعزی کے نعرے سنے اور پلٹ کر دیکھا تو یہاں منظر ہی یکسر بدلا ہوا تھا۔ وہ بھی پلٹ کر آنے لگے اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے۔ مالِ غنیمت جو مسلمانوں نے اکٹھا کیا تھا وہ سب ہاتھوں سے گر پڑا، جن کفار کو قیدی بنایا تھا انہوں نے اپنی راہ لی۔ چکی الٹی چلنا شروع ہو گئی وہ مسلمان جنہوں نے چند لمحے پیشتر کفر کے قشون قاہرہ کو میدانِ جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اَب خود شکست خوردہ ہو کر سراسیمہ پھر رہے تھے۔

فاتحانہ پیش قدمی، پسپائی میں کیوں تبدیل ہو گئی ۔ قرآن کریم نے اِس ہولناک منظر کی بڑی حقیقت پسندانہ تصویر کشی کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

> اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ، جب کہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اسکے حکم سے، یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول ﷺ کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے دکھایا تمہیں جو تم

پسند کرتے تھے، بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض
طلبگار ہیں آخرت کے، پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے
تا کہ آزمائے تمہیں اور معاف فرمادیا تم کو اور اللہ تعالیٰ بہت فضل
وکرم فرمانے والا ہے مومنوں پر o آلِ عمران:152

اس آیت مبارکہ اور اس واقعہ نے اس حقیقت کو امت مصطفویہ کے لیے قیامت تک کے لیے آشکارا کر دیا کہ جو آگے بڑھ کر دامن مصطفیٰ ﷺ پکڑے گا رحمتِ الٰہی کے دامن تک اسی کا ہاتھ پہنچے گا، جو اس کی غلامی کے طوق کو زیب گلو بنائے گا نصرت خداوندی کا سحاب رحمت اسی پر سایہ فگن ہوگا۔ ملت پاکستان اور اس کے قائدین بھی اس روشن حقیقت کو جتنا جلدی سمجھیں گے اتنا جلدی انہیں اپنی حقیقی منزل کا سراغ مل جائے گا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصہ اس کاروان کو وقت کے لق ودق صحرا میں خاک چھانتے گزر گیا ہے اور ابھی تک نہ منزل کا پتہ اور نہ راہ کا نشان ملا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے چند افراد سے ایک انفرادی حکم عدولی ہوئی تو اس کا انہیں یہ خمیازہ بھگتنا پڑا ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ نافرمانیوں پر نافرمانیاں کرتے چلے جائیں انفرادی بھی اور اجتماعی بھی اور ہم سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ قدرت بڑی کریم اور فیاض ہے لیکن اس کے باوجود اس معاملہ میں بہت حساس بھی ہے۔

میں نے اس واقعہ کو نہایت مختصر کر کے پیش کیا اگر آپ پورے غزوہ احد کا واقعہ پڑھنا چاہیں تو حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرت النبی ﷺ پر لکھی ہوئی کتاب (ضیاء النبی ﷺ) کی جلد تین کا مطالعہ کریں۔

جنگ احد میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے غفلت کرنے کی وجہ سے جیتی

ہوئی جنگ ہار میں بدل گئی اور ستر جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظیم شہادت وقوع پذیر ہوئی اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ (فداہ امی وابی)

سورة النساء

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

النساء: 14,13

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) ہیں اور جو شخص فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی داخل فرمائے گا اسے اللہ تعالیٰ باغوں میں بہتی ہوں گی جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے وہ اِن میں اور یہی ہے بڑی کامیابی○ اور جو نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی اور تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی (مقررہ) حدوں سے داخل کرے گا اسے اللہ تعالیٰ آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لیے عذاب ہے ذلیل کرنے والا○

ان سے پہلی آیات مقدسہ میں تقسیم وراثت کا تفصیلی بیان ہے اور ان دو آیات مبارکہ میں نظامِ وراثت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے

کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول مقبول ﷺ کی کامل اطاعت کی توفیق بخشے اور اپنی اور اپنے پیارے رسول ﷺ کی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

ان آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی ہے اور نافرمانی کرنے والوں کو دوزخ کی آگ جس کا عذاب ذلیل کرنے والا ہے میں داخل کرنے کی وعید سنادی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرنے والے آخرت میں تمنا کریں گے کہ

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ○ النسا:42

اس روز تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی رسول (ﷺ) کی کہ کاش! (انہیں دبا کر) ہموار کر دی جاتی ان پر زمین اور وہ نہ چھپا سکیں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات ○

کاش اس آیت مبارکہ کو وہ لوگ بھی پڑھیں جو بڑے طمطراق سے اطاعت رسول ﷺ کا انکار کرتے ہیں تو انہیں پتہ چلے کہ رسول ﷺ کے نافرمانوں اور آپ ﷺ کی سُنت سے سرکشی کرنے والوں کی قیامت کے دن کیا حالت ہوگی۔

قیامت کے دن کافر اور حضورِ اکرم ﷺ کے نافرمانوں کو جب اپنا انجامِ بد نظر آجائے گا تو تمنا کریں گے ''کاش انہیں زمین میں غرق کر دیا گیا ہوتا اور وہ مٹی کے ساتھ مٹی بن گئے ہوتے'' (النبا:40) اور ان کو دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا تا کہ آج کی ذلت ورسوائی اور دردناک سزا سے واسطہ نہ پڑتا۔

گویا نبی کریم ﷺ کی اطاعت سے راہ فرار اختیار کرنے اور آپ ﷺ کی سُنت کا انکار کرنے والے قیامت کے دن ذلیل ورسوا ہوں گے اور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی، اپنے ذیشان رسول ﷺ کی اور نیک حاکموں کی

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ النساء:59

اَے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذیشان) رسول (ﷺ) کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اِسے اللہ تعالیٰ اور (اپنے) رسول (ﷺ) (کے فرمان) کی طرف اگر تم اِیمان رکھتے ہو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یہی بہتر ہے اور بہت اچھا ہے اس کا انجام ۝

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کے علاوہ مسلمان امراء اور حکام کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اِس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس نے اس دارفانی میں زیادہ دیر اقامت گزیں نہیں رہنا تھا اور حضور ﷺ کے بعد امور مملکت کی ذمہ داری خلفاء اور امراء نے سنبھالنی تھی اس لیے ان کی اطاعت کرنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ لیکن اطاعت

رسول ﷺ اور اطاعت امیر میں ایک بین فرق ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم ہوتا ہے جملہ امور میں خصوصاً احکامِ شرعی کی تبلیغ میں اس سے خطا نہیں ہوسکتی اس لیے اس کی اطاعت کا جہاں حکم دیا غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ مثلاً ما آتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا۔ جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔ رسول ﷺ کا ہر حکم واجب التسلیم اور اٹل ہے اس میں کسی کو مجال قیل وقال نہیں۔ لیکن خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں اس سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اس لیے اس کی مشروط اطاعت کا حکم دیا کہ اس کے حکم کو خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے فرمان کی روشنی میں پرکھو، اگر اس کے مطابق ہے تو اِس پر عمل کرو ورنہ وہ قابل عمل نہیں۔ اس لیے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے درمیان تنازع رونما ہوجائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو۔ یعنی اِس حکم کا قرآن وسُنت کی روشنی میں جائزہ لو، اگر اِس کے مُطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ تم پر اس کی اطاعت فرض نہیں۔

ثابت ہوا کہ وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ''صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے'' اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کو شرک تک کہہ دیتے ہیں خاص طور پر اس آیت مبارکہ کی باربار تلاوت کریں اور اس ارشاد ربانی پر غور وفکر کریں اور اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں تاکہ آخرت کے پچھتاوے سے بچ جائیں۔

اطاعت رسول ﷺ سے انکار کرنے والوں کو اللہ تبارک تعالیٰ نے منافق قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ پڑھیں !

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ

الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝ النساء: 61

اور جب کہا جائے انہیں کہ آؤ اس (کتاب) کی طرف جو اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے اور (آؤ) رسول (پاک ﷺ) کی طرف تو آپ (ﷺ) دیکھیں گے منافقوں کو کہ منہ موڑ لیتے ہیں آپ (ﷺ) سے روگردانی کرتے ہوئے۝

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں ایک مقدمہ کا ذکر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کیا نہیں دیکھا آپ ﷺ نے ان کی طرف جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) کے ساتھ جو اتاری گئی آپ ﷺ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ ﷺ سے پہلے (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لیے (اپنے مقدمات) طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اِنکار کریں طاغوت کا اور چاہتا ہے شیطان کہ بہکا دے انہیں بہت دور تک۝ النساء: 60

اس کے متعلق علماء تفسیر وحدیث نے یہ واقعہ ذِکر کیا ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا کے درمیان تنازعہ ہو گیا۔ یہودی حق پر تھا اس نے اس بظاہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے کہا۔ اس منافق کے دل میں چور تھا اور اسے معلوم تھا کہ وہاں تو نہ سفارش چلے گی اور نہ رشوت سے کام بنے گا اِس لیے اس نے کہا کہ تمہارے عالم کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں یہودی اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ چنانچہ چارو ناچار حضور ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ یہودی حق پر تھا فیصلہ بھی اسی کے حق میں ہوا۔ منافق کو پسند نہ آیا تو وہ یہودی کو لے کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہاں سے بھی وہی حکم ملا لیکن اس کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر دِل میں سوچا کہ میں بظاہر تو مسلمان ہوں اور یہ یہودی ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلیں وہ یقیناً میرے اسلام کا پاس کرتے ہوئے میرے حق میں فیصلہ دیں گے۔ چنانچہ اس نے یہودی کو بھی اس پر رضامند کرلیا۔ جب وہاں پہنچے تو یہودی نے عرض کیا کہ پہلے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں کر چکے ہیں اَب یہ مجھے آپ کے پاس لایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رویدکما حتی اخرج الیکما میرے واپس آنے تک ٹھہرو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر تشریف لے گئے، تلوار بے نیام کیے واپس آئے اور اس منافق کا سر قلم کر دیا اور فرمایا ھکذا اقضی علی من لم یرض بقضاء اللّٰہ وقضاء رسولہ ونزلت الآیۃ وقال رسول اللّٰہ ﷺ انت الفاروق (قرطبی) یعنی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا میں اس کا یوں فیصلہ کیا کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت مبارکہ (النساء:60) نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الفارُوق (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ جس مقدمہ کے متعلق انہیں یہ یقین ہوتا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا اِس کے تصفیہ کے لیے تو بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہوتے اور جس کے متعلق یہ خیال ہوتا کہ ہم جھوٹے ہیں اس کے لیے ایسے حاکم کے پاس جاتے جہاں انہیں معلوم ہوتا کہ اپنے اثر و رسوخ یا رشوت سے اپنے حق میں

فیصلہ کرالیں گے۔ آج بھی بعض لوگ ایسے امور میں تو شریعت کے مطابق فیصلہ کرانے پر بڑے مصر ہوتے ہیں جہاں انہیں فائدہ کی توقع ہو اور جہاں یہ خیال ہو کہ شریعت کا قانون ان کے خلاف ہے تو اس وقت دوسرے قوانین و رسم و رواج وغیرہ کی آڑ لیتے ہیں اور شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ آپ خود سوچیں کہ ان کے درمیان اور عہد رسالت کے منافقین کے درمیان پھر کیا فرق ہوا۔

گویا نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے فرمان عالیشان سے روگردانی کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے اور اس کو بڑی سے بڑی سزا بھی دی جا سکتی ہے جیسے کہ اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نام نہاد مسلمان کو دی اور یہ آیت کریمہ اس کی گواہ ہے۔

کسی بھی رسول علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بیان فرمایا جا رہا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا o فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o

النساء: 65,64

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ (ﷺ) کے پاس اور مغفرت

طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے
رسول (ﷺ) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول
فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا ٥ پس (اے مصطفٰے ﷺ)
تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم
بنائیں آپ (ﷺ) کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے
درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ
آپ (ﷺ) نے کیا اور تسلیم کرلیں دل و جان سے ٥

چند لفظوں میں ایک طویل بحث کو سمو کر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر مؤمن پر فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت یہ بھی ہے کہ اس کا یہ حکم بھی مانا جائے کہ میرے محبوب رسول ﷺ کی بھی اطاعت کرو۔ جو رسول مقبول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتا ہے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی۔ اور رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کر کے اس نے صرف رسول کریم ﷺ کی ہی نافرمانی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی کی ہے جس کا یہ حکم اس نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ میرے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ وہ فرقہ جو حضور رسالتمآب ﷺ کے اتباع کو غیر ضروری بلکہ امت کے لیے مضر اور نقصان دہ سمجھتا ہے وہ اس آیت مبارکہ کو کیوں نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا ہے تو اسے کیوں واجب الاتباع یقین نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ سے مخاطب ہے

اے رحمت مجسم ﷺ! اگر یہ دنیا بھر کے قصور کر کے اور اپنی جانوں پر طرح طرح کے ظلم توڑنے کے بعد بھی نادم و تائب ہو کر تیرے حضور میں حاضر ہوں تو ان پر

اپنا درِ کرم کھلا رکھ۔ جب اِن کی شفاعت و بخشش کے لیے تیرا ہاتھ میری بارگاہِ جود و عطاء میں اٹھے گا تو خواہ وہ کتنے گنہگار، روسیاہ اور بدکار کیوں نہ ہوں تیرے رب کی رحمت ان کو مایوس نہیں کرے گی بلکہ ان کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اور ان بیگانوں کو اپنا بنالیا جائے گا۔

حضور اکرم رحمت عالم شفیع المذنبین ﷺ کی یہ برکت حضور ﷺ کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تا ابد ہے۔ اہل دل اور اہل نظر ہر لحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرطِ رنج وغم سے) مزارِ پرانوار پر گر پڑا اور خاکِ پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا، جو آپ ﷺ نے اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اور اسی میں یہ آیت کریمہ بھی ہے۔ ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○ اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ (ﷺ) کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (ﷺ) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا○'' میں نے اپنی جان پر بڑے ستم کیے ہیں۔ اب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت ﷺ! میری مغفرت کے لیے دعا فرمائیے۔ فنودی من القبر انہ قدغفرلك ترجمہ: تو قبر انور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (القرطبی)

رسول کریم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت واتباع کو پھر نہایت واضح، مؤکد اور مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا جارہا ہے۔ فَلَاوَرَبِّكَ میں واؤ قسم کے لیے ہے۔ نفی ایمان پر دلالت کرنے کے لیے لانفی کو دوبارذ کر کیا ہے۔ ایک بار قسم سے پہلے اور دوسری مرتبہ قسم کے بعد۔ یعنی تیرے ربِ جلیل کی قسم وہ ہرگز ہرگز ایماندار نہیں ہوسکتے۔ اگر ایک لاءِ نفی پر اکتفا کیا جاتا تو عبارت لغوی لحاظ سے تو درست ہوتی لیکن یہ زور بیان نہ پایا جاتا۔ اِمام ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ اس آیت مقدسہ کا تعلق بھی اسی سابقہ واقعہ سے ہے اور یہ حکم بھی حضور ﷺ کی ظاہری حیات تک نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔ ہر شخص کے لیے ہے اور یہی ایمان کی اساس ہے۔ جو شخص اطاعت رسول ﷺ سے سرتابی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قسم سے مؤکد کر کے اپنا فیصلہ یہ دیتا ہے کہ وہ مومن نہیں۔ وہاں تو وہی اطاعت قبول ہے جو اس کے رسول ﷺ کی اتباع وپیروی میں ہو اور وہی مطیع ہوگا جو مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غلامی کا طوق زیب گلو کیے حاضر ہوگا۔

"پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپ (ﷺ) نے کیا اور تسلیم کر لیں دل وجان سے" یہاں پر اس پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی جملہ نے تو یہاں تک تصریح کر دی کہ ظاہری انقیاد وتسلیم کافی نہیں بلکہ مومن وہ ہوگا جو دِل کی گہرائیوں میں بھی فرمان رسول ﷺ کے خلاف کوئی گرانی اور گھٹن محسوس نہ کرے۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشادِ گرامی ہے کہ (اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ جو تیری اطاعت وپیروی نہیں کرتے، تیری سُنت مبارکہ سے روگردانی کرتے ہیں یہ مومن نہیں ہیں یہ جھوٹے اور دھوکہ باز منافق ہیں۔

آیئے اب پڑھئے ان خوش نصیبوں کے بارے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ النساء:69

اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول (ﷺ) کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی ۝

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کی وجہ میں کئی واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ انصار میں سے ایک صحابی حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ان پر غم اور پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے غم زدہ ہونے کی وجہ دریافت کی تو وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے۔ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب نبی ﷺ! میں اس چیز پر غور کر رہا ہوں کہ ہم صبح وشام آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے ہیں۔ کل جب آپ ﷺ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ جنت کے بلند درجہ میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو ہم آپ ﷺ کے درجہ تک نہ پہنچ سکیں گے تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ حضور نبی کریم ﷺ نے ابھی ان کو کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر ہوئے

یعنی جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ جنت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے۔ (تفسیر جامع البیان)

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''آخرت میں آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی'' (بخاری: کتاب الادب: باب 96)

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتے اور آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی اور دیگر ضروریات لے آتے تھے۔ ایک رات تہجد کے وقت جب حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے وضو کے لیے پانی لائے تو حضور اکرم ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا ''مانگو کیا مانگتے ہو'' تو حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کے علاوہ اور کچھ'' تو حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''بس صرف یہی'' اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو'' یعنی نوافل کثرت سے پڑھا کرو تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ (مسلم شریف: حدیث نمبر 226) اگرچہ جنت میں درجے مختلف ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل محبت کو ان کے محبوبوں سے ملاقات اور مجلس کے مواقع ملتے رہیں گے دراصل بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر ان سے محبت کا عملی ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کا ذہن میں رہنا بھی ضروری ہے کہ جو لوگ برائی اور ظلم سے محبت کرتے ہیں وہ بھی آتش جہنم میں ظالموں کے ساتھ عذاب سے دوچار ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سُنت مطہرہ کی پیروی کرنے کی وجہ سے جنت میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی رفاقت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سُنت مطہرہ کو غیر ضروری سمجھنے والوں اور ان سے اظہارِ محبت کرنے والوں کا ٹھکانہ انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ نہیں بلکہ برے اور ظالموں کے ساتھ ہوگا۔

یہ پڑھیے ارشادِ باری تعالیٰ کہ ہم نے آپ ﷺ کو ان کا پاسبان نہیں بنایا جو آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنے والے ہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۝ النساء:80

جس نے اطاعت کی رسول (ﷺ) کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ (ﷺ) کو ان کا پاسبان بنا کر۝

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ اور اگر کوئی انسان حضور اکرم ﷺ کی اطاعت اور سُنت مطہرہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید اور احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کا طریقہ حضور اکرم ﷺ کی سُنت مطہرہ سے ہی مل سکتا ہے۔ نیز یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ معصوم اور خطاؤں سے

پاک ہیں اگر آپ ﷺ سے غلطی کا امکان ہوتا تو آپ ﷺ کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار نہ دیا جاتا۔

گویا حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ اُن کے پاسبان ہیں جو آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی سُنت مطہرہ پر عمل کرتے ہیں۔

ہجرت کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ پڑھیں۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ ۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ النساء:100

اور جو شخص ہجرت کرے گا اللہ تعالیٰ کی راہ میں پائے گا زمین میں پناہ کے لیے بہت جگہ اور کشادہ روزی اور جو شخص نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف پھر آلے اس کو (راہ میں) موت تو ثابت ہو گیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۝

اپنا وطن اور جائیداد چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں لیکن جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی رضا کے لیے ہجرت کرتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں اجر عظیم کے مستحق قرار پاتے ہیں اور جو سفر ہجرت میں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں ہی فوت ہو جائیں انہیں بھی ہجرت کا اجر و ثواب ضرور ملے گا۔ ہجرت کا لفظی معنیٰ ہے ''کسی چیز کو چھوڑ دینا'' اسلام میں اِس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان ایسے علاقہ کو

چھوڑ دے جس میں اسے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ اس کی اسلام میں بڑی فضیلت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''یقیناً ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کیے ہوں۔'' (مسلم شریف حدیث نمبر 192)

لمحہ فکریہ! ہجرت کرنے کا مقصد اسلامی احکام پر عمل کرنا ہے اور اگر ایک مسلمان اسلامی ملک میں رہتے ہوئے اسلامی احکام پر عمل نہ کرے تو اسے اپنے اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت ہے کیونکہ اصل مہاجر وہ ہے جو برائیوں اور گناہوں کو ترک کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا، کون سی ہجرت افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''افضل ہجرت یہ ہے کہ انسان ہر اس چیز کو ترک کر دے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔'' (مشکوٰۃ المصابیح : کتاب الایمان)

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ ہجرت وہ مقبول ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے محبوب ﷺ کا ذکر خیر بھی فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا o النساء:115

اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ تعالیٰ کے) رسول (ﷺ) کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ

پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے
جدھر وہ پھرا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری
پلٹنے کی جگہ ہے ٥

حضور اکرم ﷺ نے جب وحی کے ذریعہ طعمہ منافق کی چوری کا راز فاش کر دیا تو اسے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ سچے نبی ہیں اور اہل ایمان کا دین سچا ہے لیکن اس شرح صدر کے باوجود جب وہ کفر کی طرف لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جہنمی ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ آیت مبارکہ اگرچہ طعمہ کے بارے میں نازل ہوئی مگر اِس کا حکم عام ہے۔ یعنی جس شخص کے سامنے حق وباطل واضح اور ہدایت کا راستہ روشن ہو جائے اس کے باوجود اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور اہل ایمان یعنی اجماع امت کی پیروی نہ کرے تو اِس کا مطلب واضح ہے کہ وہ کفر کی طرف واپس چلا گیا ہے جس کی وجہ سے اِس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

ثابت ہوا کہ ان لوگوں کو اپنے عقیدے پر نظر ثانی کرنی چاہیے جو نبی کریم ﷺ کی سُنت مطہرہ سے انکار کرتے ہیں کیونکہ اِس طرح وہ مخالف سُنت بن کر نبی کریم ﷺ کی مخالفت کے مرتکب ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت دنیا و آخرت کی بربادی اور جہنم کا ایندھن بننے کا سبب بنے گی۔

یہ پڑھیے ! ایمان لانے کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ
نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

ضَلٰلًا بَعِیۡدًا ٥ النساء:136

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور کتاب پر جو نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو نازل کی اس سے پہلے اور جو کفر کرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کے ساتھ تو وہ گمراہ ہوا اور گمراہی میں دور نکل گیا ٥

اہل ایمان کے ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہو کیونکہ جو شخص شیطان کے فریب میں آ کر کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ اکثر گمراہی میں اتنا دور نکل جاتا ہے کہ اس کا واپس آنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شیطان کے وسوسوں سے محتاط رہو اور اسلام کا دامن کبھی نہ چھوڑو۔ اس آیت مبارکہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والو ! اپنے حسن عمل سے اپنے ایمان کی تصدیق کرو۔

ہمارے موضوع سے متعلق اس آیت کریمہ میں جو بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف یہ نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو ! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کفر کرے تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ بلکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اے ایمان والو ! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور......الخ اگر کوئی کہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کے بعد کفر نہیں کرتا تو یہ کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اِس میں ہے کہ ایمان والے دل و جان سے اس کے پیارے رسولوں، فرشتوں، کتابوں اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے بعد پھر ان

سے کفر نہ کریں یعنی ان کی کسی چیز کا انکار نہ کریں جن میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کے ارشادات یعنی احادیث مبارکہ اور آپ ﷺ کی سُنت مطہرہ کا نکار کرنے سے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے کفر ہو گا۔ جس سے انسان گمراہی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور پھر اتنا آگے چلا جاتا ہے کہ وہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کفر تک چلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا اِس میں ہے کہ اُس کے محبوب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی سُنت مطہرہ سے انحراف ہرگز نہ کیا جائے بلکہ دل و جان سے اسے تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکامات میں فرق کرتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○

النساء:151,150

بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور چاہتے ہیں کہ فرق کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں بعض رسولوں پر اور ہم کفر کرتے ہیں بعض کے ساتھ اور چاہتے ہیں کہ

اختیار کرلیں کفر و ایمان کے درمیان کوئی (تیسری) راہ o یہی
لوگ کافر ہیں حقیقت میں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے
لیے عذاب رسوا کرنے والا o

مشرکین و منافقین کے ذکر کے بعد اب کفار کا حال بیان کیا جارہا ہے۔ کفار کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں لیکن نبوت و رسالت کے قائل نہیں۔ ایک وہ جو بعض انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو مانتے ہیں اور بعض کی رسالت کا انکار کرتے ہیں مثلاً یہودی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے، اِسی طرح عیسائی۔ ان سب کے متعلق فرمایا کہ وہ پکے کافر ہیں۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کفر کرتا ہے اِسے پکّا کافر کیوں کہا گیا؟ اِس لیے کہ جو سلسلۂ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا نہ اسے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدس و کمال کو نہ پہچانا اور اس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ تعالیٰ کو کیا پہچانا۔ آپ ان قوموں کے رسوم عبادت کو دیکھئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن کسی نبی علیہ السلام کے پیروکار نہیں، آپ حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی طرح فلاسفہ قدیم و جدید نے جن صفاتِ الٰہیہ کا اثبات کیا ہے وہ بھی انسان کے لیے کچھ کم پریشان کن نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بعض انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں اور جن دلائل و براہین اور معجزات کی وجہ سے انہوں نے ان بعض کی نبوت کا اقرار کیا۔ اب جب ان سے بھی محکم تر دلائل و براہین اور روشن تر معجزات ایک

دُوسری ہستی میں پائے جاتے ہیں تو وہ اس کی نبوت پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ ان کا یہ اِیمان نہ لانا پہلے انبیاء علیہم السلام کے اِنکار کے مترادف ہے اور خصوصاً ذاتِ پاک محمد مصطفٰے ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا جن کی آمد کی بشارت اوران پر اِیمان لانے کی تاکید ہر زمانے کے نبی علیہ السلام نے فرمائی صرف آپ ﷺ کا انکار نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی تکذیب ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر تو اِیمان لے آئے اور وحی ورسالت کا سرے سے اِنکار کر دیا۔ اس اِنکار میں ان کی انانیت اور خود بینی جھلک رہی ہوتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات تو ناقص وناکافی ہیں (معاذ اللہ)۔ اس لیے ان کی عقلی موشگافیوں کی ضرورت ہے۔ اب وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تو قائل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے گریزاں ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم بھی دیا ہے وہ ذرا غور کریں کہ وہ بھی کہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ میں تفریق کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔

اسلام اور کفر کی معجونِ مرکب بنانے کا خیال بہت پرانا ہے ان لوگوں کے علاوہ جن کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہو رہا ہے ہماری اپنی تاریخ بھی تو ایسی ہستیوں سے خالی نہیں۔ اکبر اور دارا شکوہ کے بعد آج بھی تو کئی افراد موجود ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "یہی لوگ کافر ہیں حقیقت میں اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لیے عذاب رسوا کرنے والا"

اس سے اگلی آیت مبارکہ کا ترجمہ بھی یہاں تحریر کرتا ہوں جس میں ارشادِ

باری تعالیٰ ہے کہ

جولوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اسکے (تمام) رسولوں کے ساتھ اور نہیں فرق کیا انہوں نے کسی میں ان سے یہی لوگ ہیں دے گا انہیں اللہ تعالیٰ انکے اجر اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے o النساء: 152

سورۃ المآئدہ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَاَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ط ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ o

المآئدہ: 33

بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں (چن چن کر) قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے یا جلاوطن کردیئے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور انکے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے o

جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اعلانیہ قتل وغارت کرتے ہیں اس آیتِ کریمہ میں ان کے جرم کی نوعیت کے مطابق چار سزائیں مقرر کی

گئی ہیں۔جن کا خلاصہ میں تفسیر روح المعانی سے عرض کرتا ہوں۔

1۔ اگرانہوں نے کسی کو صرف قتل کیا تو اِس کے بدلے میں انہیں بھی قتل کیا جائے اور مقتول کے وارث اگر معاف کر دیں تو بھی یہ قتل معاف نہیں ہوگا کیونکہ یہ مقتول کے وارثوں کا نجی معاملہ نہیں بلکہ ملک وملت کے اجتماعی امن وسکون کا مسئلہ ہے۔

2۔ اگرانہوں نے قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا تو انہیں شارعِ عام پر سولی پر چڑھایا جائے گا تا کہ لوگوں میں اس جرم سے نفرت پیدا ہو۔

3۔ اگرانہوں نے قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا تو دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے۔

4۔ اگرانہوں نے نہ قتل کیا نہ مال لوٹا صرف لوگوں کو دہشت زدہ اور ہراساں کیا تو پھر انہیں اپنی زمین سے نکال دیا جائے یعنی اپنے گھر اور اہل خانہ سے جدا کر کے کسی دوسرے شہر میں قید کر دیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی) بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ ایسا شخص جلاوطن کر دیا جائے لیکن اِس میں نقصان یہ ہے کہ وہ جہاں بھی جائے گا فتنہ وفساد کا باعث بنے گا لہٰذا اِس کے لیے اور معاشرہ دونوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ اِسے قید کر دیا جائے تاوقت کہ وہ سچی توبہ کر کے پرہیز گار بن جائے۔ اصل مقصد تو دوسرے لوگوں کو اس کے شر سے بچانا ہے اور یہ مقصد ملک بدری سے نہیں بلکہ قید یا سچی توبہ سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اِس آیت مبارکہ کے ضمن میں مکحول روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اس قسم کے مجرموں کو قید میں بند کیا اور فرمایا۔ ''میں ایسے مجرم کو قید میں رکھوں گا حتیٰ کہ مجھے اس کی توبہ کا یقین ہو جائے اور کسی دوسرے شہر میں اسے آزاد نہیں چھوڑوں گا کہ وہاں کے

لوگوں کو ستائے۔'' (تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ''سزا ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں'' یہ نہیں فرمایا کہ ''سزا ہے ان کے لئے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرتے ہیں'' بلکہ اپنے ساتھ اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ذاتِ اقدس کو بھی شامل رکھا

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتے ہیں اور ہمیں نبی کریم ﷺ کے احکام ''احادیث نبوی یا سُنت نبوی ﷺ کی قطعاً ضرورت نہیں'' ان کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ اپنے ایمان کو درست کر لیں اور آخرت میں اجر عظیم کے حق دار ہو جائیں۔

اپنی خواہشات کی پیروی کرنے کی بجائے حق کی اطاعت و پیروی کرو۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ

ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝

المآئدہ:49,48

اور (اے حبیب ﷺ) اتاری ہم نے آپ (ﷺ) کی طرف یہ کتاب (قرآن) سچائی کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے (آسمانی) کتاب ہے اور (یہ قرآن کریم) محافظ ہے اس پر تو آپ (ﷺ) فیصلہ فرمادیں ان کے درمیان اس سے جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور آپ (ﷺ) نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اس حق کو چھوڑ کر جو آپ (ﷺ) کے پاس آیا ہے، ہر ایک کے لیے بنائی ہے ہم نے تم میں سے ایک شریعت اور عمل کی راہ، اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو بنا دیتا تم (سب کو) ایک ہی امت لیکن آزمانا چاہتا ہے تمہیں اس چیز میں جو اس نے دی ہے تم کو تو آگے بڑھنے کی کوشش کرو نیکیوں میں، اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے تم سب نے پھر وہاں آگاہ کرے گا تمہیں جن باتوں میں تم جھگڑا کرتے تھے ۝ اور یہ کہ فیصلہ فرمائیں آپ (ﷺ) ان کے درمیان اس کے مطابق جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ (ﷺ) ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ کریں آپ (ﷺ) کو اس کے کچھ حصہ سے جو اتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کی طرف اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ بے شک

ارادہ کرلیا اللہ تعالیٰ نے کہ سزا دے انہیں ان کے بعض گناہوں کی

اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں O

توارت وانجیل کے بعد قرآن حکیم اور اس کی چند خصوصیات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اس کا نزول حق کے ساتھ ہوا ہے۔ علامہ راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق کوئی فعل یا قول اس وقت حق کہلاتا ہے جب کہ وہ اس طرح پایا جائے جیسے چاہیے۔ اس اندازے سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب اس کی ضرورت ہو۔ (مفردات) اس مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب آپ بالحق کے لفظ کو پڑھیں تو قرآن کریم کی جلالت شان واضح ہوگی۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن پاک ان کتب پر مہیمن بن کر آیا ہے۔ مہیمن متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ محافظ، نگہبان، نگران، شاہد اور امین۔ یہاں مہیمن کے یہ سارے معانی لیے جاسکتے ہیں یعنی دین کے وہ عقائد اور اصول جو سابقہ آسمانی کتب میں بیان کیے گئے تھے جن میں سے بعض فراموش کر دیئے گئے اور بعض میں ردوبدل کر کے انہیں کچھ کا کچھ بنا دیا گیا قرآن کریم ان کو صحیح رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اور اپنے صفحات میں ان کی ایسی حفاظت ونگہبانی کر رہا ہے کہ اب وہاں کسی محرف کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ قرآن کریم آسمانی کتب کا رقیب ونگران بھی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم ہی ایک ایسی کسوٹی ہے جس سے ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ موجودہ تحریف شدہ آسمانی کتابوں میں حق کی کتنی مقدار جوں کی توں موجود ہے۔ قرآنِ کریم اس بات پر گواہ بھی ہے کہ یہ کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام پر نازل فرمائی تھیں۔ قرآن کریم

امین بھی ہے، گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو جوں کا توں پیش کرتا ہے، ان میں کسی قسم کا تصرف اور کمی بیشی نہیں کرتا۔

تورات کے نزول کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یحکم بھاالنبیون اور انجیل کے نزول کا مقصد بیان کرتے ہوئے ہوئے فرمایا ولیحکم اھل الانجیل اور قرآن حکیم کے نازل کرنے کا مدعا بھی یہی بتایا فاحکم بماانزل الخ ان تمام الفاظ سے یہ بتانا مطلوب ہے کہ ان کتابوں کے نازل کرنے کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ اپنی اِنفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنے تمدنی اور معاشرتی مسائل میں اپنی سیاسی اور اقتصادی مشکلات میں ان کی روشنی سے ہدایت حاصل کی جائے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر چلا جائے، تب ہی تو وہ فرق معلوم ہوسکتا ہے جو قانونِ الٰہی اور اِنسان کے بنائے ہوئے ناقص قانون میں ہے۔ اور اگر اس پر عمل نہ کیا جائے اور اس کی واضح ہدایات اور احکام کے ہوتے ہوئے اپنی خواہشات کی ہی پیروی کی جائے تو پھر اِن کے نزول کا اصل مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے اور انسان ان برکتوں سے محروم ہوجاتا ہے جو ان احکام میں مضمر ہیں۔

آگے آیت مبارکہ میں فرمایا جارہا ہے کہ "اور آپ (ﷺ) نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اس حق کو چھوڑ کر جو آپ (ﷺ) کے پاس آیا ہے" کسی بات سے اگر منع کیا جائے تو اس کا ہمیشہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مخاطب اس کا ارتکاب کرنے والا تھا اور اسے روک دیا گیا بلکہ کبھی منع اس لیے بھی کیا جاتا ہے کہ مخاطب جیسے پہلے اس کام سے مجتنب اور محترز چلا آرہا ہے اسی طرح آئندہ بھی مجتنب رہے۔ یہاں حضور رحمت عالم ﷺ کو ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی سے روکنے کا مقصد یہ نہیں کہ معاذ اللہ

آپ (ﷺ) ان کی پیروی کا خیال کرنے لگے تھے اس لیے روکنا پڑا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسے پہلے آپ (ﷺ) اَحکامِ اِلٰہیہ کی پیروی کرتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی نفسانی خواہشات کی اتباع کا واہمہ تک بھی خاطر عاطر میں نہیں گزرتا اسی طرح آئندہ بھی ہمت واستقلال سے احکام ربانی کی اطاعت کرتے جایئے۔

شرعة اور شریعة ہم معنی ہیں۔ شریعت لغت میں اس راستے کو کہا جاتا ہے جو پانی کی طرف لے جاتا ہو۔ اسی مناسبت سے شرعہ اور شریعۃ اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف رہنمائی کرتا ہو۔ اور منہاج کہتے ہیں واضح اور روشن راستہ کو۔ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتا ہے کہ وہ عقائد اور کلیات جن پر انسان کی نجات کا انحصار ہے وہ تو تمام آسمانی کتابوں میں یکساں ہیں لیکن شریعت کے احکام اور ان کی تفصیلات، عبادات اور ان کی شکل وصورت، حلت وحرمت کے قوائد ان میں اختلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی ذہنی سطح، ان کا مخصوص ماحول، ان کے معاشرہ کے تقاضے، ان کی سیاسی اور اقتصادی ضروریات کیونکہ مختلف تھیں اس لیے اِن فروعات میں اختلاف ناگزیر تھا۔

یہاں اس شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے کہ اگر اصول وکلیات کی طرح فروعات میں بھی اختلاف نہ ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ دین کے نام پر یہ مختلف قسم کی گروہ بندیاں ختم ہو جاتیں۔ اس کا جواب تو وہی ہے جو لکل جعلنا کے ضمن میں دیا جا چکا ہے کہ بنیادی عقائد وکلیات میں یکسانیت کے باوجود فروعات میں یہ اختلاف عین حکمت ہے، اور اِس کا دوسرا جواب یہ دیا کہ ان کا امتحان بھی مقصود تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مقصد تو یہ ہے کہ اس کے ہر حکم کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا جائے۔ بیت

المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہو تو کعبہ کو چھوڑ کر ادھر رخ کر لیا جائے۔ اور اگر اسے چھوڑ کر کعبہ کی سمت منہ کرنے کا فرمان صادر ہو تو وہ نماز پڑھتے ہوئے ہی کعبہ کی طرف منہ کر لے اور دل میں کسی قسم کا تردد نہ ہو۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو جبراً ہر ایک کو اسلام کا پابند کر دیتا اور کسی کے لیے مجالِ انکار ہی نہ رہتی۔ لیکن یوں اس لیے نہیں کیا گیا تاکہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے کہ کون اپنے اختیار سے اس دین حق کو قبول کرتا ہے اور کون جان بوجھ کر اعتراض کرتا ہے۔

اس مقام پر یہ جملہ کتنا معنی خیز ہے کہ ان جھگڑوں میں پڑ کر اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے آخری دین، آخری کتاب اور آخری رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ اور دوسرے لوگوں سے نیکی کے میدان میں بازی لے جانے کی سرتوڑ کوشش کرو۔ اہل کتاب کو غیرت دلائی جا رہی ہے کہ عرب کے مشرک اور جاہل لوگ تو دھڑا دھڑ اس دین کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جستجو میں راہِ راست پر تیزی سے قدم بڑھائے چلے جا رہے ہیں اور تم صاحبِ علم و دانش اور اہل کتاب ہو کر فضول بحثوں اور بیکار حجت بازیوں میں اپنی عمریں برباد کر رہے ہو۔ چھوڑو ان لایعنی باتوں کو اور ایمان و عمل کی سیدھی راہ پر چل پڑو۔

یہ دنیا جس کی دلچسپیوں میں تم کھو کر رہ گئے ہو، یہ تمہاری عارضی قیام گاہ ہے، تمہیں ایک دن یہاں سے رخت سفر باندھنا ہے اور اپنے علیم و خبیر رب کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔ اپنی بدعملی اور گمراہی پر اب تم طرح طرح کے خوبصورت پردے ڈال کر لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈال سکتے ہو لیکن اس روز کیا کرو گے جب سب پردے

اٹھا دیئے جائیں گے اور حقیقت بے نقاب ہو جائے گی۔

مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اہل کتاب خود تو احکامِ الٰہیہ سے منہ موڑ چکے ہیں اور اپنی کتابوں سے رشتہ توڑ چکے ہیں لیکن اب وہ یہ بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ تم ہدایت کی راہ پر چلو اس لیے وہ طرح طرح کے شبہات، قسم قسم کے اعتراضات اور گونا گوں وسوسوں سے تمہیں بھی اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ خبردار! ان کے جال میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کے سیدھے دین کی رسی چھوڑ نہ دینا۔ آج بھی گم کردہ راہ لوگ، متاعِ ایمان لوٹنے کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر رہے ہیں، پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا ہے، فتنوں اور سازشوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سیلاب اسلامی اقدار کو بہا لے جانے کے لیے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ کاش ہم قرآنِ حکیم کی اس تنبیہ پر کان دھریں اور ہوشیار ہو جائیں، چور نہیں بلکہ وہ مالک قابل ملامت ہے جو اپنے قیمتی سامان کی حفاظت نہیں کرتا۔ حضرت اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ چند یہود علماء نے جن میں ابن صوریا، کعب بن اسد اور ابن صلونا ان کے اکابر بھی تھے یہ مشورہ کیا کہ آؤ چلیں محمد (ﷺ فداہ امی وابی) کے پاس اور انہیں کسی حیلہ سے اپنے دین سے برگشتہ کریں فانما ھو بشر وہ بشر ہی تو ہے اسے دھوکہ دینا کیا مشکل ہے۔ بڑی سوچ بچار سے ایک منصوبہ تجویز کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ (ﷺ) جانتے ہیں کہ ہم یہود کے احبار (علماء) ہیں اور اگر ہم آپ (ﷺ) کا دین قبول کر لیں تو سب یہودی مسلمان ہو جائیں گے، ہم آپ (ﷺ) کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمارا بعض لوگوں کے ساتھ تنازعہ ہے۔ ہم اس کے تصفیہ کے لیے آپ (ﷺ) کے پاس آئیں گے۔

اگر آپ (ﷺ) نے اس کا فیصلہ ہمارے حق میں کیا تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے ایمان لانے سے سارے یہودی اسلام قبول کر لیں گے۔ بہت ہی خطرناک تھی یہ سازش! انہیں اچھی طرح علم تھا کہ کسی کے اسلام قبول کرنے سے جو مسرت حضور ﷺ کو ہوتی ہے وہ اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ وہ عقل کے اندھے سمجھ رہے تھے کہ بشر ہی تو ہے ہمارے جال میں پھنس جائے گا لیکن حقائق عالم کو بے حجاب دیکھنے والا، اسرار کائنات کے رُخ سے ہر نقاب الٹ دینے والا، دین اسلام کا سچا داعی یہ رشوت کب قبول کر سکتا ہے جس کی فراست نورِ خداوندی سے روشن ہے اس سے ان کی چال کہاں مخفی رہ سکتی ہے۔ فابی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (قرطبی) حضور ﷺ نے صاف انکار کر دیا۔ فنزلت هذه الاية (قرطبی) تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ وہ بیچارے ساری عمر اسی غلط فہمی کا شکار رہے کہ یہ بھی ہماری طرح بشر ہیں اور ان کی نگاہیں مقامِ محمدی ﷺ کو نہ دیکھ سکیں۔ آفتابِ مصطفوی ﷺ کی جلوہ سامانیوں کو نہ پا سکیں۔ آج بھی توحید کی آڑ لے کر شانِ رسالت کی عظمتوں کا انکار کرنے والے بعینہٖ یہی الفاظ دہراتے سُنائی دیتے ہیں۔ اس یہودی ذہنیت کو مسلمان کہلانے والوں نے کیوں اور کیسے قبول کر لیا بڑی حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔

بار بار سمجھانے کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس سزا کے لیے بہت بیتاب ہیں جو ایسے سرکش مجرموں کے لیے مقرر ہے۔ چنانچہ وہ وقت آیا جب مدینہ کی پاک سرزمین سے ان کو جلاوطن کر دیا گیا، کئی قتل کر دیے گئے، باقی جزیہ دینے پر مجبور ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو غیر مسلموں کی خواہشات کی پیروی کرنے سے منع

فرمایا ہے اوران کی سازشوں سے ہوشیار رہنے کا حکم دیا کہ کہیں یہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دیں۔

اب آیئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اپنا حامی اور مدد گار تلاش کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ؀ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ؀

المآئدہ:56,55

تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) ہے اور ایمان والے ہیں جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور (ہر حال میں) وہ بارگاہ الٰہی میں جھکنے والے ہیں ؀ اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے ؀

پہلے دشمنان اسلام سے دوستی اور محبت کرنے سے روکا گیا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ مسلمان کس سے محبت و پیار کریں۔ کسے اپنا ناصر اور مددگار بنائیں۔ فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دُنیا کو دِکھانے کے لیے نہیں بلکہ وھم راکعون یعنی نہایت خشوع و خضوع سے عبادتِ الٰہی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔ رکع بمعنی خشع

کثیرالاستعمال ہے مثلاً ۔

لاتُهِنِ الفقيرعلك ان تركع يوماوالدهرقدرفعه

یعنی کسی فقیر کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ۔ ہوسکتا ہے کہ تو ذلیل ہو جائے اور زمانہ اس کو سربلند کر دے۔

اسی طرح وارکعی مع الراکعین میں بھی رکوع سے عاجزی اور انکساری ہی مراد ہے۔ کیونکہ یہ رکوع جو نماز میں کرتے ہیں وہ پہلی امتوں میں نہیں تھا۔ اِس صورت میں یہ جملہ حال ہوگا۔ اور نماز پڑھنے والے، زکوٰۃ دینے والے اِیماندار ذوالحال ہوں گے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس وقت حالت رکوع میں تھے آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی۔ بعض صاحبان نے اِس آیت مبارکہ سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لفظ ولی سے مراد یہاں متصرف فی الامُور یعنی اِمام اور خلیفہ ہے اور انما حصر کا کلمہ ہے تو آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے امور میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول پاک ﷺ اور وہ مومن ہیں جنہوں نے رکوع کی حالت میں خیرات دی ہو۔ اور یہ کام کیونکہ صرف حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا اس حصر کے پیش نظر صرف آپ ہی خلیفہ ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہُوسکتا۔ لیکن اِن کا یہ استدلال کئی وجوہ سے توجہ کے لائق نہیں۔ ایک تو اس لیے کہ ولی کا معنی یہاں متصرف فی الامُور (خلیفہ اور امام) نہیں بلکہ ناصر اور مددگار ہے۔ کیونکہ بعینہٖ یہی لفظ اس آیت کریمہ میں

مذکور ہے۔ یاایھاالزین آمنوالاتتخذواالیھودوالنصاریٰ اولیاء (اے ایمان والو! یہودونصاریٰ کوولی نہ بناؤ) اور یہ واضح ہے کہ کوئی بھی انہیں خلیفہ نہیں بناتا تھا بلکہ بعض منافق انہیں اپنا ناصرومددگار سمجھتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے بعد والی آیت کریمہ میں بھی ولی بمعنی ناصر ہے۔ تو جس چیز کی نفی ہورہی ہے اسی کا ہی اثبات ہورہا ہے۔ یعنی یہودی وغیرہ تمہارے دوست نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اور مومن تمہارے دوست ہیں۔ دوسری عرض یہ ہے کہ ولایت عامہ اور خلافت کبریٰ اگر صرف ان لوگوں میں ہی محصور ہو جن میں وھم راکعون کی صفت پائی جاتی ہو تو پھر حضرت اِمام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اِمام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ جملہ گیارہ ائمہ اہل بیت کی اِمامت کا اِن صاحبان کو بھی اِنکار کرنا پڑے گا کیونکہ اِن میں سے کسی نے حالت رکوع میں زکوٰۃ نہیں دی۔ اور اِمام صرف وہی ہوسکتا ہے جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دے اس لیے ان کے اپنے قائم کردہ قاعدہ کے مطابق ان حضرات میں سے کوئی بھی اِمام نہیں ہوگا اور شاید اس بات کے لیے تو وہ بھی تیار نہ ہوں۔ تیسری کھلی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ آیت مبارکہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی امامت بلافصل کی دلیل ہوتی تو آنحضرت ﷺ اسے ضرور پیش فرماتے۔ ان وجوہات کے پیش نظر ان صاحبان کا استدلال قابل التفات نہیں۔

نیز روایت بھی توجہ طلب ہے۔ نماز میں سائل کے سوال کی طرف توجہ کرنا، پھر ایک ہاتھ کی انگلی میں جو انگوٹھی ہے اس کو دوسرے ہاتھ سے اتارنا، پھر ہاتھ بڑھا کر سائل کو دینا یہ عمل کثیر اور توجہ الی الغیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شان سے بہت بعید ہے جن کی حالت اِستغراق کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نماز ادا کرتے ہوئے

دنیا و مافیہا بلکہ اپنے جسم تک کی خبر نہ رہتی تھی۔ ایک بار جناب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے جسم کو چیر کر تیر نکالا گیا لیکن نہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو درد ہوا اور نہ تیر نکالنے کا علم ہوا۔ ایسی محویت سے نماز ادا کرنے والے حالت نماز میں کسی غیر کی طرف متوجہ ہوں یہ کیسے ممکن ہے۔

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ وہ انگوٹھی سونے کی تو ہرگز نہ تھی کیونکہ سونا مردوں پر حرام ہے یقیناً چاندی کی ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ اس کا وزن ایک تولہ ہوگا جس کی قیمت اس وقت ایک روپیہ سے بھی کم تھی۔ اگر ایک روپیہ صدقہ کرنے سے خلافت کا حق ثابت ہو جاتا ہے تو جنہوں نے ہزاروں اشرفیاں ایک بار ہی نہیں کئی بار بارگاہِ رسالت ﷺ کی خدمت میں پیش کیں اور جب بھی اسلام کے لیے ضرورت پڑی سونے اور چاندی کے سکوں سے بھری ہوئی جھولیاں قدموں میں لاکر ڈھیر کر دیں ان کی خلافت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے موضوع سے متعلق اس آیت مبارکہ میں یہ بات ہے کہ مسلمانوں کے مددگار کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بلکہ فرمایا ہے "تمہارا مددگار تو صرف اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) ہے اور ایمان والے ہیں" اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے محبوب ﷺ اور ایمان والوں کو بھی شامل فرمایا ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ "اور (یاد رکھو) جس نے مددگار بنایا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ تعالیٰ کے گروہ سے ہیں اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے" یہاں پر اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں

کو اپنا مددگار بناتے ہیں غلبے اور کامیابی کی سند عطا فرما رہا ہے۔ اس لیے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالیشان کی مخالفت کرتے ہوئے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مددگار ماننا شرک ہے" وہ اپنے عقیدہ کی درستگی کا سامان کریں اور مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگانے کی بجائے خود اپنی عاقبت کی فکر کریں۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ اور اپنے نیک بندوں کو دوسروں کی مدد کرنے کی طاقت دے رکھی ہے اسی لیے وہ اپنے بندوں کو فرما رہا ہے کہ "تمہارا مددگار میں، میرا پیارا رسول ﷺ اور میرے ایمان والے بندے ہیں"۔

اس آیت مقدسہ میں گمراہوں کی پیروی سے منع فرمایا جا رہا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ المآئدہ:77

آپ (ﷺ) فرمایئے اے اہل کتاب! نہ حد سے بڑھو اپنے دین میں ناحق اور نہ پیروی کرو اس قوم کی خواہشوں کی جو گمراہ ہو چکی ہے پہلے سے اور گمراہ کر چکے ہیں بہت سے لوگوں کو اور بھٹک چکے ہیں راہِ راست سے ۝

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ دین میں حد سے تجاوز نہ کرو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد گمراہ لوگوں کی سازش سے یہ عقیدہ عیسائیت کے اندر داخل کیا گیا تھا۔

لٰہذا تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ان کے مشرکانہ عقائد سے توبہ کر کے سیدھے راستے پر واپس آ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے جس کو جو مرتبہ عطا فرمایا ہے اس کو اسی مرتبہ پر رکھنا ہی حق اور صراط مستقیم ہے۔ اس میں مجرمانہ حد تک کمی یا زیادتی دونوں گمراہی کا سبب ہیں۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی کرنے کی وجہ سے یہود گمراہ ہوئے اور ان کی شان میں زیادتی کرنے کی وجہ سے عیسائی گمراہ ہوئے اور ایسا ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ کسی عظیم ہستی کو ماننے والے اس کی محبت و عقیدت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں اور حسد کرنے والے اس کی شان میں کمی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فرمایا:

''اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیری وجہ سے دو آدمی ہلاک ہوں گے۔ حد سے زیادہ محبت کرنے والا اور انتہائی بغض رکھنے والا''۔ اور فرمایا: ''اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرے ساتھ محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تیرے ساتھ بغض نہیں رکھے گا مگر منافق''۔ (تفسیر الشعراوی: رواہ الطبرانی فی الاوسط)

احکام قرآن مجید اور جن احکام کی نشاندہی حضور ﷺ نے حدیث پاک میں فرمائی ہے، کی روگردانی سے بچو۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ المآئدہ:92

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور محتاط رہو اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے

رسول (ﷺ) کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے کھول کر (ہمارے احکام کو)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام قرآن مجید میں نازل فرمائے یا جن احکام کی نشاندہی حضور ﷺ نے حدیث پاک میں فرمائی۔ تم ان سب کی نافرمانی سے بچو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا اور ان احکام سے روگردانی کی تو پھر یاد رکھو حضور اکرم ﷺ کا جو فرض تبلیغ تھا وہ تو انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کر دیا ہے اَب تمہارے پاس کسی عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے محبوب کریم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کا حکم فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی گمراہوں کی پیروی سے منع فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوا

وَاِذَاقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ء اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ o المآئدہ:104

اور جب کہا جاتا ہے انہیں کہ آؤ اس کی طرف جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور آؤ (اس کے) رسول (ﷺ) کی طرف تو کہتے ہیں کافی ہے ہمیں جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں (کیا پھر بھی وہ انہی کی پیروی کریں گے) o

کفار کو جب شرک اور بت پرستی سے باز آنے اور قرآن کریم اور رسول کریم

ﷺ کی اطاعت کے لیے دعوت دی جاتی تو کہتے ہمیں تمہاری رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لیے تو وہ راستہ کافی ہے جس پر ہمارے باپ دادا چلا کرتے تھے اور ہم صرف اپنے باپ دادا کی ہی تقلید کریں گے۔ اور جب کوئی خوش نصیب دعوتِ حق کو قبول کرتے ہوئے مسلمان ہو جاتا تو کفار اس پر طعنوں کی بارش برسا دیتے کہ تو نے اپنے باپ دادا کو بے وقوف قرار دیا اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ان کے باپ دادا جاہل اور گمراہ ہوں تو کیا وہ پھر بھی اپنے باپ دادا ہی کی پیروی کریں گے یعنی اگر ان کے باپ دادا اہل علم اور ہدایت یافتہ ہوتے تو ان کی پیروی درست تھی لیکن جب ان کے اسلاف خود گمراہ ہوں تو ان کی پیروی ان کو بھی گمراہی میں لے جائے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کے پاس اپنے کفر پر قائم رہنے کے لیے اپنے باپ دادا کی تقلید کے علاوہ کوئی اور عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی اور کسی نظام کی صداقت کے لیے یہ دلیل ناکافی ہے اور دنیا کا کوئی اہلِ عقل و دانش اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

اس آیت مبارکہ میں جاہل اور گمراہ لوگوں کی تقلید سے منع کیا گیا ہے چاہے وہ گمراہ کسی کے باپ دادا ہی کیوں نہ ہوں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ تقلید تو صرف اہل علم اور ہدایت یافتہ لوگوں کی مناسب ہے چاہے وہ ہدایت یافتہ لوگ کسی بھی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں کیونکہ صحیح عالم اور ہدایت یافتہ وہی ہوگا جس کا قول و فعل قرآن و سُنت کے مطابق ہو تو ان کی تقلید کرنے والا دراصل قرآن و سُنت پر عمل کرتا ہے۔

آئمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے مقلدین اپنے امام کے قول پر اس لیے عمل نہیں کرتے کہ یہ ان کے امام

کا قول ہے بلکہ اس قول پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ ان کا قول قرآن وسُنت کی کسی نہ کسی دلیل پر مبنی ہے۔ اور آئمہ کرام کی خدا خوفی اور نیک نفسی کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے کہا اگر ہمارا کوئی قول کسی صحیح حدیث مبارکہ کے خلاف ہوتو ہمارا قول مسترد کر دو اور حدیث مبارکہ پر عمل کرو وہی ہمارا مذہب ہے۔ نیز ایک عام آدمی کا علم اتنا وسیع نہیں ہوتا کہ وہ قرآن وحدیث سے مسائل کا حل حاصل کر سکے۔ اس لیے کسی ایسے عالم باعمل کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا ہے جو قرآن وحدیث کا عالم ہوتا کہ انسان اس کی تقلید کرتے ہوئے قرآن وسُنت کا منشاء پورا کر سکے۔ الغرض کسی کو اپنا رہبر ومقتدا بنانے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو کہ جس مقصد کے لیے تم اس کو رہبر بنا رہے ہو کیا وہ اس مقصد کا پورا علم رکھتا ہے؟ اور اگر علم رکھتا ہے تو کیا اس کا عمل اپنے علم کے مطابق ہے؟ اگر اس کا علم صحیح اور عمل درست ہے تو اس کی پیروی ذریعہ نجات ہے۔

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن مجید کی طرف آنا کافی نہیں بلکہ صاحب قرآن کریم نبی مکرم ﷺ کی طرف بھی رجوع ضروری ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس ہی قرآن مجید کے ثبوت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

سورۃ الانعام

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

الانعام:50

آپ (ﷺ) فرمایئے ! کہ میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے

پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ خود جان لیتا ہوں
غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں، نہیں پیروی
کرتا میں مگر وحی کی جو بھیجی جاتی ہے میری طرف، آپ (ﷺ)
فرمائیے! کیا (کبھی) برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا، تو کیا
تم غور و فکر نہیں کرتے o

کفار مکہ کے نزدیک زندگی فقط یہی دنیوی زندگی تھی۔ ان کی ساری کدو کاوش اور دوڑ دھوپ کا مدعا دولت، عزت اور وقار کا حصول تھا۔ وہ اسی ادھیڑ بن میں اپنے دن گزارتے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت مند کیسے بن جائیں۔ ان کی راتیں اسی پیچ و تاب کی نذر ہوتیں کہ وہ کس طرح اپنے حریف کی عزت کو خاک میں ملا کر اپنے جاہ و جلال کا پرچم لہرائیں۔ علاوہ ازیں شرفِ انسانی کا کوئی تصور ان کے ذہن میں موجود نہ تھا۔ وہ خود اور ان کے اردگرد بسنے والے انسان جن سے ان کو عمر بھر کا واسطہ پڑا تھا کسی طرح وحشی درندوں سے بہتر نہ تھے۔ بھلا وہ انسان جن کے ہاتھ غریبوں اور مسکینوں کو لوٹتے وقت نہ لرزیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرتے وقت نہ کانپیں، جن کے کان زندہ در گور ہونے والی بچیوں کی جگر دوز آہ و فغاں سن رہے ہوں اور ان کے دل ٹس سے مس نہ ہوں۔ رہزنی اور غارت گری جن کا پیشہ ہو اور جوا بازی اور شراب خوری جن کی تفریح طبع کا سامان ہو۔ بدکاری اور بدمعاشی جن کا روز کا مشغلہ ہو وہ کوئی شریف چیز نہیں ہو سکتے۔ انسان کے متعلق ایسا تصور قائم کرنے میں وہ معذور بھی تھے۔ کیونکہ انسان نام کا جو جانور انہیں اِدھر اُدھر دکھائی دے رہا تھا وہ انہیں لغویات اور خرافات کا مجسمہ تھا۔ اس لیے ان کو یہ بات سمجھانا آسان نہ تھا کہ انسان بھی منصب رسالت پر فائز ہو سکتا

ہے۔ یہ ان کی ذہنیت تھی۔ اور اس سے بلند تر فضا میں پرواز کرنے کی ان کے مرغِ فکر میں ہمت ہی نہ تھی۔ جب رحمت عالمیان ﷺ تشریف فرما ہوئے اور دعوت اسلام کا آغاز کیا تو یہ لوگ نادان بچوں کی طرح اپنے ایمان لانے کے لیے ایسی شرطیں لگانے لگے جس سے ان کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔ کہا کرتے، یہ ہمارے تپتے ہوئے صحرا گلشن و گلزار بنا دیجئے، ان میں ندیاں بہنے لگیں اور چشمے ابلنے لگیں اور سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگیں تو ہم جانیں کہ آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں اور آپ (ﷺ) پر ایمان لانے سے ہمیں فائدہ ہو اور اگر ہماری معاشی بدحالی جوں کی توں ہی رہے تو پھر آپ (ﷺ) کو نبی ماننے سے ہمیں کیا فائدہ؟ اور اگر یہ نہیں کرتے تو اتنا ضرور کیجئے کہ ہمیں بتا دیا کرو کہ اِس سال فلاں جنس کا بھاؤ چڑھ جائے گا تا کہ ہم اس کا ذخیرہ کر لیا کریں اور جب نرخ تیز ہو جائے تو اس کو بیچ کر ہم نفع کمائیں۔ یا ہماری چوری ہو جائے تو چور کا سراغ بتائیں۔ اگر یہ چیزیں بھی آپ (ﷺ) نہیں کرتے تو پھر ہم خواہ مخواہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر کیوں اپنے آپ کو بدنام اور بے آرام کریں۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ کھاتے پیتے بھی ہیں، کاروبار بھی کرتے ہیں، بال بچے دار بھی ہیں، تو وہ کہتے کہ یہ انسان ہیں۔ اور انسان (جس قسم کے اِنسان سے وہ واقف تھے) نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ کفار کی اس بگڑی ہوئی اور پست ذہنیت کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم ﷺ کی زبان پاک سے یہ اعلان کرایا کہ میں اس بات کا مدعی بن کر نہیں آیا کہ میں تمہارے ان ریتلے ٹیلوں کو ہموار کر کے رشک ارم بنا دوں گا، خشک زمینوں میں دریا بہا دوں گا، اور ہر چٹان سے چشمے ابلنے لگیں گے۔ میں تمہاری مادی خواہشات کی تکمیل کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے ملانے آیا ہوں۔

تمہارے ویران دلوں کو بسانے آیا ہوں۔ میں تو تمہارے گلستانِ حیات میں نیکی، تقویٰ، پاکیزگی اور خوش اخلاقی کے سدا بہار پھول کھلانے آیا ہوں۔ مجھے اس لیے تو مبعوث نہیں کیا گیا کہ میں تمہیں چنے اور جو، کھجور اور انگور کے بھاؤ بتاؤں بلکہ مجھے تو اعمالِ حسنہ کی جنس سے تمہیں آشنا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جن کی قدر و قیمت بازارِ محشر میں اتنی زیادہ ہوگی جس کا تم اب تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ افکار کی لطافت، ارادوں کی پختگی اور حوصلوں کی بلندی، اعمال کا حسن، کردار کی رعنائی اور اخلاق کی پاکیزگی، یہ علمی کمالات اور دوسرے معجزات جن کا تم مجھ میں مشاہدہ کر رہے ہو ان سب کے باوجود میں انسان ہوں فرشتہ نہیں۔ فرشتہ تو انسان کامل کی گردراہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمہارے ذہنوں میں انسان کا جو گھٹیا تصور ہے وہ انسان کامل کا نہیں بلکہ بھٹکے ہوئے انسان کا تصور ہے جو نفس اور شیطان کے دام فریب میں گرفتار ہو کر اور مدت دراز تک اس کا گرفتار رہ کر اپنی مسند شرف وعزت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اس لیے تم انسان کو اتنا حقیر نہ جانو۔ اپنی قدر پہچانو، اور اپنے شرفِ خداداد کا احترام کرتے ہوئے شیطان کے جال سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اس آیت کریمہ سے اس شبہ کا ازالہ بھی کر دیا جس میں اکثر ضعیف العقل لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ذرا کسی میں کمال دیکھا جھٹ اس کے خدا ہونے کا یقین کر لیا۔ وہ ذات پاک ﷺ اعلان فرما رہی ہے جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، اور ڈوبا ہوا سورج پھر لوٹ آیا کہ میں خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں، خود بخود جیسے چاہوں ان میں تصرف کروں یا مجھے غیب کا خود بخود علم ہو جاتا ہے اور بغیر اللہ تعالیٰ کے بتلائے اور

سکھائے میں ہر غیب کو جانتا ہوں میرا یہ دعویٰ نہیں۔ میرا اگر دعویٰ ہے تو فقط یہ کہ (ان اتبع الا مایوحیٰ الی جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔) قول اور فعل میں، علم اور عمل میں۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سارے خزانے میرے تصرف میں ہیں اور میں خود مستقلاً ان میں جیسے چاہوں تصرف کر سکتا ہوں۔ یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور نہایت اہم اور بنیادی چیز کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے کہ اسلام کی اشاعت کا انحصار لالچ اور شعبدہ بازی پر نہیں بلکہ معرفت حق اور قبول حق پر ہے۔ یعنی کوئی اس لالچ میں ایمان نہ لائے کہ اسے فلاں جاگیر مل جائے گی۔ زمین میں چھپا ہوا کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فقط وہی ایمان مقبول ہوگا جو حق کو حق سمجھ کر صرف اس لیے کہ وہ حق ہے قبول کیا جائے۔

بعض پریشان حال لوگ اس آیت کریمہ میں غور کیے بغیر اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ حضور فخر موجودات علیہ افضل التحیات والتسلیمات علم میں، اختیار میں، بشری کمزوریوں میں عام انسانوں کی طرح ہیں۔ کاش وہ اس آیت مبارکہ کے ان مختصر الفاظ میں بھی تدبر کرتے۔ قدرت نے پہلے ہی ان کا ازالہ فرما دیا ہے اور بتا دیا کہ تم میں اور میرے محبوب ﷺ میں اتنا فرق ہے جتنا اندھے اور بینا میں ہوتا ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوں اور جو تہ در تہ اندھیروں میں بھٹک رہا ہو کیا برابر ہو سکتے ہیں۔ جس کی چشمِ مازاغ مقامِ دنیٰ پر محو مشاہدہ ہو۔ کیا اس کی ہمسری وہ لوگ کر سکتے ہیں جو دوری کے حجابوں کے پیچھے سر پٹخ رہے ہوں۔

افلا تتفکرون کے الفاظ سے یہ بتایا کہ اس آیت مبارکہ میں جتنا کوئی زیادہ غور وفکر کرے گا اتنی ہی اس کو سمجھ دی جائے گی اور جو غور و تامل نہیں کرے گا وہ محروم رہے گا۔

نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی وحی کی پیروی میں ہے اس لیے امت کے لیے حضور ﷺ کی ہر بات اور ہر عمل کی اطاعت اور پیروی ضروری ہے۔

باطل کی پیروی سے منع کیا جا رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ o الانعام:117

اور (اے سننے والے) اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ تعالیٰ کی راہ سے وہ نہیں پیروی کرتے سوائے گمان کے اور نہیں ہیں وہ مگر محض تخمینے لگاتے ہیں o

باطل نظریات کے علمبردار جو خود نور یقین سے محروم ہیں۔ ان کا سارا دارومدار قیاس و گمان پر ہے۔ ان کے پاس کوئی ٹھوس اور علمی دلیل نہیں۔ اگر تم ان کے بہکانے سے بہک گئے اور قرآن کریم کی ان یقینی براہین و دلائل کو نظر انداز کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے راستہ کو سیدھا قرار دے کر اس کی پیروی کا حکم دیا اور باقی راستوں کی طرف جانے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ o الانعام:153

اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے، یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمہیں جن کا تا کہ تم متقی بن جاؤ o

حضور اکرم ﷺ کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی فرماں برداری ہی وہ اساس محکم ہے جس پر اتحادِ ملت کا ایوان تعمیر ہو سکتا ہے اور جب بھی یہ اساس متزلزل ہو گئی۔ اس کے بعد ملت کے انتشار کو دور کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔ ذرا غور فرمائیے ملت کے وہ بہی خواہ اور خیر اندیش جن کی ساری علمی قوتیں اور عملی کاوشیں سُنت نبوی ﷺ کو مٹانے پر صرف ہو رہی ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ملت کی کتنی بڑی بدخواہی کر رہے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں ہے کہ ہم نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے راستہ کا اتباع کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی پیروی کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o الانعام:155

اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اسے، بابرکت ہے سو پیروی کرو اس کی اور ڈرو (اللہ تعالیٰ سے) تا کہ تم پر رحم کیا

جائے ٥

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآنِ کریم کی پیروی کرو لیکن قرآن مجید میں کچھ آیات ایسی ہیں جن کے معانی واضح نہیں اِن کو آیات متشابہات کہتے ہیں اور اِن پر عمل صرف اور صرف نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔اس لیے ہم آپ ﷺ کی سُنت مطہرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی ان احکامات خداوندی پر عمل کر سکتے ہیں۔

سورۃ الاعراف

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ٥ الاعراف:3

(اَے لوگو!) پیروی کرو جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اور نہ پیروی کرو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی۔ بہت ہی کم تم نصیحت قبول کرتے ہو ٥

الاعراف آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ اس کتاب کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہ رکھیں۔اَب اپنے بندوں کو ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے اپنے رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ سے ان کی طرف جو شریعت، جو احکام نازل کیے ہیں اس کی تعمیل سے سرمو (بال برابر) انحراف نہ کریں اور انہیں چھوڑ کر کسی اور نظامِ قانون کا اِتباع نہ کرنے لگیں۔علماء محققین نے تصریح کی ہے کہ جس طرح احکامِ قرآنی منزل من اللہ ہیں اسی طرح وہ احکام جن کو زبانِ رسالت ﷺ نے بیان کیا ہے وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی رائے نہیں بلکہ وحی الٰہی ہی ہیں یعنی

الکتاب والسنة (القرطبی) ویعم القرآن والسنة لقوله تعالیٰ وماینطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحی (بیضاوی) علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ ان سے مراد کتاب وسُنت دونوں ہیں کیونکہ سُنت نبوی ﷺ بھی منزل من اللہ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ میرا محبوب ﷺ اپنی ذاتی خواہش سے تو بولتا بھی نہیں، جو بذریعہ وحی اسے حکم ملتا ہے وہی اس کی زبان پر آتا ہے۔

''(اے لوگو!) پیروی کرو جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے'' اس سے واضح ہوا کہ قرآن وسُنت کی نصوصِ صریحہ کو چھوڑ کر منکرین حق اور مدعیانِ باطل کی آراء وافکار کی پیروی مسلمان کے لیے کسی طرح بھی روا نہیں۔ آج ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جہاں کہیں ہم احکامِ الٰہی اور ارشادات نبوی ﷺ کو اپنے مفاد اور آسائش کے خلاف پاتے ہیں مصلحت وقت کا بہانہ کر کے قرآن وسُنت پر اپنی اہواء اور آراء کو ترجیح دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی اطاعت وپیروی کے علاوہ باقی سب شیطان کی پیروی ہوگی اور جس نے شیطان کی پیروی کی وہ اپنا انجام سن لے!

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُ وْمًا مَّدْحُوْرًا، لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ o الاعراف:18

فرمایا نکل جا یہاں سے ذلیل (اور) راندہ ہوا جس کسی نے پیروی کی تیری ان سے تو یقیناً میں بھر دوں گا جہنم کو تم سب سے o

آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے جرم میں ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا۔ اور آدم وحوا علیہما السلام کو نعیم جنت سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ لیکن

یہ گل وریحان کی وادی جہاں لطف وسروراور نکہت ونور کی نسیم محوخرام ناز تھی، ایک ایسے راہرو کی آخری منزل نہیں ہوسکتی جس کے ناصبور دل اور سیمابی فطرت کی قسمت میں کانٹوں کو پھول، ریگستانوں کو گلستان اور ظلمت کدوں کو بقعۂ نور بنانا لکھا جاچکا تھا۔ کوثر وسلسبیل کی نرم خیز موجیں اس دل کو نہ بہلاسکیں جس کو اس کے خالق نے طوفان خیز سمندروں کو زیرنگیں کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ اب اس کو گوشۂ عافیت سے نکال کر عمل کے میدان میں لا کھڑا کرنے کی دوصورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ تسبیح وتہلیل کرتے ہوئے فرشتوں کا ایک جلوس ہمراہ ہوتا اور آدم علیہ السلام کی سواری جنت سے روانہ ہوکر اس خاکدانِ ارضی میں اترتی، دوسری وہ صورت تھی جو اختیار کی گئی۔ بظاہر پہلی صورت شانِ آدم علیہ السلام کے زیادہ شایاں معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی مقتضی نہ ہوئی۔ اِس طرح بے شک آپ علیہ السلام ناز ونعمت اور عزت وجاہ کے مظہر بن کر تو ظاہر ہوتے لیکن سوزِ عشق، دردِ فراق، آتشِ شوق، نیازمندی اور نالہ وزاری کے بلند، لطیف اور پاکیزہ جذبات سے آپ علیہ السلام کے دل کی دنیا ناآشنا رہتی اور قرب ورضا کا وہ مقام جو محض عجز وانکساری، گریہ وزاری، دل کی بے چینی اور روح کی بے قراری کے عوض بخشا جاتا ہے وہاں تک آپ کی رسائی نہ ہوتی۔ اس لیے قصد ونیت کے بغیر اس شجر ممنوعہ کو چھو بیٹھے۔ غیرت الٰہی اتنا بھی برداشت نہ کرسکی زیرعتاب لاکر جنت سے نکال دیا۔ نگاہِ کرم کے برگشتہ ہونے سے غم واندوہ کے بادل گھر آئے۔ شوروفغاں کی بجلیاں کڑکنے لگیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ جس نے شجر محبت کی آبیاری کی۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے دل کے سوز وگداز نے اسے زندگی کی حرارت بخشی۔ یہاں تک کہ آپ کی وہ ساری کی ساری

صلاحیتیں بیدار ہو گئیں جن کا خلافت الٰہی کے تخت پر متمکن ہونے سے پہلے بیدار ہونا ضروری تھا۔ فظھر سر الخلافة والمحبة والمحنه والتحقق بمظاھر الجمال والجلال كالتواب والغفور والعفو والقهار والستار (روح البیان) ترجمہ: یوں گریہ پیہم کی برکت سے خلافت کا راز آشکارا ہوا، محبت اور محنت کی حقیقت پر آگاہی حاصل ہوئی، اور جمال وجلالِ خداوندی کے آپ علیہ السلام مظہر بنے، مختلف اسماءِ حسنیٰ تواب، غفار، قہار اور ستار کی جلوہ نمائی ہوئی۔

انبیاء علیہم السلام کی پیروی سے صرف کفار ہی منع کرتے رہے ہیں۔

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝ الاعراف:90

اور کہا رئیسوں نے جو کافر تھے ان کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرنے لگو شعیب (علیہ السلام) کی تو یقیناً تم نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۝

مدین کے رئیسوں نے جب حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ کو اثر انداز ہوتے ہوئے محسوس کیا تو اپنی قوم کو معاشی بدحالی سے خوفزدہ کرنا شروع کر دیا۔ انہیں بتایا کہ اگر تم نے شعیب علیہ السلام کی بات مان لی اور کم تولنا، کم ناپنا وغیرہ ہتھکنڈوں کو استعمال کرنا چھوڑ دیا تو سن لو! یہ دولت وثروت کی فراوانی، تجارت کی گہما گہمی اور معاشی فارغ البالی سب ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ پھر تم ہو گے اور تمہاری فاقہ مستیاں! اس رُوکھے پھیکے تقدس کو پھر بیٹھے چاٹتے رہنا۔ بیمار ذہن کچھ ایسا ہی سوچا کرتا ہے۔ اصولوں کی پابندی میں اسے اپنی ناکامی، راہ راست پر چلنے میں اپنی ہلاکت کے

خدشات اور دین حق پر ایمان لانے میں اسے مہیب خطرات دکھائی دینے لگتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کو ایسے ہی بیمار ذہنوں کے علاج کے لیے مبعوث کیا جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاک چیزوں کو حلال اور ناپاک کو حرام قرار دیا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ ز یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ط فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ o الاعراف: 158,157

(یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول (ﷺ) کی جو نبی امّی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ نبی (ﷺ) حکم دیتا ہے انہیں نیکی کا اور روکتا ہے انہیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا

بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انہیں پس
جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امّی) پر اور تعظیم کی آپ (ﷺ)
کی اور امداد کی آپ (ﷺ) کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا
گیا آپ (ﷺ) کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و
کامران ہیں ہ آپ (ﷺ) فرمایئے اَے لوگو! بے شک میں
اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) ہوں تم سب کی طرف وہ اللہ تعالیٰ
جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی نہیں کوئی معبود
سوائے اس کے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے پس ایمان لاؤ
اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر جو نبی امّی ہے جو خود
ایمان لایا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اس
کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ ہ

اس آیت کریمہ میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصدِ جلیلہ کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کو رسول اور مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث نبی فرمایا گیا۔ حضور ﷺ کو الامی کہنے کی متعدد توجیہات علماء کرام نے بیان کی ہیں:۔ منسوب الام یعنی ھو علی ما ولدته امه لم یکتب ولم یقرء :ام (ماں) کی طرف منسوب کرتے ہوئے امّی کہا، یعنی جیسے نوزائیدہ بچہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اسی طرح حضور ﷺ نے بھی کسی استاد سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اور اس کے باوجود علومِ ظاہری و باطنی سے سینہ مبارک کا لبریز ہونا حضور ﷺ

کا روشن معجزہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ام القریٰ (مکہ) کی طرف نسبت کی وجہ سے اُمّی کہا گیا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ امی امت کی طرف منسوب ہے یعنی حضور ﷺ صاحبِ امت ہیں اور امت کی ''ت'' نسبت کے وقت حذف کر دی گئی۔ جیسے مکہ سے مکّی اور مدینہ سے مدنی میں ت مخذوف ہے۔

''جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں''

اس مقام پر حضرت صدرالافاضل قبلہ مولانا محمد نعیم الدین قدس سرہٗ کا حاشیہ بڑا مفصل ہے۔ اسی کا ایک اقتباس نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

کتب الٰہیہ حضور سید عالم ﷺ کی نعت وصفت سے بھری ہوئی تھیں۔ اہل کتاب ہر زمانہ میں اپنی کتابوں میں تراش خراش کرتے رہے اور ان کی بڑی کوشش رہی کہ حضور ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں نام کا بھی نہ چھوڑیں۔ لیکن ہزاروں تبدیلیاں کرنے کے بعد بھی موجودہ زمانہ کی بائیبل میں حضور ﷺ کی بشارت کا نشان کچھ نہ کچھ باقی رہ ہی گیا۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی لاہور 1931 کی چھپی ہوئی بائیبل میں یوحنا کی انجیل کے باب چودہ کی سولہویں آیت میں ہے۔ ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔'' لفظ مددگار پر حاشیہ ہے۔ اس پر اس کے معنی وکیل یا شفیع لکھے ہیں۔ تو اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو شفیع ہو اور ابد تک رہے یعنی اس کا دین کبھی منسوخ نہ ہو بجز سید عالم ﷺ کے کون ہے؟ پھر انتیسویں تیسویں آیت میں ہے۔ ''اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں''۔ کیسی

صاف بشارت ہے اور مسیح علیہ السلام نے اپنی امت کو حضور ﷺ کی ولادت کا کیسا منظر بتایا اور شوق دلایا ہے۔ اور دنیا کا سردار خاص سید عالم کا ترجمہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے باب سولہ کی ساتویں آیت ہے۔ ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا''۔ اس کی تیرھویں آیت ہے۔ ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دیکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا''۔ اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا کہ سید عالم ﷺ کی آمد پر دین کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔ (خزائن العرفان)

لفظ ''اصر'' دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اصر بمعنی بوجھ اور اصر بمعنی عہد یہاں دونوں معنی ملحوظ ہیں یعنی اعمال شدیدہ کا جو عہد بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے وہ اس سے آزاد کر دیے گئے۔ اِن کی شریعت کے چند احکام یہ تھے کہ اگر کسی کپڑے پر پیشاب وغیرہ گر جائے تو اس حصہ کو کاٹ دینا پڑتا تھا۔ ایامِ حیض میں عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا تک ممنوع تھا۔ مالِ غنیمت کا اِستعمال جائز نہ تھا بلکہ اس کو ایک جگہ جمع کر کے نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔

اغلال جمع ہے اور اس کا واحد غُلٌّ ہے۔ اس کا معنی ہے زنجیر۔ اس سے مراد بھی شریعت موسوی کے شدید اور سخت احکام ہیں۔ مثلاً یومِ سبت کو ہر دنیاوی کام کی ممانعت تھی۔ اگر کوئی کسی کو قتل کر دیتا تو دیت کی گنجائش نہ تھی بلکہ قاتل کو بطور قصاص قتل کر دینا ضروری تھا۔ اِسی طرح کئی دیگر احکام تھے۔ لیکن رحمت عالمیان ﷺ کی آمد سے ان

تمام میں تخفیف اور نرمی کردی گئی۔ اگر کپڑا پلید ہو جائے تو اس کو پاک کرنے کے لیے دھونا ہی کافی ہے۔ حائضہ عورت سے صرف ہم بستری ممنوع قرار دی گئی اور دوسری پابندیاں ہٹا دی گئیں۔ قاتل سے دیت بھی قبول کرنے کی اجازت دی گئی۔ مالِ غنیمت کا اِستعمال حلال کر دیا گیا۔ کتنی آسانیاں اور نرمیاں کر دی گئیں۔ ہزار ہا ہزار صلوٰۃ وسلام اس طلعت زیبا ﷺ پر جس کی آمد سے گلشن عالم میں بہار آ گئی۔ جس کے ظاہر ہونے سے کائنات میں اجالا ہو گیا۔ توہمات کے قفس ٹوٹ گئے۔ غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں اور انسان کو شرفِ اِنسانیت سے آشنا کر دیا گیا۔

"پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی ﷺ) پر اور تعظیم کی آپ (ﷺ) کی اور امداد کی آپ (ﷺ) کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ (ﷺ) کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں"

اس آیت کریمہ کے آخر میں بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بتا دیا کہ فلاح وسعادت سے صرف وہی سرفراز ہوگا جو میرے مصطفٰی (ﷺ) پر سچے دِل سے ایمان لایا اور اس کی تعظیم وتکریم میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی تائید کے لیے ہر قربانی دینے پر دِل وجان سے راضی ہوا۔ اور اس کے نورتاباں (قرآن حکیم) کے ارشادات پر عمل کرنے کے لیے دل وجان سے آمادہ ہوا۔ یہ آیت مبارکہ شان رحمۃ للعٰلمینی کی آسمانی تفسیر ہے۔ ایمان کے بعد حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم سب سے اہم ہے۔ بلکہ نصرت اور اتباع قرآن کا حق ادا ہی تب ہوسکتا ہے جب دِل میں حضور ﷺ کا ادب واحترام ہو۔

؎ اَدب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اگلی آیت مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ''آپ (ﷺ) فرمائیے اَے لوگو! بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) ہوں تم سب کی طرف''

اس سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے لیے ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے۔ لیکن اب جس مرشد اولین وآخرین، جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اس کی یہ شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اسکے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے پیارے رسول ﷺ کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص وعام، ہر فقیر و امیر، ہر عربی و عجمی، ہر رومی و حبشی کے لیے وہ مرشد بن کر آیا۔ اسی لیے اس بات کا اعلان اس کی زبانِ حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم! میں تم سب کے لیے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لیے خضر راہ بناؤ۔ میری سُنت مطہرہ سے انحراف نہ کرو۔

سورۃ الانفال

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o الانفال:1

دریافت کرتے ہیں آپ (ﷺ) سے غنیمتوں کے متعلق آپ (ﷺ) فرمائیے غنیمتوں کے مالک اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) ہیں۔ پس ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور اصلاح کرو اپنے باہمی معاملات کی اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ)

کی اگر تم ایماندار ہو o

اسلام سے پہلے اہل عرب کسی قانون وضابطہ کے پابند نہ تھے۔ ان کی زندگی کی ساری سرگرمیاں ان کے لاأبالی مزاجوں سے وابستہ تھیں۔ صلح اور جنگ کے رسم ورواج میں عدل وانصاف کے بجائے قوت اور دھاندلی کا دور دورہ تھا۔ اسلام نے یک لخت ان کی اس بے راہ روی کو قانون کا پابند نہیں کر دیا بلکہ آہستہ آہستہ حسب ضرورت احکام نافذ کیے۔ اس طرح وہ قوم جو ابھی چند سال پہلے انانیت اور سرکشی میں ضرب المثل تھی، نظم وضبط کی علمبردار بن گئی۔ بدر کی جنگ کفر واسلام کی پہلی جنگ تھی۔ نئے مسائل جن سے مسلمان پہلے آشنا نہ تھے، کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ اس سورۃ مبارکہ کا آغاز ایک ایسی ہی الجھن اور اس کے حل سے کیا گیا۔ بات یوں ہوئی کہ جب نصرتِ ربانی سے مٹھی بھر نہتے مسلمانوں نے کفار کی عظمت ونخوت کو خاک میں ملا دیا اور ان کا لشکر جرار اپنے ستر سورماؤں کے لاشے اور ستر اسیر اور بہت سا سامان میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگا تو کچھ مسلمان دور تک ان کے تعاقب میں چلے گئے اور بعض مسلمانوں نے آگے بڑھ کر اس سامان پر قبضہ کر لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اسے تقسیم کیسے کیا جائے۔ کیا عرب کے پرانے رسم ورواج کے مطابق کہ جو چیز جس کے ہاتھ لگے وہ لے کر چلتا بنے اور دوسرے منہ تکتے رہ جائیں یا اسلام اس کے متعلق بھی کوئی واضح ہدایت دے کر ہمیشہ کے لیے اس گڑبڑ کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ قرآنِ حکیم نے قُل الانفال للّٰہ والرسُول فرما کر اس ساری آوارگی کو ہی ختم کر دیا کہ میدان جنگ میں ہاتھ آنے والا سازوسامان افراد کی ملکیت ہی نہیں تاکہ وہ اس کی بٹائی میں ایک دوسرے سے جھگڑا شروع کریں بلکہ اس کا مالک تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مقبول

ﷺ ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اپنے مالک کے حکم سے جس طرح چاہے تقسیم فرمادے کسی کو اعتراض کا حق ہی نہیں۔ حضرت ابی امامتہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ یہ آیت انفال کب نازل ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم بدریوں کے حق میں نازل ہوئی جب ہم نے مالِ غنیمت کے بارے میں جھگڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے اختیار سے نکال کر اپنے رسول ﷺ کے حوالہ کر دیا اور حضور ﷺ نے اسے برابر طور پر سب میں تقسیم فرمایا۔

آیت مبارکہ کے اگلے حصہ میں سابقہ حکم کی حکمت کی طرف اشارہ فرمایا کہ مومن کی جنگ محض کلمۂ حق کو سربلند کرنے کے لیے ہونی چاہیے۔ دولت کے لالچ کا یہاں کیا دخل۔ اگر اموال غنیمت کی تقسیم افراد کی تحویل میں دے دی جاتی تو اس سے دو خطرے تھے۔ ایک تو یہ کہ اس طرح حسد و عناد کی ایک ایسی راہ کھل جاتی جس سے مسلمانوں کی جمعیت پارہ پارہ ہو جاتی، دوسرا یہ کہ اخلاص نیت جو مسلمان کے اعمالٰ کی روح رواں ہے ختم ہو کر رہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت پر سخت عذاب

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ الانفال:13

یہ حکم اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول (ﷺ) کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول (ﷺ) کی تو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے ۝

میدان بدر میں جس ذلت ورسوائی کا کفار کو سامنا کرنا پڑا اور جس شکستِ فاش سے سابقہ پیش آیا یہ بلاوجہ نہ تھی بلکہ ان کی مسلسل چودہ پندرہ سالہ اسلام دشمنی کا نتیجہ تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ آپ نے پڑھا کہ "یہ حکم اس لیے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے پیارے حبیب ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ میرے پیارے حبیب ﷺ کی نہیں بلکہ میری مخالفت کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا خبردار! جو میرے پیارے حبیب ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کو میں سخت عذاب دوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ الانفال:17

پس تم نے نہیں قتل کیا انہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا انہیں اور (اے محبوب ﷺ)! نہیں پھینکی آپ (ﷺ) نے (وہ مشت خاک) جب آپ (ﷺ) نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تا کہ احسان فرمائے مومنوں پر اپنی جناب سے بہترین احسان۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے ۝

میدان بدر میں نہتے مسلمانوں کا اپنے سے تین گنا مسلح اور طاقتور لشکر کو یوں تہس نہس کر دینا اور اس کے بڑے بڑے بہادر رئیسوں کو کاٹ کر رکھ دینا محض نصرتِ

خداوندی کا کرشمہ تھا۔ اِس لیے صاف بتا دیا کہ تم اپنی قوت وشجاعت پر نازاں نہ ہو بلکہ اپنے رب قدیر کا احسان سمجھو اور اس کے شکر گزار بنے رہو۔

اس آیت مبارکہ کے ان کلمات میں حضور پرنور ﷺ کے ایک خاص معجزہ کی طرف اشارہ ہے جس کا مشاہدہ دوست دشمن سب نے بدر کے میدان میں کیا۔ حضور ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور کفار کے لشکر کی طرف پھینک دی۔ وہ لشکر جو ایک وسیع رقبہ میں پھیلا ہوا تھا۔ کوئی کھڑا تھا تو کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ کسی کا منہ ادھر تھا تو کسی کی پشت ادھر تھی۔ لیکن ایک بھی کافر ایسا نہ رہا تھا جس کی آنکھوں کو ریت کے ذرات نے بھر نہ دیا ہو۔ سب کی آنکھیں دیکھنے سے معذور ہو گئیں اور وہ کچھ ایسے دہشت زدہ اور حواس باختہ ہوئے کہ اپنے مقتولوں کے لاشے بھی پیچھے چھوڑ کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیارے محبوب ﷺ! جب تم کنکریاں پھینک رہے تھے تو پھینکنے والا ہاتھ تمہارا تھا لیکن قوت وقدرت ہماری تھی جو اس میں کارفرما تھی۔ کتنا ہی پیارا اندازِ بیان ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

آیئے اب پڑھیں اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان کو خطاب !

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ۝ الانفال:20

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اسکے رسول (ﷺ) کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو ۝

اطاعت خداوند کریم اور اطاعت رسول کریم عقائد اسلامیہ اور شریعت بیضاء کا سنگ بنیاد ہے۔ اِس کے بغیر نہ اسلامی عقائد کا پتہ چل سکتا ہے اور نہ شریعت کا۔ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ کے کلمات کتنے معنی خیز ہیں۔ یعنی اتنا تغافل کہ قرآنی آیات سننے کے باوجود بھی اطاعت خداوند کریم اور رسول عظیم ﷺ میں کوتاہی۔ تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو تعلیمات قرآنیہ کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اطاعت رسول کریم ﷺ کے منکر ہیں۔ بلکہ اتباع قرآن پاک کو ترک اطاعت رسول ﷺ کی دلیل بناتے ہیں۔ وہ اپنی روش پر خود ہی نظر ثانی کریں کیا وہ قرآن پاک سے اس کے نازل کرنے والے کی منشا کے خلاف تو استنباط نہیں کر رہے؟ کیا وہ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اتباعِ قرآنِ پاک تب ہی ہو سکتا ہے جب اس کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے اور اطاعت رسول کریم ﷺ کا حکم بھی قرآنِ پاک کا ہی حکم ہے جو ایک بار نہیں سینکڑوں بار دیا گیا ہے۔ کیا وہ قرآنِ پاک کے اس صریح حکم کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو قرآنِ پاک کا متبع کہہ سکتے ہیں ؎

آپ ہی اپنے ذرا طرزِ عمل کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سُنت نبوی ہی تمہاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ !

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ الانفال:24

اَے ایمان والو! لبیک کہو اللہ تعالیٰ اور (اسکے) رسول (ﷺ) کی پکار پر جب وہ رسول (ﷺ) بلائے تمہیں اس امر کی طرف

جو زندہ کرتا ہے تمہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کا حکم) حائل
ہو جاتا ہے انسان اور اسکے دل (کے ارادوں) کے درمیان بیشک
اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے o

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا مکرر حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بھی بیان فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا محبوب رسول ﷺ جس چیز کی طرف تمہیں دعوت دے رہا ہے وہ تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور تمہاری جاں بلب روحوں کو تازگی و نشاط عطا فرمانے والی ہے۔ اذادعاکم کا فاعل حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ لما میں لام بمعنی الیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی روشن اور سچی کتاب تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ سُنت نبوی ہی تمہاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی پیروی میں تمہاری بقاء و دوام کا راز مضمر ہے۔ لیکن ملت کے چند بہی خواہ ہمیں یہ کہہ کر سُنت رسول ﷺ سے برگشتہ کر رہے ہیں کہ اطاعت رسول ﷺ ہی وہ زنجیر ہے۔ جس نے امت کے ہاتھ پاؤں کو مقید کر رکھا ہے۔ یہی وہ افیون ہے جس نے اس کے قوائے فکر کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور یہی وہ اغلال و سلاسل (غلامی اور قید کی زنجیریں) ہیں جن کے توڑنے کا ہمیں حکم ملا تھا لیکن عجمی سازشیوں (یعنی محدثین کرام) کے فریب میں آ کر ان کے ٹوٹے ہوئے حلقوں کو ہم نے مژگانِ عقیدت سے چن کر پھر اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ سُنت نبوی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اور قرآنِ کریم کا فرمان قابل تسلیم ہے۔ یا ان بہی خواہان امت کا جو اپنے عہد کے بدترین اور کامل ترین حاکم پرست ہونے کے باوجود ان مردان احرار کو حکومتِ وقت کے نمک خوار کہتے ہوئے نہیں شرماتے جن کے نعرہ ہائے حق سے بارہا ظلم و استبداد کے ایوانوں

کی بنیادیں لرز اٹھی تھیں۔صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں۔ فان طاعة الرسول فی کل امر یحی القلب وعصیانه یمیته یعنی ہر بات میں سُنت نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے۔اور اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس طوفان خیز دور میں اپنے چراغِ ایمان کو روشن رکھ سکیں اور اطاعت حبیب خدا ﷺ سے اپنے مردہ دلوں کو زندہ کرسکیں۔آمین ثم آمین

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ابی سعید بن المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے یاد فرمایا۔نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اَے حبیب الٰہ ﷺ !جب حضور ﷺ نے اس غلام کو یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا۔اب فارغ ہو کر حاضرِ بارگاہ ہو گیا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا اَے ابا سعید ! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا استجیبوا للّٰه وللرسول اذا دعاكم لما یحییكم۔ جس وقت تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بلائے فوراً حاضر ہو جاؤ۔فقہاء کرام نے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور ﷺ اسے بلائیں تو وہ حاضر خدمت ہو جائے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔اجابة الرّسول لایقطع الصلوٰة (مظہری)

یہاں ایک نکتہ اور بھی غور طلب ہے۔قاعدہ کے مطابق یہاں تثنیہ کا صیغہ دَعَوَا ہونا چاہیے تھا، کیونکہ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ دونوں ہیں اور دو کے لیے تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے۔یہاں واحد کا صیغہ دَعَا کا ذکر کر کے اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی دعوت

الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی دعوت ہے اس لیے یہاں تثنیہ کی ضرورت نہیں واحد کا صیغہ ہی کافی بلکہ مناسب ہے۔ گویا رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہنا اللہ عزوجل کا حکم ہے۔

''اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کا حکم) حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل (کے ارادوں) کے درمیان'' انسان کتنا ہی دانشمند اور طاقتور کیوں نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے ارادے میں حائل ہو جائے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ دل کی قلمرو میں اسی کی حکمرانی ہے۔ وہ چاہے تو نورِ عرفان سے اسے درخشاں کر دے اور چاہے تو ہدایت کے سب چراغ بجھ جائیں اور گھپ اندھیرا ہو جائے۔ اِسی لیے حضور نبی کریم ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ: اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ : اے دلوں کے پھیرنے والے میرے خدا! ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔

گویا رسول اللہ ﷺ کی پکار پر لبیک کہنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جس نے حضور ﷺ کے احکام کو نہ مانا یا ہلکا جانا وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و خوار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) سے خیانت نہ کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ !

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ الانفال:27

اے ایمان والو! نہ خیانت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کا مطلب حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ لاتخونوا اللّٰہ بترک فرائضہ والرسول بترک سنتہ یعنی فرائض کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور سُنت سے سرتابی کر کے اس کے رسول ﷺ سے خیانت نہ کرو۔ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اعلموا ان دین اللّٰہ امانۃ فادّوا الی اللّٰہ ماائتمنکم علیہ من فرائضہ وحدودہ: خوب سمجھ لو! اللہ تعالیٰ کا دین امانت ہے۔ اس کے فرائض کی ادائیگی اور حدود کی پابندی کا تمہیں امین بنایا گیا ہے۔ پس امانت میں خیانت نہ کرو۔ (مظہری) اسی طرح مسلمانوں کے راز دشمن تک پہنچانا، حکومت کے سربراہوں، اعلیٰ افسروں اور ملازموں کا اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، ملک کے صنعت کاروں اور تاجروں کا ملکی صنعت اور کاروبار میں دیانتداری کو نظر انداز کر دینا حقیقت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے ساتھ خیانت کرنے میں داخل ہے۔

غور فرمائیے کتنے پرجلال انداز میں فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے اور ارباب اقتدار کو متنبہ کیا جارہا ہے۔ یعنی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور امانتوں میں خیانت معمولی بات نہیں جسے نظر انداز کر دیا جائے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ کے ساتھ خیانت ہے۔ خیانت کا یہ جرم بھی ازحد سنگین ہے۔ اس پر مرتب ہونے والے نتائج بھی ملک اور قوم کے لیے تباہ کن ہیں اس لیے اس پر جو سزا ملے گی اس کی شدت اور سختی کا تم خود اندازہ کر لو۔

گویا اللہ تعالیٰ نے ترک فرائض کے ساتھ ترک سُنت مطہرہ سے بھی سخت منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کا نتیجہ کیا ہوگا ؟

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ
رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الانفال:46

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول (ﷺ) کی اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمہاری ہوا اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۝

قرآن حکیم تو واضح طور پر ارشاد فرما رہا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا رُعب دشمن کے دل پر چھایا رہے، تمہاری ہوا بندھی رہے، اور تمہارے اتحاد و اتفاق کی بنیاد متزلزل نہ ہو تو اطاعت رسول ﷺ کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یہی ایک سپر چیز ہے جس پر تم اَہواء واغراض کے تیروں کو سہار سکتے ہو۔ اور ہمارے عصر حاضر کے ماہرین قرآن ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ انتشار و افتراق کی یہ وبا جو اسلامی کیمپ میں قیامت ڈھا رہی ہے یہ سُنت رسول ﷺ سے سرتابی کا نتیجہ نہیں جس میں عملی طور پر امت کا اکثر حصہ مبتلا ہے بلکہ اتباعِ سُنت کی شامت ہے۔ اب خدا کے یہ سادہ دل بندے کیا کریں۔ قرآنِ پاک کی صاف اور کھلی ہوئی بات مانیں یا معارفِ قرآنی کے ان شارحین کی نکتہ آفرینیوں کو تسلیم کریں؟

''اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اس آیت مبارکہ میں جو ارشادات فرمائے گئے ہیں ان پر کاربند ہونا آسان کام نہیں۔ قدم قدم پر شیطان نے جال بچھا رکھے ہیں۔ صبر کے بغیر اس پر خار وادی کو طے کرنا ناممکن ہے اس لیے صبر و استقامت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ آخر میں بتایا کہ اللہ

تعالیٰ کی معیت اور نصرت فقط انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو مشکلات اور مصائب کا بڑی مردانگی سے مقابلہ کررہے ہوتے ہیں۔

گویا امت مسلمہ اگر اسی ایک حکم پر عمل پیرا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں فرمایا ہے تو دنیا اور آخرت کی سب کامیابیاں اور کامرانیاں اس کے قدم چومیں گیں۔ ورنہ موجودہ صورتحال پر تو ساری دنیا ہی ہم پر ہنس رہی ہے۔

سورۃ التوبہ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ التوبہ:1

یہ قطع تعلق (کا اعلان) ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا مشرکوں میں سے ٥

جیسے پہلے کئی بار مذکور ہوا کہ حضور ﷺ نے عرب کے تمام قبائل کے ساتھ امن اور دوستی کے معاہدے کیے لیکن مسلمانوں کی ظاہری کمزوری کے پیش نظر وہ ان معاہدوں کا احترام شاذ ونادر ہی ملحوظ رکھا کرتے اور جب کبھی انہیں موقع ملتا مسلمانوں کو زک پہنچانے سے گریز نہ کرتے۔ اب جبکہ حضور ﷺ تبوک کے سفر پر روانہ ہوئے جو مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل دور تھا اور قیصر کی فوج سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ تھا تو شرک وکفر کے پرستاروں کے ہاں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ انہیں یقین تھا کہ قیصر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دے گا اور اب مسلمان ان کی عہد شکنی کے متعلق ان سے باز پرس نہیں کرسکیں گے۔ اس لیے طرح طرح کی جھوٹی افواہیں پھیلانے لگے اور ہر ممکن

ذریعہ سے عہد شکنی کرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضور ﷺ اپنے غلاموں کے ہمراہ مظفر و منصور واپس تشریف لائے۔ اب فیصلہ طلب امر یہ تھا کہ کیا ان مارہائے آستین کو کھلی چھٹی ملی رہے کہ جس وقت موقع دیکھیں اسلامی دین اور اسلامی ریاست کو ڈستے رہیں۔ جب کبھی مسلمان کسی بیرونی دشمن کی طرف متوجہ ہوں تو پیٹھ میں خنجر پیوست کردیں۔ اس لیے تبوک سے واپسی کے بعد جب ذیقعد 9 ہجری میں مسلمانوں کا قافلہ سفر حج پر روانہ ہو چکا تو یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں۔ دوستی کے لباس میں اسلامی انقلاب کو زک پہنچانے کی انہیں اجازت نہیں دی جائے گی۔ حضور کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کو روانہ فرمایا کہ حج کے دن یہ اعلان کردیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قافلہ سمیت مکہ مکرمہ کی طرف جارہے تھے کے اونٹنی کے بلبلانے کی آواز کان میں آئی۔ فوراً پہچان گئے اور فرمانے لگے ھذا رغاء ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم یہ تو میرے رسول مکرم ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے۔ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ قریب پہنچے تو پوچھا امیر او مامور؟ کیا آپ کو امیر بنا کر بھیجا گیا ہے یا مامور بنا کر۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ امیر الحج آپ ہی ہیں میں تو مامور بن کر آیا ہوں اور یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں ہی نمازیں ادا کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایات کے مطابق ارکانِ حج ادا کرتے مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور دسویں ذی الحجہ کو جمرہ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا اَے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے رسولِ کریم ﷺ کا پیغامبر بن کے آیا ہوں اور اس

سورۃ مبارکہ کی ابتدائی تیس یا چالیس آیات مقدسہ تلاوت فرمائیں۔ اور اس کے بعد کہا کہ مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ تمہیں یہ حکم بھی سنا دوں:

1۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کعبہ کو نہ آئے۔

2۔ کوئی برہنہ ہو کر طواف نہ کرے۔

3۔ اہل ایمان کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔

4۔ اور جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے اگر اس نے عہد شکنی میں پہل نہ کی تو اس کا عہد پورا کیا جائیگا اور جس کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں اسے چار ماہ کی مہلت ہے۔

اس اعلان پر مخالفین کی طرف سے جو ردعمل ہوا وہ اس بات کا شاہد عادل ہے کہ یہ قطع تعلقات مناسب بلکہ ضروری تھا اور اس میں ذرا سا تساہل اپنے آپ کو فریب دینا تھا۔ (رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) انہوں نے کہا اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے چچا کے بیٹے (یعنی رسول مکرم ﷺ) کو بتا دینا کہ ہم نے معاہدوں کو پس پشت پھینک دیا ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان ایک دوسرے کو نیزوں اور تلواروں سے گھائل کرنے کے سوا کوئی دوسرا معاہدہ نہیں۔

ہمارے موضوع سے متعلق یہاں جو بات ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے "یہ قطع تعلق (کا اعلان) ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے" اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو یہ نہیں فرمایا کہ آپ (ﷺ) اپنی طرف سے یہ قطع تعلق کا اعلان کر دیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے پیارے حبیب (ﷺ) یہ قطع تعلق کا اعلان صرف آپ (ﷺ) کی طرف سے نہیں بلکہ آپ (ﷺ) کے ساتھ میں رب العلمین بھی ان سے قطع تعلق کرتا ہوں۔ یعنی جس سے آپ

(ﷺ) کا تعلق ختم ہوا اس کا میرے ساتھ کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے پیغام سے منہ موڑنے والوں کو وارننگ !

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ التوبہ: 3

اور اعلان عام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے سب لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول (ﷺ) بھی۔ اب بھی اگر تم تائب ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے اور اگر تم منہ پھیرے رہو تو خوب جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور خوش خبری سنا دو کافروں کو دردناک عذاب کی ۝

قارئین کرام! پیچھے آپ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 1 میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے قطع تعلق کا اعلان پڑھ چکے ہیں۔ اس آیت مقدسہ میں بھی اسی طرح دوبارہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ ''اور اعلان عام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے'' اور یہاں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے'' کہ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول (ﷺ) بھی۔'' نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے براءۃ کا اعلان کیا کہ میں ان کا خالق و مالک ہونے کے باوجود بری الذمہ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ میرا پیارا رسول مکرم (ﷺ) بھی ان سے بری الذمہ ہو گیا۔ وہ

شیطان کے چیلے ہیں میرے بندے نہیں۔ اِس وارننگ کے بعد پھر فرمایا جارہا ہے کہ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اپنی کارستانیوں پر اگر تم نادم ہوکر حاضر ہوجاؤ گے تو تمہیں دھتکار نہیں دیا جائے گا بلکہ آغوش لطف وکرم کو تم اپنے لیے کشادہ پاؤ گے۔ تمہاری گزشتہ نافرمانیوں کو معاف کردیا جائے گا۔ لیکن اگر اب بھی تم شرارتوں سے باز نہ آئے اور بدستور مخالفت پر کمربستہ رہے تو کان کھول کر سن لو تمہاری کوئی تدبیر، کوئی کوشش، کوئی سازش اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو ناکام نہیں بنا سکتی۔ تمہارا انجام دنیا میں بھی بہت ذلت آمیز ہوگا اور آخرت کے دردناک عذاب کا تو تم تصور تک نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک معاہدہ کی اہمیت

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ التوبہ:7

کیونکر ہوسکتا ہے (ان عہد شکن) مشرکوں کے لیے کوئی معاہدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول (ﷺ) کے نزدیک سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے معاہدہ پر تم بھی قائم رہو ان کے لیے بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیزگاروں سے ۝

یہاں پر بھی انہی مشرکین کا ذکر ہے جنہوں نے معاہدہ کرکے توڑنا اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔ یہاں پر کلام میں تعجب اور حیرت کا اظہار کیا جارہا ہے یعنی ان کے دل میں تو دھوکہ اور غدر کے جذبات ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے معاہدوں پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا

ہے۔ساتھ ہی اہل ایمان کو یہ بھی حکم دیا جا رہا ہے کہ مصلحت کے تقاضے کیسے ہی کیوں نہ ہوں، حالات کتنے ہی اشتعال انگیز ہوں، عہد شکنی کا آغاز فرزندان توحید سے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک کفار اپنے عہد پر قائم رہیں تمہیں بھی قائم رہنا چاہیے۔ اگر وہ عہد شکنی کی ابتداء کریں تو پھر تم کو بھی اجازت ہے۔

گویا عہد کو پورا کرنا بھی تقویٰ کے لوازمات سے ہے اور متقین کا شعار ہے۔

غیروں کو اپنا راز دان مت بناؤ۔ ارشادِ باری تعالیٰ سنو!

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o التوبہ:16

کیا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ تمہیں (یونہی) چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تک پہچان نہیں کرائی اللہ تعالیٰ نے ان کی جو جہاد کریں گے تم میں سے اور جنہوں نے نہیں بنایا بغیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) اور مومنوں کے (کسی کو اپنا) محرمِ راز، اور اللہ تعالیٰ خبر دار ہے جو تم کرتے ہو o

جہاد کو گراں سمجھنے والوں اور اس سے جی چرانے والوں کو بطور تنبیہ فرمایا جا رہا ہے کہ کیا تم یہ گمان کر رہے ہو کہ تمہارا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہو گا اور کسی آزمائش سے تمہارے اس دعویٰ ایمان کو پرکھا نہیں جائے گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو تم خود فریبی میں مبتلا ہو۔ خوب کان کھول کر سن لو عمل کی کسوٹی پر تمہارے ظاہر اور باطن کو پرکھا جائے گا۔ جب جہاد کے نقارہ پر چوٹ پڑے گی تو تمہیں سر بکف میدان میں

حاضر ہونا ہوگا۔ اسلام کے مفاد کے لیے اپنے سابقہ تعلقات اور دوستانہ مراسم کو قربان کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ اور اہل اسلام کے ساتھ دلی تعلقات کو استوار کرنا ہوگا۔ گویا غیروں کو اپنے راز بتانے سے امت مسلمہ کو منع فرمایا جارہا ہے۔

منافقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

وَمَامَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآاَنَّهُمْ كَفَرُوْابِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَايَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّاوَهُمْ كُسَالٰى وَلَايُنْفِقُوْنَ اِلَّاوَهُمْ كٰرِهُوْنَo التوبہ:54

اور نہیں منع کیا ہے انہیں کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے اخراجات سوائے اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ اور نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لیے مگر سُست سُست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیںo

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں منافقین کی مالی امداد کو نامنظور کرنے کی وجہ بیان فرمائی ہے۔ یہ اس حال میں خرچ کرتے ہیں کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے خوشی محسوس نہیں کرتے۔

گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کو ایک جیسا ہی بیان فرمایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عطا ہی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے !

وَلَوْاَنَّهُمْ رَضُوْامَآاٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْاحَسْبُنَااللّٰهُ

سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ○

التوبہ:59

اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا انہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) نے اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (ﷺ) ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں ○

مومن کا شیوہ تو یہی ہونا چاہیے کہ بارگاہ الٰہی اور جناب رسالت پناہی ﷺ سے جو نعمت عطا فرمائی جائے اس پر شکر ادا کرے اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اس کے مزید فضل اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی بیش از بیش جود وعطاء کا امید وار رہے۔ مولانا عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور جو ظاہری اور باطنی دولت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور و مطمئن ہو۔

''عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (ﷺ)''

اہل ایمان کے لیے یہی زیبا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے ان کو مالا مال کر دے گا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا سحاب کرم جب برسے گا اور اس کا دست جود وعطاء جب حرکت میں آئے گا تو فقر وافلاس کا نام ونشان تک باقی نہ رہے گا۔ نیز اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام نامی کے ساتھ اس کے حبیب ﷺ کا اسم گرامی ملا دینے سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آج کل بعض صاحبان کہتے سنائی دیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں یہ آیت مقدسہ ہرگز شامل نہ ہوتی۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگنا اور آپ ﷺ کا عطا کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور اللہ تعالیٰ کا عطا کرنا ہے۔ بڑی مشہور حدیث مقدسہ ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے فرمایا خزانے اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ان کا بانٹنے والا میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کی سزا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ○ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ○ التوبہ :63,62

(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تمہارے سامنے تا کہ خوش کریں تمہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایماندار ہیں○ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تو اس کے لیے آتشِ جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے○

ان سے پہلے والی آیت مقدسہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' التوبہ : 61

قیامت تک آنے والے لوگوں کو بتا دیا کہ جس نے میرے حبیب ﷺ کے دلِ رحیم کو ایذاء پہنچائی وہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ اب وہ لوگ جو حضور

ﷺ کے کمالات علمی کا انکار کرتے ہیں اور برے ارادے سے قرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں کہ انہیں کوئی ایسی چیز ہاتھ آجائے جس سے وہ اپنے ناقص اور غلط خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی جہالت ثابت کرسکیں یا کمالات مصطفوی ﷺ کا انکار کرسکیں اور رفعت وتقدس مآب ﷺ کی جناب میں بازاری الفاظ بڑی بے حیائی اور بے باکی سے اپنی تقریروں اور تحریروں میں استعمال کرتے ہیں وہ خود سوچیں کہ ان کا حشر کیا ہوگا۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں ازعرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

آیت نمبر 62 میں بتایا جارہا ہے کہ منافقین کتنے نادان ہیں کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی باطنی اور نیک نیتی کو ثابت کرنے کے لیے آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہیں۔ لیکن ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تو خوش نہیں ہوسکتا اور حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی کے لیے کوشاں رہتے۔ واللّٰہ ورسولہٗ احق کی ترکیب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کا ذکر کردیا جائے تو ہر جگہ شرک نہیں ہوجاتا، جیسے بعض متشدد لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اہل ایمان کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حبیب رسول ﷺ کی خوشنودی ہر عمل میں پیشِ نظر رکھیں۔ نحوی قاعدہ کے مطابق یرضوھما ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرجع اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ دو ہیں اس لیے ضمیر بھی تثنیہ کی ہونی چاہیے تھی۔ واحد کی ضمیر ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا دو الگ الگ نہیں بلکہ

ایک ہی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ راضی اس پر اس کا رسول ﷺ بھی خوش اور جس پر اس کا رسول ﷺ راضی اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی میسر ہے۔

اور آیت نمبر 63 میں خبر دار کیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں سزا کے طور پر ان کا ابدی ٹھکانا دوزخ ہے۔

حضور ﷺ سے منافقین کے مذاق کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ التوبہ:65

اور اگر آپ (ﷺ) دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ (ﷺ) فرمایئے (گستاخو) کیا اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے تم مذاق کیا کرتے تھے؟ ۝

مسلمانوں کا تمسخر اڑانا منافقین کا ایک پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کوئی موقع بھی تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ خصوصاً جب مسلمان اپنی بے سروسامانی کے باوجود قیصر سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تو ان بد باطنوں کو پھبتیاں اڑانے کا زریں موقع مل گیا۔ کوئی کہتا یہ دیکھو! چشم بد دور اب شہنشاہ روم سے جنگ لڑنے چلے ہیں۔ کوئی کہتا ان کے وہاں پہنچنے کی دیر ہے رومی فوجیں ان کی وہ درگت بنائیں گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ دوسرا کہتا یار مزا تو جب ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور اوپر سے کوڑے برس رہے ہوں۔ غرضیکہ جب ان کی نامعقول باتوں کا چرچا

ہوتا تو گربہ مسکین کی طرح حاضر ہوتے اور کہتے یا حضرت (ﷺ)! ہم تو صرف دل لگی کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کم بختو! کیا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں رہا جس کے ساتھ تم دل لگی کر سکو۔ گویا جو لوگ حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سخت سزا دے گا۔

اللہ تعالیٰ رحم کن لوگوں پر فرمائے گا۔ اس فرمان خداوندی میں پڑھیے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ التوبہ: 71 نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے رہتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔ یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ تعالیٰ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے ○

وہ قوم جس نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کیا ان کی خصلتوں کا بیان تو گزر چکا کہ انہیں نیکی سے طبعی ضد ہے اور بُرائی سے طبعی مناسبت۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ان کے دل ڈوب ڈوب جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد انہیں نصیب نہیں۔ لیکن جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور اسلام کو اپنا دین اور نبی پاک ﷺ کو اپنا ہادی اور مرشد تسلیم کیا۔ کیا انہوں نے صرف اپنا لیبل ہی بدلا ہے یا

اِن میں اوراُن میں حقیقی فرق بھی ہے۔ اس آیت کریمہ میں اسی حقیقی فرق اور عظیم انقلاب کی کیفیت بیان کی جارہی ہے جو لاالٰہ الااللہ کہنے سے انسان میں رونما ہوتا ہے۔ فرمایا جوخوش نصیب مرداورعورتیں میرے حبیب ﷺ کی دعوت کوقبول کرتے ہیں ان میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوتا ہے جوان کے ظاہر و باطن کوبدل کررکھ دیتا ہے۔ وہ نیکی کوفروغ دینے کے لیے اپنے سارے وسائل وقف کردیتے ہیں۔ اپنی راحت وآرام کوقربان کردیتے ہیں اورضرورت پڑے تو نیکی کا پرچم بلند رکھنے کے لیے اپنی جان بھی خوشی خوشی نثار کردیتے ہیں اوران کا وجود باطل کے لیے تو ایک چیلنج ہوتا ہے۔ وہ باطل اور برائی کی سروری قبول کرنے سے صاف انکار کردیتے ہیں اور جہاں تک ان کا بس چلتا ہے وہ اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں دریغ نہیں کرتے۔ یہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں اورصرف اسی پر اکتفانہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ہرحکم کی اطاعت کے لیے ہروقت مستعد رہتے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے ورنہ سب واپس منہ پر دے مارا جائے گا۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے یہ آیت مبارکہ پڑھیے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ؕ وَلَقَدْقَالُوْاكَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْابَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْابِمَالَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَانَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْايَكُ

خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ۝ التوبہ: 74

قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پاسکے اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول (ﷺ) نے اپنے فضل وکرم سے سو اگر وہ توبہ کرلیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ۝

منافقین جو دل سے ایمان نہیں لائے تھے بلکہ محض دنیاوی مفاد اور سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے جب وہ الگ بیٹھتے تو اسلام اور رسول اسلام ﷺ کے خلاف گستاخیاں کرتے اور جب بھی ان کا راز فاش ہوتا تو اپنی براءۃ ثابت کرنے کے لیے جھوٹی قسموں کے پل باندھ دیتے کہ واللہ باللہ ہم نے ہرگز یہ بات نہیں کہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان جھوٹی قسموں سے تم خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جو سب رازوں کا جاننے والا ہے۔ تم نے یہ باتیں کہیں اور اظہار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کرلیا۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ جب تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بارہ تیرہ منافقوں نے تہیہ کرلیا کہ

جب رات کو حضور ﷺ سفر کر رہے ہوں اور کسی گھاٹی کے دہانے پر پہنچیں تو دھکا دے کر گرا دیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ تشریف لیے جا رہے تھے۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن یمان اونٹنی کی نکیل پکڑے آگے آگے تھے اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے پیچھے۔ جب اونٹنی ایک گھاٹی کے کنارے پر پہنچی تو بارہ آدمی جنہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے عتاب آلود آواز سے جب انہیں للکارا تو بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ نے حذیفہ و عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے انہیں پہچانا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انہوں نے منہ چھپائے ہوئے تھے۔ ہم تو انہیں پہچان نہ سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ھؤلاء المنافقون الی یوم القیامۃ یہ ازلی بدبخت ہیں قیامت تک یہ منافق ہی رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس مقصد کے لیے آئے تھے کہ مجھے گھاٹی میں گرا دیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ انکے قتل کا حکم کیوں صادر نہیں فرما دیتے۔ حکیم نبی ﷺ نے جواب دیا۔ اس کے متعلق (ابن کثیر) لکھتے ہیں۔

ترجمہ: نہیں۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) ایک قوم کو ساتھ لے کر لوگوں سے لڑتا رہا اب جب غالب آ گیا تو اسی قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ پھر عرض کیا اے اللہ تعالیٰ! انہیں دبیلہ کا تیر مار۔ ہم نے پوچھا یا رسول ﷺ! دبیلہ کیا ہے فرمایا یہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کی رگِ دل پر پڑے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔

"غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول (ﷺ) نے اپنے فضل و کرم سے" ان احسان فراموشوں کو دیکھو کہ قرضوں کے بوجھ تلے دبے جا رہے تھے کھانے تک کو میسر نہ تھا۔ میرا رسول ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوا تو اس کی برکت

سے کاروبار میں برکت ہوئی، کھیتوں میں اناج پیدا ہونے لگا۔ مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ ملتا رہا۔ اب جب مالی حالت اچھی ہوگئی تو بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں جن نوازشات سے مالا مال فرمایا۔ اس کا شکر ادا کرتے الٹا مخالفت پر آمادہ ہیں۔ یہ بعینہٖ اس طرح ہے جس طرح ہم اردو میں کہتے ہیں کہ میرا اس کے سوا اور کیا قصور ہے کہ میں نے اسے مصیبت سے نجات دلائی۔

ہر قسم کی نعمتیں تو اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے جو سب خزانوں کا خالق و مالک حقیقی ہے۔ اس نے اپنے خزانوں کی چابیاں اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کر رکھی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مولیٰ کریم کے عطا کیے ہوئے خزانوں سے جس کو جتنا چاہیں عطا فرمادیں، یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہی ہوگی۔

اور دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول (ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ۔ الحشر: 7

حضور ﷺ کا عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی عطا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے سے ہی حضورِ ﷺ عطا فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے منکر کی بخشش کبھی نہ ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ ۝ التوبہ: 80

آپ (ﷺ) بخشش طلب کریں ان کے لیے یا نہ کریں اگر آپ (ﷺ) بخشش طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔ یہ محض اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول (ﷺ) کا۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو o

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہوئے کہتا ھٰذا رسول اللّٰہ اکرمہ اللّٰہ واعزہ ونصرہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عزت ونصرت عطا فرمائے۔ جب احد کے بعد اس کا نفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ رہا گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ کے دشمن! تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔ دوسرے حاضرین نے بھی اسے ملامت کی۔ چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے نکل کر چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اسے کہا کہ کدھر بھاگے جا رہے ہو۔ حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامن کرم پکڑ لو اور اپنی بخشش اور مغفرت کے لیے عرض کرو۔ اس بدبخت نے کہا ماابالی استغفرلی اولم یستغفر۔ ''وہ میرے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پروا نہیں۔'' یعنی مجھے ان کی دعا کی ضرورت نہیں تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اوپر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق آپ نے

پڑھا۔ ان کی بخشش کیوں نہ ہوگی؟ کیا وہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے؟ کیا وہ زکوٰۃ نہیں دیتے تھے؟ ان سوالوں کا جواب ہے کہ وہ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں حضور ﷺ کی محبت نہیں بلکہ عداوت تھی۔ اور وہ حضور ﷺ سے مغفرت کی دعا کرانے کو شرک سمجھتے تھے۔ اس کی مزید تشریح سورہ المنافقون کی آیت 5 تا 8 میں ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا اے محبوب ﷺ! ان منافقین کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھایئے تا کہ ساری دنیا کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی مخالف کرنے والے کبھی بھی بخشے نہ جائیں گے۔ آیئے اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم پڑھیے!

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ط
اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ o

التوبہ: 84

اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بیشک انہوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے o

منافقین نے جنگ تبوک میں شرکت نہ کر کے جب اپنے آپ کو آشکارا کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا کہ اب آپ ﷺ بھی ان سے پہلی سی نرمی اور رأفت کا برتاؤ نہ کیا کریں بلکہ ان کو ننگا ہونے دیں تا کہ دوسروں کے لیے موجب عبرت ہوں۔ اس لیے اب آئندہ ان کو جہاد میں شرکت سے روک دیا اور اسی سلسلہ میں

ہی یہ حکم فرمایا کہ اب ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھا کیجیے اور نہ ان کی قبر پر تشریف لے جایئے۔ ان کی کفر اور گمراہی نے انہیں اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ رحمت الٰہی ان کی طرف مائل ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس نے التماس کی کہ جب وہ مر جائے تو حضور ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف فرما ہوں۔ پھر اس نے ایک آدمی بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لیے اسے قمیص مرحمت فرمائی جائے۔ حضور ﷺ نے اوپر والی قمیص بھیجی۔ اس نے پھر گزارش کی کہ مجھے وہ قمیص چاہیے جو آپ ﷺ کے جسد اطہر کو چھو رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس بیٹھے تھے، عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ ! آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی پاک قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہ پہنچائے گی، بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف با اسلام کرے گا۔ (کبیر) منافقوں کی بڑی تعداد ہر وقت عبداللہ کے پاس رہتی تھی۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے نبی کریم ﷺ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس رحمت عالمیاں ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ہاں منظوری ناممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالتِ مرگ میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوشش کریں اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس

کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے ﷺ کے حسن خلق سے مشرف با اسلام ہوا۔ (کبیر) جو ڈوب چکا تھا وہ تو ڈوب چکا تھا لیکن ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچالیا۔ جب وہ مر گیا تو اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس کا جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کرآؤ۔ اس نے عرض کی حضور ﷺ خود کرم فرمادیں۔ اس پیکر عفو وعنایت نے نہ نہیں کی، اٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے روانہ ہونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر گزارش کی یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اس دشمن کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیے۔ اس وقت یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کا دامن پکڑلیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنایا۔ ولاتصلِّ علٰی احدٍ۔۔۔۔ الخ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قمیص مبارک کیوں عطا فرمائی۔ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے گرفتار کیے گئے تو ان کی قمیص پھٹ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے انہیں قمیص پہنانا چاہی، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دراز قامت تھے۔ عبداللہ بن ابی کا قد بھی لمبا تھا اس لیے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انہیں پوری نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے چاہا کہ اسکا یہ احسان دنیا میں ہی اتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ تعلیم دی کہ اما السائل فلاتنھرؕ کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لیے حضور ﷺ نے اس کے سوال کو رد نہ کیا۔ اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور ﷺ نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص مبارک کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے اور بڑی برکت کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کے لیے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ لیکن صاحب ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اسکے لیے اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ہاتھ مبارک دعا کے لیے اٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توّابًا رّحیمًا o اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ (ﷺ) کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (ﷺ) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا o النساء :64'' اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت ایمان نصیب فرمائے اور اس دنیا میں بھی اور روز حشر بھی حضور ﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے آمین ثم آمین۔ بجاہِ شفیع المذنبین رحمة لّلعالمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآلہٖ وسلّم۔

اے گروہ منافقین ابھی وقت ہے توبہ کر لو اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے مخلص ہو جاؤ، ورنہ آتش جہنم تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ کلام رب ذوالجلال ہے !

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ
كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ o لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o التوبہ :91,90

اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تا کہ اجازت مل جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک o نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جبکہ وہ مخلص ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے نہیں ہے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے o

پہلے مدینہ میں بسنے والے مخلصین اور منافقین کا ذکر کیا گیا۔ اب اردگرد کے دیہاتیوں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں۔ ان میں کچھ تو سچے ایماندار ہیں ان کا ذکر تو اس رکوع کے آخر میں آئے گا۔ ومن الاعراب من یؤمن الخ اور ان کے علاوہ منافق ہیں، ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جب انہیں جہاد کی دعوت دی گئی تو جھوٹے بہانے بنا کر گھر بیٹھ رہنے کی اجازت طلب کرنے لگے اور دوسری قسم ان منافقوں کی ہے کہ جنہوں نے جہاد کا حکم سنا تو اکڑ کر گھروں میں بیٹھ رہے اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہرداری کے لیے ہی کوئی عذر لنگ پیش کر دیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ اگر ان کے کفر و عناد کی یہی حالت آخر دم تک رہی تو انہیں دردناک

ابدی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ منافقین جھوٹ تو حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بول رہے تھے مگر رب کریم نے فرمایا کہ وہ جھوٹ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بول رہے ہیں۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

یہاں معذّرون باب تفعیل سے ہوگا اور معذّر وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے۔ وھو الّذی یعتذر و لا عذر لہ لیکن اخفش اور فراء وغیرہما علماء لغت ونحو نے کہا ہے کہ معذرون اصل میں معتذرون تھا ت افتعال کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کر دیا اور معذّرون ہو گیا۔ اب اس کا معنی ہوگا صحیح عذر والے (قرطبی) اور ان سے مراد عامر بن طفیل کا قبیلہ ہے جس نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حضور ﷺ کے ہمراہ جہاد پر جائیں گے تو بنی طے کے بدو ہماری بیویوں، بچوں اور مویشیوں پر حملہ کر کے لوٹ لیں گے۔ حضور ﷺ نے ان کی اس صحیح معذرت کو قبول فرمایا۔

جو لوگ حقیقتاً معذور ہیں وہ اگر جہاد میں شریک نہ ہو سکیں تو کوئی حرج نہیں۔ جبکہ وہ مخلص ہوں اور مخلص بھی ایسے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی خلوص رکھیں۔

نصیحت کا معنی ہے اخلاص۔ اسی وجہ سے خالص اور سچی توبہ کو توبۃ النصوح کہتے ہیں۔ اور جب بات خلوص نیت سے کہی جائے تو کہتے ہیں نصح لہ القول۔ حضرت تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا۔ الدّین النصیحۃ قلنا لمن ؟ قال للّٰہ ولکتابہٖ ولرسولہ ولائمۃ

المسلمین و عامتھم (رواہ مسلم)۔ دین نصیحت کو کہتے ہیں۔ہم نے عرض کی کس کے لیے؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، ان کے رسول ﷺ کے لیے، مسلمانوں کے امراء کے لیے اور عام لوگوں کے لیے۔ اور یہاں بھی نصیحت کا معنی اخلاص ہے۔علماء کرام نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نصیحت کا یہ مطلب ہے کہ اس کی توحید اور اس کی صفاتِ کمالیہ پر خالص اعتقاد ہو اور اس کو نقص اور عیب سے پاک جانے۔ اور رسول ﷺ کے لیے نصیحت کا یہ معنی ہے کہ ان کی رسالت کو سچے دل سے مانے، ان کی فرماں برداری کرے، ان کی عزّت و تکریم کرے اور ان سے اور ان کے اہل بیت سے محبت کرے۔ اور مسلمانوں کے اُمراء کے لیے نصیحت سے یہ غرض ہے کہ ان کے خلاف بغاوت نہ کرے، ان کو صحیح مشورہ دے اور اگر ان سے غفلت سرزد ہو تو انہیں متنبہ کر دے۔ اور عوام کو نصیحت کرنے کا مدّعا یہ ہے کہ ان کی صحیح رہنمائی کرے، سب کے لیے دُعائے خیر مانگا کرے اور سب کی خیر خواہی میں کوشاں رہے۔ (قرطبی)

یہاں اگلی آیت مقدسہ کا ترجمہ اور تشریح بھی ایمان کی تازگی کے لیے تحریر کرتا ہوں۔ ارشادِ رب العلمین ہے۔

اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ (ﷺ) کے پاس تاکہ آپ (ﷺ) سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ (ﷺ) نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہارہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ افسوس نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں o

جب غزوۂ تبوک کی تیاری شروع ہوگئی تو وہ غریب و نادار مسلمان جن کے دلوں میں راہِ حق میں جان دینے کے ہزاروں ارمان مچل رہے تھے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! ہم دل و جان سے جہاد کے لیے تیار ہیں لیکن ہم نادار ہیں، اتنی طاقت نہیں کہ سواری کا انتظام کر سکیں، ازراہِ کرم سواری کا انتظام فرما دیجیے تاکہ ہم یہ سعادت حاصل کر سکیں۔ حضور ﷺ نے جب انہیں یہ بتایا کہ بیت المال میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمہاری سواری کا بندوبست کیا جا سکے تو انہیں اتنا صدمہ پہنچا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے۔ اور انہیں اپنی ناداری کا جتنا غم آج ہوا شاید ہی کبھی اتنا ہوا ہو۔ بجائے اس کے کہ وہ دل ہی دل میں خوش ہوتے کہ آج افلاس کام آیا۔ اس گرم موسم میں دور دراز کی مسافت سے جان چھوٹی، الٹا وہ مغموم، دلگیر اور اشکبار ہیں۔ اس حقیقت کو کچھ وہی خوش نصیب سمجھ سکتے ہیں جن کو عشق و محبت کی مینا سے ایک دو جام ملے ہوں۔

قارئین کرام! ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔ ''وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے'' یہاں غور فرمائیں کہ منافقین جھوٹ تو نبی کریم ﷺ کے سامنے بول رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ساتھ بھی منسوب کیا کہ انہوں نے جھوٹ بولا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے۔ یہاں پر منافقین کے اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے تعبیر کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب کی وعید بھی سنادی ہے۔

اور آگے چل کر فرمایا کہ ''جبکہ وہ مخلص ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے نہیں ہے نیکوکاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم

ہے۔'' یہاں پر بھی اہلِ ایمان کے لیے شرط رکھ دی کہ جب وہ میرے ساتھ مخلص ہونے کے ساتھ ساتھ میرے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ بھی مخلص ہوں تو کام بنے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائیں گے، ورنہ اُوپر والا معاملہ ہوگا۔

سورۃ التوبہ کی اس آیت کریمہ میں بھی منافقین کا ہی ذکر ہے۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ التوبہ: 94

وہ بہانے پیش کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی طرف فرمایئے بہانے مت بناؤ ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں پر اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اور اس کا رسول (ﷺ) پھر لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ہر ظاہر کو پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے ۝

جب مسلمان غزوۂ تبوک سے مظفر و منصور ہو کر مدینہ طیّبہ واپس آنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کر دیا کہ جب تم مدینہ طیّبہ پہنچو گے تو منافقین تمہارے پاس آئیں گے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کی کئی تاویلیں پیش کریں گے اور اس طرح تمہیں اپنے ایمان اور اپنے اخلاص کا یقین دلائیں گے لیکن تم انہیں صاف صاف کہہ دینا کہ اس مکر و فریب کو اب رہنے دو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نفاق اور خبث باطن

پر مطلع کر دیا ہے اب ہم تمہاری باتوں میں آنے والے نہیں۔ اور اسکے بعد آیت مبارکہ کے اگلے حصہ میں ارشاد فرمایا کہ انہیں کہنا کہ اب تک جو تم نے کیا اس کی حقیقت کا تو ہمیں علم ہو گیا۔ اب بھی تمہیں اجازت ہے کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے عملوں کو دیکھے گا۔ اگر تمہارے اعمال نے ایماندار اور مخلص ہونے کی تصدیق کر دی تو ہم بھی تسلیم کر لیں گے۔ خوب جان لو اِس چندروزہ زندگی کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور وہ سب کچھ جاننے والا تمہیں تمہارے سب کرتوتوں پر آگاہ کر دے گا۔

اس آیت کریمہ میں فرمانِ الٰہی ہے۔ "اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اور اس کا رسول (ﷺ)۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے رسول ﷺ کو بھی شامل فرمایا ہے۔

نیک عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے، ارشادِ اللہ عزوجل ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ التوبہ:99

"اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قربِ الٰہی اور رسول (ﷺ) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے ہاں ہاں وہ ان

کے لیے باعث قرب ہے۔ضرور داخل فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ
اپنی رحمت میں بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے o

اب ان اعرابیوں کا ذکر ہو رہا ہے جو دل و جان سے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور راہِ خدا میں جو مال خرچ کرتے ہیں اسے تاوان خیال نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور حضور ﷺ کی دعا کا سبب سمجھتے ہیں۔ یعنی جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس یقین سے خرچ کرتے ہیں کہ اس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا اور حضور رحمت عالم ﷺ ہمارے لیے خیر و برکت کی دُعا فرمئیں گے اور حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے انہیں اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کی نعمت حاصل ہوگی۔صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں لانها الغاية القصوی و صلوات الرسول عليه الصلواة والسلام من ذرائعها۔اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بلند ترین مقصد ہے اور حضور رحمت عالم ﷺ کی دعائیں اس کے حصول کا ذریعہ ہیں۔حضرت صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرّہٗ لکھتے ہیں ''یہی فاتحہ کی اصل ہے کہ صدقہ کے ساتھ دعائے مغفرت کی جاتی ہے۔لہٰذا فاتحہ کو بدعت و ناروا بتانا قرآنِ کریم وحدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔'' (خزائن العرفان)

رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ لڑائی قرار دیا۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o ج وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o وَالَّذِيْنَ

اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

التوبہ: 105 تا 107

آپ فرمایئے عمل کرتے رہو پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول (ﷺ) اور مومن اور لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا پس وہ خبردار کرے گا تمہیں اس سے جو تم کیا کرتے تھے ○ اور دوسرے ہیں (جن کا معاملہ) ملتوی کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم (آنے) تک چاہے وہ عذاب دے انہیں اور چاہے توبہ قبول فرمالے ان کی۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے ○ اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے اور کفر کرنے کے لیے اور پھوٹ ڈالنے کے لیے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کے لیے جو لڑتا رہا ہے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اب تک۔ اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں ○

"پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول (ﷺ) اور مومن" علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں اس کی

توضیح اس طرح فرمائی ہے۔ ترجمہ: نیک بندوں کے مخلصانہ عمل کا ایک نور ہوتا ہے جو آسمان کی طرف اپنے صدق و اخلاص کے اندازے کے مطابق بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نورِ الوہیت سے، رسول اللہ ﷺ اسے اپنے نور نبوت سے اور مومنین کاملین اسے اپنے نور ایمان سے دیکھتے ہیں۔

''اور دوسرے ہیں (جن کا معاملہ) ملتوی کر دیا گیا ہے'' ان سے مراد کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ نہ کوئی گفتگو کرے اور نہ انہیں کوئی سلام کا جواب دے۔ آخر پچاس دن کے صبر آزما انتظار کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

بنی خزرج کے ایک آدمی عامر نے حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ اور ترک دنیا کر کے راہب بن گیا تھا۔ اس کی پارسائی کی بڑی شہرت ہوئی اور یثرب کے اکثر باشندے اس کے معتقد ہو گئے۔ جب حضور سرورِ عالم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اسے محسوس ہوا کہ اب لوگوں کی توجہ اس کی طرف سے ہٹتی جا رہی ہے اور اس کے ارادتمند اب اسے چھوڑ کر شمع رسالت ﷺ کے پروانے بنتے جا رہے ہیں۔ اپنی پیری کا چراغ بجھتا دیکھ کر وہ سیخ پا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اسے دعوتِ اسلام دی۔ اس نے پوچھا آپ (ﷺ) کون سا دین لے کر آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ دین ابراہیمی۔ وہ کہنے لگا کہ آپ (ﷺ) نے اس میں بہت سی چیزیں اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش فرمائی لیکن وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ جوش میں آ کر اس کی زبان سے

نکلا ہم میں سے جو جھوٹا ہو خدا اسے اپنے وطن سے دور غربت اور تنہائی میں ہلاک کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آمین۔ غزوۂ بدر میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فتح عظیم عطا فرمائی تو یہ بیتاب ہو گیا اور مکہ میں پہنچ کر اہل مکہ کو انتقام لینے کے لیے خوب اکسایا۔ اور جب ان کا لشکر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا تو یہ ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ میدان احد میں پہنچا تو اس خیال سے کہ جب وہ اپنے پرانے عقیدت مندوں کے سامنے ہوگا تو وہ اس کی طرف دوڑ کر چلے آئیں گے۔ وہ صفوں سے آگے بڑھکر انصار کے قریب آ کھڑا ہوا اور انہیں اپنے ساتھ آ ملنے کی دعوت دی۔ نورِ مصطفےٰ علیہ افضل التحیۃ واجمل الثناء دیکھنے کے بعد اب انصار اس منحوس کی شکل دیکھنا بھی کب گوارا کرتے تھے۔ انہوں نے اسے راہب کی بجائے فاسق کے لقب سے بلایا۔ اور اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ وہ جھلا کر بولا اے محمد (ﷺ) اب جو قوم تیرے ساتھ جنگ کرے گی میں اس کے ساتھ ہوں گا۔ چنانچہ غزوۂ حنین تک کفر اسلام کی جتنی جنگیں ہوئیں یہ کفر کے ساتھ رہا اور ان کا سرغنہ بنا رہا۔ جب ہوازن و ثقیف کے مشہور تیر انداز بھی شکست کھا گئے تو اسے یقین ہو گیا کہ اب جزیرۂ عرب میں کوئی ایسی قوت نہیں جو اسلام سے ٹکر لے سکے۔ قیصر کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے اس خیال سے وہ شام کی طرف روانہ ہوا کہ وہ قیصر کو مسلمانوں کے خلاف اکسائے گا اور اسے ساتھ لے کر مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کر کے ان کی قوت کو ختم کر کے رکھ دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے منافقین کے حوصلے بلند کیے۔ اسی کی انگیخت پر قیصر نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا جس کی وجہ سے تبوک کا سفر پیش آیا۔ شام سے اس نے منافقین کو لکھا کہ وہ ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں جہاں وہ تنہائی میں اسلام کے

خلاف آزادی سے سازشیں کرسکیں اور نیز اس طرح مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے گا اور جب وہ قیصر کے ہمراہ مدینہ طیبہ آئے گا تو اس جگہ کو اپنی قیام گاہ بنائے گا۔ چنانچہ قبا کی بستی میں جو مسجد حضور ﷺ نے تعمیر فرمائی تھی اس کے قریب ہی انہوں نے یہ مسجد بنادی اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی نیک نیتی کا یقین دلانے کے لیے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! قبا کی بستی میں ایک ہی مسجد تھی۔ رات کے اندھیرے میں اور برسات کے موسم میں بوڑھوں، بیماروں اور کمزروں کو وہاں جانے میں بڑی دِقت ہوتی تھی اس لیے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ ازراہِ مہربانی ایک مرتبہ اس میں نماز ادا فرمادیں تاکہ وہ بابرکت ہو جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو تبوک کا سفر درپیش ہے واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دیکھا جائے گا۔ جب حضور ﷺ بخیر وعافیت تبوک سے واپس تشریف لائے اور مدینہ طیبہ کے قریب پہنچ گئے تو پھر منافقین کا ایک وفد اپنی عرضداشت لے کر حاضر ہوا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے پیارے رسول ﷺ کو میرا پیغام دو، چنانچہ یہ آیتیں نازل ہوئیں تو حضور ﷺ نے چند مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر پیوند خاک کر دیں اور اسے آگ لگادیں۔ چنانچہ فرمانِ نبوی ﷺ کی تعمیل کی گئی۔

اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں بلکہ اس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے، اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں اور مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے۔ نیز اس کی ایک ناپاک غرض یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا دشمن ابو عامر آئے تو اسے اپنی قیام گاہ کے طور پر استعمال کرے۔ ایسی عمارت کو ظاہر داری کی وجہ سے گو مسجد کہا جائے

حقیقت میں تو وہ ناپاک اور منحوس مکان ہے جس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینی چاہیے تا کہ اس کا نشان تک بھی باقی نہ رہے۔

آیت مبارکہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے پیارے حبیب ﷺ ان خبیثوں کی قسموں پر اعتبار نہ کریں۔ خدا گواہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و پیروی نہ کرنے سے دل ٹیڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ پڑھیے اللہ تعالیٰ کا لاریب کلام !

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

التوبہ: 117

یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی (ﷺ) پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی (ﷺ) کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بیشک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے ۝

عُسرۃ کہتے ہیں تنگی اور شدت کو۔ ساعۃِ عسرۃ سے مراد غزوۂ تبوک کا زمانہ ہے جبکہ مسلمان طرح طرح کی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر بڑا طویل اور کٹھن تھا۔ قیصر روم کے لشکر جرار سے مقابلہ تھا۔ سواریوں کی از حد قلت تھی۔ یہاں تک کہ دس آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا جس پر باری باری وہ سوار ہوتے

تھے۔ راشن بھی کم تھا۔ ایسا وقت بھی آیا جب دو آدمیوں کو ایک کھجور پر رات دن بسر کرنا پڑا۔ پانی اتنا کمیاب تھا کہ سواری کے اونٹ ذبح کر کے ان کے پیٹ میں جو پانی ہوتا اس سے اپنی پیاس کو بہلایا کرتے۔ ایسے مشکل وقت میں منافقین کو تو جھوٹے بہانے بنا کر گھر بیٹھ رہنا ہی تھا، حالات کی سنگینی کی وجہ سے بعض مخلص مسلمانوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ وہ بھی شریک سفر نہ ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کو مضبوط کر دیا اور ان کے دلوں سے اس شیطانی وسوسہ کو نکال دیا اور محض توفیق الٰہی کی یاوری سے وہ جہاد میں شریک ہوئے۔ انہیں میں سے ایک ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ بھی مخلص مومن ہونے کے باوجود حضور ﷺ کے ہمرکابِ جہاد پر روانہ نہ ہوئے۔ ایک روز جب دوپہر کے وقت گھر آئے اور دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے اپنے اپنے چھپر کے نیچے چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور ٹھنڈے پانی کی صراحیاں رکھی ہوئی ہیں اور لذیذ کھانا تیار ہے تو کچھ سوچ کر دہلیز پر ہی رُک گئے اور اپنے دل سے کہنے لگے صد حیف! اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ تو چلچلاتی دھوپ اور گرم لُو میں سفر کی تکلیفیں برداشت کر رہا ہو اور ابوخیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لیے ٹھنڈی چھاؤں میں پلنگ بچھا ہوا ہو۔ اس کے پینے کے لیے ٹھنڈا پانی اور کھانے کے لیے لذیذ کھانا موجود ہو۔ اور دو خوبرو بیویاں اس کی خدمت گزاری میں مصروف ہوں۔ بخدا یہ انصاف نہیں۔ پھر انہوں نے اپنی بیویوں کو فرمایا کہ ابوخیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب تک اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جا کر نہ ملے وہ اب ٹھنڈے سایہ میں نہیں بیٹھے گا۔ چنانچہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور تبوک کی راہ لی۔ جب وہ کچھ نزدیک پہنچے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! یہ سوار ہماری طرف آتا معلوم ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا

کن ابا خیثمہ۔ یہ ابوخیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوگا۔ جب وہ قریب ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پہچانا تو عرض کی واللّٰہ ھو ابو خیثمہ بخدا یہ تو ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہے۔ انہوں نے حاضرِ خدمت ہوکر اپنا قصہ عرض کیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

سورۃ یونس

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے نتیجہ میں سرزد ہوا کرتا، اِسی لیے تو اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک گواہی دے رہا ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ٥ یونس: 15

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری روشن آیتیں (تو) کہنے لگتے ہیں وہ جو توقع نہیں رکھتے ہم سے ملنے کی کہ لے آیئے (دوسرا) قرآن اس (قرآن) کے علاوہ یا ردوبدل کردیجئے اسی میں۔ فرمایئے مجھے اختیار نہیں کہ ردوبدل کردوں اس میں اپنی مرضی سے میں نہیں پیروی کرتا (کسی چیز کی) بجز اس کے جو وحی کی جاتی ہے میری طرف میں ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں بڑے دن کے عذاب سے ٥

کفار بھی بڑی الٹی کھوپڑی کے لوگ تھے۔ جب حضور رحمت عالم ﷺ

انہیں دعوتِ حق دیتے اور آیات ربانی پڑھ کر سناتے، تو وہ کہتے کہ ٹھیک ہے ہم آپ ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ آپ ﷺ اپنی لائی ہوئی کتاب میں ہماری خاطر چند تبدیلیاں کردیں۔ ایک تو ہمارے بتوں کی جہاں جہاں مذمت کی گئی ہے۔ وہ کتاب سے نکال دیں۔ دوسرا شریعت کے وہ احکام جو ہمارے رسم ورواج کے خلاف ہیں یا ہماری معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں ان کو حذف کردیں۔ بس آپ ﷺ اتنا کردیں۔ ہم سب کے سب آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوجائیں گے۔ وہ نادان نبوت کی عظمت اور شانِ امانت کو کیا جانیں، وہ رسالت کی ان نازک ذمہ داریوں سے بے خبر تھے۔ جن میں بال برابر ردوبدل بھی ناقابل برداشت ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ انسانی کلام کی طرح یہاں بھی ترمیم ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو فرماتا ہے کہ ان عقل کے دشمنوں کو صاف صاف بتادیں کہ تمہاری اس خواہش کو پورا کرنا میرے حیطۂ امکان سے خارج ہے۔ قدرت نے مجھے اپنے کلام کا امین بنایا ہے۔ میں اس میں خیانت کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ میرا فرض تو بس اتنا ہے کہ جو کچھ میرا رب تعالیٰ حکم فرمائے بلاکم وکاست اُسے پہنچادوں۔ تم سرکشی اور نافرمانی کی جرأت کرسکتے ہو مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے قہر وغضب کی جو بجلیاں کوند رہی ہیں تمہاری آنکھیں تو نہ دیکھ سکتی ہوں لیکن میں تو ان سے چشم پوشی نہیں کرسکتا۔ اگر میں تمہیں خوش کرنے کے لیے کلامِ الٰہی میں ذرہ بھر کمی بیشی کروں تو کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ روزِ حشر خداوند ذوالجلال کے عذابِ الیم سے مجھے چھوڑا سکو ؟

سورۃ ھُود

انبیاء علیہم السلام کی اطاعت وپیروی کرنے والوں کو کمتر سمجھنا سردارانِ کُفار کی

بری خصلت تھی۔ خود بھی اجتناب کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے کہ یہ ہمارے جیسا بشر ہی تو ہے۔

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ○ ھُود:27

تو کہنے لگے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح !) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہوں تمہاری بجز ان لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں○

آپ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو توحید کا پیغام سنایا چند سلیم الطبع لوگ فوراً لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضرِ خدمت ہو گئے۔ گویا ان کی پیاسی روحیں مدت سے ابرِ رحمت کی منتظر تھیں۔ لیکن برسر اقتدار طبقہ کو آپ کی دعوت پسند نہ آئی۔ اس لیے انہوں نے ایک ساتھ حضرت نوح علیہ السلام پر بھی اعتراضات شروع کر دیئے۔ اور آپ علیہ السلام کے ماننے والوں پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ آپ علیہ السلام کے بارے میں تو انہوں نے یہ کہا آپ (علیہ السلام) کون ہیں نبوت کا دعویٰ کرنے والے۔ آپ (علیہ السلام) تو ہماری طرح ایک بشر ہیں اور جس قسم کے بشر سے وہ واقف تھے اور جس قسم کی انسانیت کے وہ معزز فرد تھے وہ تو واقعی اس قابل نہ تھا کہ اسے

منصب نبوت ورسالت پر فائز کیا جاتا اور آپ علیہ السلام کے پیروکاروں کو انہوں نے کمینہ اور رذیل ہونے کا طعنہ دیا۔ ان کی نگاہیں ان کے پھٹے ہوئے کپڑوں کے حجاب میں ہی اٹک کر رہ گئیں وہ ان چیتھڑوں میں ملبوس ان کی عظیم روحوں اور حقیقت شناس فراست کا اندازہ نہ لگا سکیں۔ اراذل جمع ہے اَرذُل کی اور اَرذُل کا واحد رَذْلٌ ہے یعنی کمزور اور مفلوک الحال لوگ۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ رای کا معنی ہے آنکھ اور دل سے دیکھنا۔ اعتقاد کو بھی رائے کہا جاتا ہے۔ بَادِیْ کا ماخذ یا بدأ ہوگا یا بدو پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کسی چیز کو دیکھتے ہی اس میں غور وفکر کیے بغیر جو پہلی رائے قائم کر لی جاتی ہے اور دوسری صورت میں اس کا معنی ہوگا ظاہر بینی سے رائے قائم کرنے والے۔ کفار کا مقصد یہ تھا کہ چند بے عقل اور ناسمجھ قسم کے لوگ آپ کے پیروکار بن گئے ہیں جو کسی بات کی تہ تک پہنچ نہیں سکتے اور جو نئی چیز سنی اس کو قبول کر لیا۔

اپنے نبی علیہ السلام کی اطاعت وپیروی نہ کرنے کی وجہ سے قوم عاد برباد ہوئی

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ ھود: 59

اور یہ قوم عاد (کی داستان) ہے انہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی اور پیروی کرتے رہے ہر متکبر منکر حق کے حکم کی ○

یعنی قومِ عاد کی بربادی کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کا برسراقتدار طبقہ تو ویسے ہی سرکش اور متکبر تھا جو کہ حق کو قبول کرنا ہی اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا لیکن اس قوم کے

عوام نے بھی عقل وخرد سے کام لینا چھوڑ دیا تھا انہوں نے بھی حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت پر سنجیدگی سے غور وفکر نہیں کیا تھا وہ بھی لکیر کے فقیر تھے اور اپنے رئیسوں کی چاپلوسی کرتے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملا دیتے۔ دونوں گروہوں، خاص وعام کو غور وفکر کی طویل مہلت دی گئی، لیکن انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ آخر تباہ کر دیئے گئے۔

قارئین کرام! قوم عاد کی تباہی کا سبب آپ نے پڑھا انہیں کیوں تباہ کیا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں علیہم السلام کی نافرمانی کی اور اپنی قوم کے سرکش اور متکبر لوگوں کی پیروی کی۔ ہمارے لیے اِس میں سبق ہے کہ اگر ہم فلاح اور کامیابی چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیارے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت و پیروی کریں اور ان کے ہر ارشادِ گرامی پر عمل کریں۔ اور ہر باطل سے منہ موڑ کر اپنا رشتۂ محبت اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ سے جوڑ لیں۔

سورۃ یوسف

قُلْ هَٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۗ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۖ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

یوسف: 108

آپ (ﷺ) فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف واضح دلیل پر ہوں میں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں اور ہر عیب سے پاک ہے اللہ تعالیٰ اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے ○

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ (ﷺ) ان لوگوں

کو بتا دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہنا ہی میرا مقصدِ حیات ہے۔ میں تمہیں یہ دعوت علی وجه البصیرت دے رہا ہوں۔ میرے پاس اس کی صداقت کے روشن دلائل ہیں اور مجھے اس کی حقانیت پر محکم یقین ہے۔ اور یہی حال ان لوگوں کے ایمان و یقین کا ہے جنہوں نے سچے دل سے میری پیروی اور اطاعت اختیار کر لی ہے۔ هـــذه کا مشارالیہ توحید اور قیامت پر ایمان لانے کی دعوت سبیلی سے مراد سنتی و منهاجی اور بصیرت سے مراد وہ واضح دلائل اور قوی براہین ہیں جن کے بعد کوئی اندھیرا نہیں رہتا۔ مــن اتبعـــنـــی میں قیامت تک اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے لوگ ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا مقام ان سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ من اتبعنی سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں یعنی اصحاب محمد کانوا اعلی احسن طریقة واقصدهداية معدن العلم و کنز الایمان و جندالرحمان یعنی اس سے مراد حضور کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیں انہی کا طریقہ سب سے بہتر اور انہی کی ہدایت سب سے عمدہ تھی وہ علم کی کان، ایمان کا خزانہ اور رحمان کا لشکر تھے۔

گویا حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنے والے ہی سیدھے راستہ والے اور واضح دلیل پر ہیں ہے۔ جس کی گواہی کلام الٰہی دے رہا ہے۔

سورة ابراہیم

اللہ تعالیٰ کے خلیل علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہوا۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ

ج وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ ابراہیم: 36

اے میرے پروردگار! ان بتوں نے تو گمراہ کردیا بہت سے لوگوں کو پس جوکوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بیشک تو غفور رحیم ہے٥

''پس جوکوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی''

کیا ہی پیاری بات ہے جو لب خلیل علیہ السلام کو ہی زیب دیتی ہے کہ جو میرے فرمانبردار ہوں گے۔ وہ تو میرے گروہ میں شامل رہیں گے لیکن جنہوں نے میری نافرمانی کی، تو ان کے لیے یہ نہیں کہا کہ تو ان کو بخش دے بلکہ کہا تو یہ کہا کہ تو غفور رحیم ہے تیرا کام ہی مغفرت کرنا اور رحم کرنا ہے۔ مقصد بھی پورا ہوگیا اور بارگاہِ صمدیت کے آداب کا بھی پوری طرح پاس رہا۔ نیز ازراہِ تادّب من عصاك (جس نے تیری نافرمانی کی) نہیں کہا بلکہ من عصانی (جس نے میری نافرمانی کی) کہا ہے عصیاں سے مراد اگر گناہ ہوں تو بات واضح ہے اور اگر کفر و شرک مراد ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کو ہدایت کی توفیق مرحمت فرما۔ ان کی توبہ قبول کر۔ کیونکہ جس کی موت کفر پر ہو اس کے لیے نہ مغفرت ہے اور نہ اس کے لیے طلب مغفرت کی اجازت ہے۔

سورۃ الحجر

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ٥ الحجر: 42

بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا مگر وہ جو تیری پیروی

کرتے ہیں گمراہوں میں سےo

اطاعت اور پیروی کی روزِ اول سے دو ہی قسمیں ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت جس میں اُس کے پیارے رسُولوں علیہم السلام کی اطاعت اور پیروی شامل ہے۔ دوسری شیطان مردود کی پیروی جس میں اس کے گمراہ ساتھیوں کی پیروی شامل ہے۔

سورۃ الحجر کے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کے وقت جو کچھ ہوا اس کے متعلق اپنے پیارے حبیب ﷺ کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔

اور (اے محبوب ﷺ) یاد فرماؤ جب آپ (ﷺ) کے رب تعالیٰ نے کہا تھا فرشتوں کو میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کھنکھناتی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار کیچڑ تھیo تو جب میں اسے درست فرمادوں اور پھونک دوں اس میں خاص روح اپنی طرف سے تو گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئےo پس سربسجود ہو گئے فرشتے سارے کے سارےo سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہوo اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! کیا وجہ ہے کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہیں دیاo وہ (گستاخ) کہنے لگا کہ میں گوارا نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے بجنے والی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار تھیo اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (اے بے ادب) نکل جا یہاں سے تو مردود ہےo اور بلاشبہ تجھ پر لعنت ہے روز جزا تکo کہنے

لگا اے میرے رب تعالیٰ! پھر مہلت دے مجھے اس دن تک جب
مردے (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے o اللہ تعالیٰ نے فرمایا
بیشک تو مہلت دیئے ہوئے گروہ میں سے ہے o (جنہیں) وقت
مقرر کے دن تک مہلت دی گئی ہے o وہ بولا اے رب تعالیٰ!
اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا میں (برے کاموں کو) ضرور
خوشنما بنا دوں گا ان کے لیے زمین میں اور ضرور گمراہ کروں گا ان
سب کو o سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے چن
لیا گیا ہے o اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے جو میری طرف
آتا ہے o بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا مگر وہ جو
تیری پیروی کرتے ہیں گمراہوں میں سے o اور بے شک جہنم
وعدہ کی جگہ ہے ان سب کے لیے o اس کے سات دروازے ہیں
ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ مخصوص ہے o
الحجر 29 تا 44

قارئین کرام! آپ نے یہ واقعہ جو انسان کی پیدائش کے وقت رونما ہوا تھا پڑھا، میں نے کتاب کا آغاز اسی سے ہی کیا ہے، سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 34 کے حوالے سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن کریم میں کئی جگہ بیان فرمایا کر انسان کو بار بار خبردار کیا ہے کہ شیطان پہلے دن سے تمہارہ دشمن ہے اور اس گستاخ نے تمہیں بھٹکانے کا پہلے دن سے چیلنج کیا ہوا ہے۔ یہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا، اس کی پیروی قطعاً نہ کرنا بلکہ میری بھیجی ہوئی ہدایت کی پیروی کرنا یعنی میرے

پیارے رسولوں علیہم السلام کی اطاعت و پیروی کرنا ورنہ تمہارا بھی ٹھکانہ شیطان مردود کے ساتھ جہنم میں ہوگا اور اسے اپنے ساتھی بنانے کی مہلت دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے ساتھ یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ اب ہمیں چاہیے کہ دیکھیں کیا ہم اپنے رحیم و کریم رب تعالیٰ کے حکم پر چل رہے ہیں یا بھٹکے ہوئے شیطان مردود کی راہ پر۔ جس گستاخ نے یہ کہا تھا۔ ''وہ بولا اے رب تعالیٰ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا میں (برے کاموں کو) ضرور خوشنما بنا دوں گا ان کے لیے زمین میں اور ضرور گمراہ کروں گا ان سب کو o سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں ان میں سے چن لیا گیا ہے o۔'' دیکھئے اس گستاخ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کتنی بڑی بات کہنے کی جسارت کی کہ ''اے رب تعالیٰ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو حکم دیا تھا سب کو کہ ''جب آپ (ﷺ) کے رب تعالیٰ نے کہا تھا فرشتوں کو میں پیدا کرنے والا ہوں بشر کو کھنکھناتی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار کیچڑ تھی o تو جب میں اسے درست فرما دوں اور پھونک دوں اس میں خاص روح اپنی طرف سے تو گر جانا اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے o پس سربسجود ہو گئے فرشتے سارے کے سارے o سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کر دیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو o۔'' اس گستاخ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور الٹا کہنے لگا کہ ''اے رب تعالیٰ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا'' دیکھئے ربِ ذوالجلال کا حکم اس نے نہیں مانا اور پھر خود ہی اس کی وجہ بھی بتا رہا ہے کہ ''وہ (گستاخ) کہنے لگا کہ میں گوارا نہیں کرتا کہ سجدہ کروں اس بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے بجنے والی مٹی سے جو پہلے سیاہ بدبودار تھی o'' شیطان کی اس گستاخی کا بیان دوسری جگہ قرآن کریم میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کس چیز نے روکا تجھے اس سے کہ تو سجدہ کرے
جب میں نے حکم دیا تجھے۔ ابلیس نے کہا (کیونکہ) میں بہتر ہوں
اس سے تو نے پیدا کیا مجھے آگ سے اور تو نے پیدا کیا اسے کیچڑ
سے o الاعراف:12

اس آیت کریمہ کی تفسیر بھی نقل کیے دیتا ہوں جو کہ یقیناً فائدہ مند ہے اور اس مقام پر مزید ایمان کی تازگی کا سبب بنے گی۔

بسا اوقات کسی چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے وقت اس کی ظاہری شکل وصورت کو ہی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اس کے جوہر ذاتی سے قطع نظر کر لی جاتی ہے۔ ابلیس کو فقط یہی یاد رہا کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق خاک سے اور اس کی آگ سے ہوئی ہے اور آگ افضل ہے خاک سے۔ اس لیے افضل کو یہ کب زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے سے کم تر کو سجدہ کرے۔ اس نادان کو یہ سمجھ نہ آئی کہ آدم علیہ السلام کے سر پر تو خلافت ارضی کا تاج ہے۔ اس کا دل وہ آئینہ ہے جس میں آفتاب حقیقت کی کرنیں نور افشاں ہیں۔ نفخت فیہ من روحی (پھونک دوں اس میں خاص روح اپنی طرف سے) کا سر نہاں اس سے اوجھل رہا۔ اسے یہ بھی نہ سوجھی کہ جب نور سجدہ کناں ہے تو نار کو سجدہ کرنے میں تامل کیوں ہو۔ بعض لوگ حضور رحمۃ للعلمین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی ظاہری بشریت میں یوں کھو کر رہ جاتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ ﷺ کی جلوہ سامانیوں کو ان کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب! آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اور یہ بھی شیطان کی سراپا غلط فہمی تھی کہ آگ خاک سے افضل ہے۔ حالانکہ اپنی صفات وخاصیات کے اعتبار سے جو رفعت خاک کو حاصل ہے وہ آگ کو نصیب نہیں۔ متانت ووقار، حلم وصبر خاک کے خواص ہیں۔ اس کے برعکس طیش وتیزی، غرور اورارتفاع آگ کے لوازم ہیں۔ اسی وجہ سے آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو فوراً نادم ہوکر تائب ہوئے اور مقامِ قرب پر فائز ہوئے۔ اور ابلیس سے نافرمانی ہوئی تو وہ اس پر اڑ گیا اور ابدی شقاوت کا شکار ہو گیا۔ اور حکم ہوا نکل جاؤ! ہماری بارگاہِ قربت ورحمت میں صرف ان کے لیے جگہ ہے جو ہمارے ہر حکم کے سامنے سر جھکانے والے ہوں۔ اکڑی ہوئی گردن والوں کا یہاں کیا کام۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لایدخل الجنة احدفی قلبه مثقال ذرة من خردل من کبر (مسلم شریف) یعنی جس کے دل میں رائی کے دانہ جتنا بھی غرور ہوگا اس پر جنت کے دروازے بند ہوں گے۔

یہاں ایک اور گزارش کرتا چلوں جس سے عقیدے کی درستگی بھی مقصود ہے۔ وہ یہ کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے ہی ہم سے سرزد ہوتا ہے یہ بالکل لغو بات ہے، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس طرح نہیں کہتے اور نہ ہی ایسا عقیدہ رکھنا چاہیے۔ بلکہ یہ شیطان اور اس کے ساتھیوں کا شیوہ ہے۔

جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے! ''وہ بولا اے رب تعالیٰ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بھٹکا دیا'' اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے بندے تو عرض گزار ہوتے ہیں کہ جو نیک اور اچھا کام ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو غلط اور برا کام سرزد ہوا وہ ہماری

اور شیطان کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو صاف حکم فرمایا دیا کہ برے کاموں سے بچو اور اچھے کام کرو۔ اس لیے اپنی آخرت اچھی بنانے کے لیے اچھے عقائد رکھنے چاہییں اور برے اور شیطانی عقائد سے توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب کریم ﷺ کا صدقہ ہمارے حال پر رحم وکرم فرمائے اور ہمیں برے عقائد سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

سورۃ النحل

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ النحل:44

(پہلے رسولوں کو بھی ہم نے) روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا اور (اسی طرح) ہم نے نازل کیا آپ (ﷺ) پر یہ ذکر تا کہ آپ (ﷺ) کھول کر بیان کریں لوگوں کے لیے (اس ذکر کو) جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

اس آیت طیبہ سے واضح ہوا کہ ہمارے لیے نبی کریم ﷺ کی سُنّت مطہرہ کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کا صحیح علم اپنے پیارے رسول ﷺ کو عطا فرمایا اور اس کے معانی ومطالب کے بیان، اس کے اجمال کی تفصیل، اور اوامر ونواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم ﷺ کو تفویض کیا اس لیے قرآنِ کریم کی جو تفسیر وتشریح حضور ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم وخرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت مقدسہ کی

ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالتمآب ﷺ کے خلاف ہو۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ فالرسول صلّی اللّٰہ علیہ وسلم مبین عن اللّٰہ عزّوجل مراده مِمّا اجمله فی کتابه من احکام الصلوۃ والزکٰوۃ وغیر ذلك ممالم یفصّله۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کھول کر بیان کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی اس مراد کو اور ان احکام کو جن کا ذکر کتاب (قرآن کریم) میں اجمالاً ہے، نماز اور زکوٰۃ اور اس کے علاوہ بھی۔

سورۃ بنی اسرائیل

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ بنی اسرائیل:63

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! جا چلا جا (جو مرضی ہو کر) سو جو تیری پیروی کریگا ان سے تو بے شک جہنم ہی تم سب کی پوری پوری سزا ہے ۝

جیسا کہ اِس سے پہلے سورۃ الحجر کی آیت نمبر 42 کے ضمن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جو کچھ ہوا اس کو نقل کیا ہے۔ یہاں پر پھر جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے بار بار یہ فرمایا ہوا ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور اس نے اپنے ساتھی بنانے کا اذن بھی لے رکھا ہے جو اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

اس آیت مبارکہ میں بارگاہ خداوند تعالیٰ سے شیطان کو لوگوں کو بہکانے کا اذن عام دیا جارہا ہے کہ جا! جو تجھ سے ہو سکے وہ کر گزر! تیرا اور تیرے پیروکاروں کا ٹھکانہ جہنم ہے جہاں تمہیں تمہاری سیاہ کاریوں کی پوری پوری سزا ملے گی۔

یہاں پر اس سے اگلی آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح بھی نقل کیے دیتا ہوں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اور گمراہ کرنے کی کوشش کر جن کو تو گمراہ کر سکتا ہے ان میں سے
اپنی آواز (کی فسوں کاری) سے اور دھاوا بول دے ان پر اپنے
گھوڑسواروں اور پیادہ دستوں کے ساتھ اور شریک ہو جا ان
کے مالوں میں اور اولاد میں اور ان سے (جھوٹے) وعدے کرتا
رہ۔ اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان مگر مکر و فریب کا o

بنی اسرائیل:64

اس آیت مبارکہ میں شیطان کو تمام ان وسائل کے اختیار کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے جو کسی کو راہِ حق سے دور کرنے کے لیے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا حربہ صوت (آواز) ہے یعنی اپنی آواز سے اپنے لیکچروں اور مباحثوں سے ان کی دولتِ ایمان کو غارت کرنے کے لیے جو کچھ تو کر سکتا ہے کر گزر۔ دوسرا حربہ اپنے ہر قسم کے حواریوں کو یکجا کر کے اہلِ حق پر یورش کر دے۔ تیسرا حربہ ان کے مالوں یا ان کی اولاد میں شریک ہو جا یعنی محنت شاقہ سے مال وہ کمائیں اور خرچ تیری مرضی کے مطابق کریں۔ اور دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہو کہ یہ مال ان کے نہیں بلکہ تو اس میں ان کا حصہ دار ہے اور تیری مرضی اور اجازت کے بغیر وہ ایک کوڑی بھی کہیں خرچ نہیں کر سکتے ورنہ اپنا مال اس جگہ خرچ کرتے کہ جہاں خرچ کرنے سے انہیں فلاح دارین نصیب ہوتی۔ اسی طرح اولاد پیدا ہو ان کے ہاں لیکن ان کی تربیت اس طرح کی جائے کہ جب وہ جوان ہوں تو گناہوں اور بدکاریوں کے فروغ کا باعث ہوں۔ اولاد جس کو انہوں نے

پالا وہ ان کی اولاد نہیں تا کہ والدین کے حقوق کی بجا آوری ان پر لازم ہو بلکہ تیرے ہر ناروا حکم کی تعمیل ان پر فرض ہے۔ مال واولاد میں شیطان کی شرکت کا یہ مفہوم بھی بتایا گیا ہے کہ شیطان کی وسوسہ اندازی سے حلال وحرام کی تمیز بھی اٹھ جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے مال کمانے میں مصروف ہو جاتے ہیں اس لیے حرام ذرائع سے جو مال کمائیں گے اور ناجائز طریقے سے جو اولاد ہوگی اس میں تو ان کا برابر کا حصہ دار ہوگا۔
چوتھا حربہ جو شیطان کے پاس لوگوں کو گمراہ کرنے کا سب سے زیادہ خطرناک حربہ ہے۔ وہ جھوٹے وعدوں کا ہے وہ حقیقت کو آشکارہ نہیں ہونے دیتا ایسے ایسے گمراہ کن اور نظر فریب اور دلکش لالچوں میں انسان کو مبتلا کر دیتا ہے کہ انسان عمر بھر ان کے پیچھے لگا رہتا ہے اور ساری زندگی گمراہی کی دلدل میں پھنسا رہتا ہے۔

شیطان باطل وجھوٹ کو اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے پیش کرتا ہے کہ وہ حق اور سچ معلوم ہونے لگے۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی کہ شیطان کے وعدے ہرگز قابلِ اعتماد نہیں وہ محض دھوکہ دینے کے لیے اور تمہیں ہدایت کی راہ سے بھٹکانے کے لیے ایسی چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے اس قسم کے کھوکھلے وعدوں کے فریب میں آجانا کسی عقلمند کو زیبا نہیں۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا اور (اے محبوب! ﷺ) کافی ہے تیرا رب تعالیٰ اپنے بندوں کی کارسازی کے لیے○ بنی اسرائیل: 65

یہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ذکر فرما رہا ہے کہ اے شیطان میرے بندوں

پر تیرا کوئی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا وہ تیرے دام فریب میں ہرگز نہیں پھنسیں گے۔ تو جتنے جتن کر سکتا ہے کر دیکھ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے پیارے محبوب ﷺ کا صدقہ ہمیں اپنے بندوں میں شامل فرمائے اور شیطان کے دام فریب سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

سورۃ الکہف

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا o الکہف:28

اور روکے رکھیے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب تعالیٰ کو صبح وشام طلب گار ہیں اس کی رضا کے اور نہ ہٹیں آپ (ﷺ) کی نگاہیں ان سے، کیا آپ (ﷺ) چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت، اور نہ پیروی کیجیے اس (بدنصیب) کی غافل کر دیا ہے ہم نے جس کے دل کو اپنی یاد سے اور وہ اتباع کرتا ہے اپنی خواہش کا اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے o

عینیہ بن حصن الفزاری جو قبیلہ مضر کا سردار تھا اسلام لانے سے پہلے ایک دفعہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ وہاں سلمان فارسی، ابوذر اور دیگر فقرا اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نعمت دیدار حبیب ﷺ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

گرمی کا موسم تھا، پسینے کی بو اونی جبوں سے اٹھ رہی تھی۔ عینیہ کہنے لگا کیا یہ بدبو آپ (ﷺ) کو تنگ نہیں کرتی۔ ہم قبیلہ مضر کے سردار ہیں۔ اگر ہم آپ (ﷺ) کا دین قبول کرلیں تو سب لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لے آئیں گے۔ ہمارا آپ (ﷺ) کے پاس آنے کو جی تو چاہتا ہے لیکن جب ہم آتے ہیں تو غلیظ اور بدبودار کپڑوں والے آپ (ﷺ) کے اردگرد حلقہ بنائے ہوتے ہیں۔ انہیں یہاں سے اُٹھادیں ہم آپ (ﷺ) پر ایمان لانے کو تیار ہیں یا ان کے لیے کسی الگ مجلس کا انتظام کریں۔ تاکہ ان کا تعفن ہمارے دماغوں کو پریشان نہ کرے۔ فوراً جبرئیل امین فرمانِ باری تعالیٰ لے کر نازل ہوگئے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ الخ اللہ تعالیٰ کو ان مغرور اور متکبر لوگوں کی ہم نشینی پسند نہیں۔ آپ (ﷺ) ان کے لیے ان لوگوں کی صحبت ترک نہ کریں جن کی زندگی کا مقصد وحید صرف اپنے رب کریم کی رضا جوئی ہے جو صبح وشام بلکہ ہر لحہ اس کی یاد اور اس کی محبت میں محو رہتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! وہ تیری نگاہِ کرم کے پیاسے ہیں، تیری نظر محبت کے بھوکے ہیں جب تو ان کو ایک مرتبہ شفقت ومحبت بھرے من موہنے انداز سے دیکھ لیتا ہے تو یہ سب رنج وغم بھول جاتے ہیں۔ اے محبوب ﷺ! ایسا نہ ہو کہ تیری نگاہِ عنایت ان سے پھر جائے، ان سے یہ صدمہ برداشت نہ ہوگا۔ لَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ کے اس جملہ سے دلنوازی اور دلربائی کے جو انداز سکھائے جارہے ہیں ان کی کشش کسی درد کے مارے سے پوچھو، وہ تمہیں بتائے گا کہ اس کی خوشیاں اس کی نگاہِ کرم کے ایک گوشہ میں سمٹ کرآ گئی ہیں۔ اسی ایک سہارے پر وہ ہجر کے صدمے اور جدائی کی طویل گھڑیاں خوشی خوشی گزار دیتے ہیں۔

اے دردِ محبت کے بیمارو! مژدہ باد! نگاہِ حبیب ﷺ سے تم محروم نہیں ہوگے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے۔ ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا فائدہ تو ان فقراء کو حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بارگاہِ الٰہی کے عشاق ہیں۔ اور حضور ﷺ انوارِ الٰہی کے لیے آئینہ اور اس کی تجلیات کے لیے عرش اور اس کے اسرار کا معدن اور اس کے انوار کا مشرق ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب حضو ﷺ کے روئے زیبا کو دیکھتے تھے تو انہیں زندگی کا لطف حاصل ہوتا تھا۔ اور جب حضور ﷺ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے تھے تو وہ رنجیدہ خاطر اور پریشان ہو جاتے تھے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور لوگ جو ان فقراء کی صحبت سے مشرف ہوتے ہیں تو اس صحبت کا فائدہ انہیں نصیب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے والے وہ گروہ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں رہتا۔

جو بے خبر لوگ آپ ﷺ کے سامنے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ان غریب و مسکین لوگوں کو اپنی مجلس میں شرفیاب ہونے سے روک دیجیے تا کہ رؤساء اور امراء آپ ﷺ کے پاس بیٹھ سکیں۔ یہ لوگ ایسے نہیں کہ ان کی بات مانی جائے بلکہ ہم نے ان کے دلوں کو اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے۔ یہ عقل سلیم کے تقاضوں سے سراسر غافل ہیں اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ خوب و ناخوب، روا و ناروا، صحیح اور غلط کی تمیز ان میں نہیں۔

اس آیت مقدسہ میں ان لوگوں کی پیروی نہ کرنے کا حکم ہے جو اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں۔ اور ان کی اپنی خواہشات صرف اور صرف شیطان مردود کی وسوسہ اندوزیاں ہیں۔ چونکہ شیطان کے ہو جانے کے باعث ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں اس لیے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہیں ان کی اتباع اور پیروی

نہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور اپنے ان بندوں کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔

اس آیت مقدسہ میں یہ جو حکم باری تعالیٰ ہے کہ " لَاتَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ نہ ہٹیں آپ ﷺ کی نگاہیں ان سے" اس کے بارے لکھا گیا ہے کہ اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیر لیں۔ کیونکہ تعد مخاطب کا صیغہ نہیں بلکہ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اس کا فاعل حضور ﷺ نہیں بلکہ عيناك ہے اور تعد یہاں متعدی مستعمل نہیں بلکہ تنصرف کے معنی میں لازمی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں اور اپنے غلاموں سے دانستہ اور قصداً تو نگاہ نہیں پھیرتے لیکن کہیں بے دھیانی کے عالم میں نگاہیں نہ پھر جائیں۔

"کیا آپ (ﷺ) چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت" اس کی تشریح بھی بہت فائدہ مند ہے جو یہاں نقل کیے دیتا ہوں۔ اس کے متعلق علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ترجمہ:۔ حضور ﷺ نے زینت دنیا کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ارادہ کرنے سے نہی فرما دی۔ یہ جملہ بعینہٖ اسی طرح ہے لئن اشركت یعنی اگر آپ ﷺ شرک کریں گے تو آپ ﷺ کے عمل ضائع ہو جائیں گے حالانکہ شرک کا صدور حضور ﷺ سے محال ہے۔

سورۃ مریم

يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا○ مریم:43

اے میرے باپ بیشک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا اس لیے تو میری پیروی کر میں دکھاؤں گا تجھے سیدھا راستہo

اس آیت مقدسہ میں جدالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ انہوں نے کہا اے میرے باپ میری پیروی کر تا کہ میں تجھے اپنے علم سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے سیدھا راستہ دکھاؤں۔

اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کے بارے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا o مریم:59

پس جانشین بنے ان کے بعد وہ ناخلف جنہوں نے ضائع کیا نمازوں کو اور پیروی کی خواہشات (نفسانی) کی سو وہ دوچار ہوں گے اپنی نافرمانی (کی سزا) سےo

اس آیت مقدسہ سے پہلے ذکر پاک تھا ان انبیاء کرام علیہم السلام کا جو ہر لحظہ جلالِ خداوندی سے ترساں اور لرزاں رہتے اور آنکھیں اشک افشاں رہتیں لیکن ان کے بعد بعض جانشین ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اپنے اسلاف کرام کے طریقہ کو بالکل فراموش کر دیا۔ مستحبات و مندوبات کی پابندی تو کجا نماز وزکوٰۃ جیسے فرائض کو بھی انہوں نے پسِ پشت ڈال دیا۔ یا تو سرے سے ان کی فرضیت کے ہی قائل نہ رہے یا فرضیت کا انکار تو نہ کیا لیکن انہیں ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی یا انہیں ادا تو کیا لیکن اُن کے آداب و شرائط کو نظر انداز کر دیا اور ارشادات الٰہی کی بجا آوری کی جگہ اپنی نفسانی

خواہشات کی پیروی میں لگ گئے۔ وہ یاد رکھیں انہیں اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

قارئین کرام! آگے اِس آیتِ مقدسہ کی روشنی میں ضیاء الامت حضرت جسٹس قبلہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زمانہ کے موجودہ حالات کو دیکھ کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

ان لوگوں کو جانے دیجیے جو گزر گئے۔ اور جن کے اعمال کے متعلق ہم سے محاسبہ نہیں ہوگا۔ ذرا اپنے اردگرد نگاہ ڈالیے بڑے بڑے اولیاء کاملین کی اولاد دین سے کس قدر دور اور احکام شریعت کی پابندی سے کس طرح آزاد ہے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر حساس دل تڑپ اٹھتا ہے اور آنکھیں خون کے آنسو بہاتی ہیں جن کے آباؤ اجداد کی ساری عمریں اطاعت خداوند تعالیٰ اور اطاعت رسول کریم ﷺ میں گزریں جن کے دن جلال خداوندی سے کانپتے ہوئے اور جن کی راتیں جمال الٰہی کی دید کے شوق میں ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے گزرتی تھیں، جن کا ایک قدم بھی جادۂ شریعت سے ہٹا ہوا نہ تھا۔ جن کا علم، جن کا عرفان، جن کا اثر و رسوخ اور جن کی دولت محض احیائے دین حنیف کے لیے وقف تھی۔ جن کی کتاب زندگی کا ہر ورق روحانیت کے انوار سے منور تھا۔ ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے والے فسق و فجور کی رنگینیوں میں کیوں کھو کر رہ گئے ہیں۔ اطاعت و انقیاد کی راہ چھوڑ کر انہوں نے سرکشی اور نافرمانی کا راستہ کیوں اختیار کر لیا ہے۔ وہ اس آیت طیبہ میں کیوں غور نہیں کرتے۔ ان کی غفلت کیشیوں کے باعث ان کے اسلافِ کرام کے حق میں گستاخ زبانیں کھلنے لگی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی بداعمالیوں سے ان کے عقائد حقہ کو زک پہنچ رہی ہے جو ان کے آباؤ اجداد کے عقائد تھے۔ ان کی عملی بدکاریوں کے شور و شغب میں کوئی ان

علمی دلائل پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ اس پیہم بے راہ روی سے وہ صرف اپنی کشتیاں ہی ڈبو نہیں رہے بلکہ ساری قوم کا بیڑا غرق کر رہے ہیں۔ خدارا اپنی اس غلط روش سے باز آجاؤ۔

سورۃ طٰہٰ

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ○ طٰہٰ: 90

اور بیشک کہا تھا ہارون علیہ السلام نے (موسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے پہلے) اے میری قوم! تم تو فتنہ میں مبتلا ہو گئے اس سے، اور بلاشبہ تمہارا رب تو وہ ہے جو بے حد مہربان ہے پس تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو ○

آپ نے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام میں سے سورۃ طٰہٰ کی یہ آیت طیبہ پڑھی جس میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہیں اور انہیں ارشاد فرما رہے ہیں کہ تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد جب قوم نے سامری کے بہکاوے میں آکر بچھڑا بنوا کر اس کی پوجا شروع کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے قوم کو جو کہا وہ اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کی پیروی کرو۔ بلکہ کہا کہ "تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو" گویا نبی علیہ السلام کی پیروی کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی پیروی تھی۔

سورۃ الانبیآء

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○

الانبیآء:3

غافل ہوتے ہیں ان کے دل اور (آپ ﷺ کے خلاف) سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم (وہ کہتے ہیں) کیا ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند، تو کیا تم پیروی کرنے لگے ہو جادو کی حالانکہ تم دیکھ رہے ہو (کہ یہ تمہاری طرح بشر ہے)○

ہدایت کا آفتاب طلوع ہو چکا ہے۔ اس کی روشنی آہستہ آہستہ پھیلتی جا رہی ہے۔ وہ (کفار) بڑی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو اس فریب میں مبتلا رکھیں کہ ابھی سویرا نہیں ہوا۔ اندھیری رات ہے لیکن کہاں تک۔ آئے روز کوئی نہ کوئی سعادت مند روح دعوتِ حق کو سُن کر لبّیك کہہ دیتی ہے۔ اسلام کے خلاف ان کے متحدہ محاذ میں جگہ جگہ خطرناک قسم کے رخنے اور شگاف نمودار ہو رہے ہیں۔ اس خطرہ کا تدارک کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے سے خفیہ مشورے کرنے لگے ہیں۔ لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنے کے لیے حیلے تراشے جاتے ہیں اور اعتراض گھڑے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک سنگین قسم کا اعتراض یہ ہے کہ یہ دین سچا دین نہیں کیونکہ اس کا داعی بالکل ہماری طرح بشر ہے۔ کھاتا ہے، پیتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے۔ معاً ذہن میں یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ یہ نبی نہیں تو اس سے معجزات کیوں صادر ہوتے ہیں اور اس کا کلام جسے وہ خدا کا کلام کہتا ہے اسے سن کر روح پر جذب وکیف کا عالم

کیوں طاری ہو جاتا ہے اور اس کے جلال سے دل کیوں کانپ اٹھتے ہیں۔ اس خلش کا ازالہ وہ یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ کھلا جادو، یہ سب معجزے جادو کا کرشمہ ہیں اور اس کلام کی تاثیر بھی سحر کی ہی مرہونِ منت ہے اس لیے ہمیں جان بوجھ کر اس جادو کا اتباع نہیں کرنا چاہیے۔

قارئین کرام! آپ نے پڑھا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع سے کون روک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر اور نعوذ باللہ جادوگر کہہ رہے ہیں۔ ان کو جو لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی سے روکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ظالم کہا ہے۔ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے لیے ایک بار پھر پڑھ لیں اِس آیت کریمہ کا ترجمہ ''غافل ہوتے ہیں انکے دل اور (آپ ﷺ کے خلاف) سرگوشیاں کرتے ہیں ظالم (وہ کہتے ہیں) کیا ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند، تو کیا تم پیروی کرنے لگے ہو جادو کی حالانکہ تم دیکھ رہے ہو (کہ یہ تمہاری طرح بشر ہے)۔''

سورۃ الحج

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَاجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَسَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ الحج:78

اور (سرتوڑ) کوشش کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جس طرح کوشش

کرنے کا حق ہے، اس نے چن لیا ہے تمہیں (حق کی پاسبانی
اوراشاعت کے لیے) اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے
معاملہ میں کوئی تنگی، پیروی کرو اپنے باپ ابراہیم (علیہ
السلام) کے دین کی، اسی نے تمہارا نام مسلم (سر اطاعت خم کرنے
والا) رکھا ہے اس سے پہلے اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام
ہے تا کہ ہو جائے رسول (ﷺ) گواہ تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں
پر پس (اے دین حق کے علمبردارو!) صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز
اور زکوٰۃ اور مضبوط پکڑ لو اللہ تعالیٰ (کے دامن رحمت) کو وہی
تمہارا کارساز ہے، پس وہ بہترین کارساز ہے اور بہترین مدد
فرمانے والا ہےo

اس آیت کریمہ سے اس سورۃ مبارکہ کا اختتام ہو رہا ہے۔ اس کی جامعیت اور معنویت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر مومن کو یہ از بر ہو اور اسے اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے۔ بڑے غور سے اس کا ایک ایک فقرہ پڑھیے اور کلمات کی اوٹ میں جو معانی اور معارف مستور ہیں ان سے پردہ سرکانے کی کوشش کیجیے۔ دیکھیے پھر کیا نظر آتا ہے۔ آغاز اس حکم سے فرمایا وجاھدوافی اللہ حق جھادہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس طرح جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ لفظ جہاد کی تشریح کرتے ہوئے علامہ راغب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ:۔ دشمن کا مقابلہ کرنے میں اپنی ہر امکانی قوت صَرف کر دینے کو جہاد اور مجاہدہ کہتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں جہاد کی تین قسمیں ہیں:۔

1- ظاہری دشمن سے جہاد۔ 2- اور شیطان سے جہاد۔ 3- اور اپنے نفس

کے خلاف جہاد۔ اور اس آیتِ مقدسہ میں تینوں قسم کے جہاد داخل ہیں۔ پیارے آقا ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ اپنے ظاہری دشمنوں سے تم جس طرح جہاد کرتے ہو اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف بھی جہاد کرو۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کفار کا مقابلہ زورِ بازو کے ساتھ بھی کرو اور زبان سے بھی۔ (مفردات)

گویا دشمن کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگا دینا لفظ جہاد کے مفہوم میں داخل ہے۔ امکانی وسائل مہیا کرنے میں جنگی تدابیر میں صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنے میں اگر کسی قسم کی غفلت برتی جائے گی تو گویا ایسی ادھوری کوشش کو قرآنی اصطلاح میں جہاد کا نام دینا زیادتی ہوگی۔ جاھدوا کا یہ معنی ذہن نشین کرنے کے بعد آگے بڑھیے۔ ارشادِ پاک ہے: فی اللّٰہ یعنی تمہاری یہ ساری تگ ودو، یہ عدیم النظیر جانثاری اور فدائیت، یہ بے مثال صبر واستقامت کسی ذاتی یا دنیوی مقصد کی تکمیل کے لیے نہ ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ ہی خصوصیت ہے جس کے باعث امت مسلمہ کی جنگ دوسری قوموں کی جنگوں سے غایت ومقصد کے اعتبار سے بالکل ممتاز ہو جاتی ہے۔ خود مسلمان بھی اگر اس مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے آمادۂ پیکار ہوں گے تو اسے قرآنی اصطلاح میں جہاد نہیں کہا جائے گا۔

پھر فرمایا ''حق جھادہٖ'' کہ جہاد کرو تو پھر اس کا حق ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لیے خون کے دریا بہتے ہیں تو انہیں خوب بہنے دو۔ اگر کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں تو ذرا پرواہ نہ کرو۔ رنگ رنگیلی جوانیاں قربان ہو رہی ہیں تو انہیں بلا تامل قربان ہونے دو۔ جب تک تمہاری جان میں جان ہے اسلام کا پرچم سرنگوں نہ

ہونے پائے۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ایک ہاتھ کٹ گیا ہے تو جھٹ دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لو اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کٹ گیا ہے تو اپنے دانتوں سے پکڑ لو۔ تمہارا جسم اگر تیر وسناں کے چرکوں سے چھلنی ہو گیا ہے تو کیا ہوا۔ اسلام کی عظمت وناموس کو اگر تم نے اپنی جان دے کر بچالیا تو تم سے زیادہ سرخرو اور کون ہوگا۔

جس قوتِ ارادی، عزم اور قربانی کی ضرورت ایمان کے ظاہری دشمنوں کے مقابلہ کے لیے ہے۔ اسی طرح شیطان اور نفس کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی ان صفات کا مظاہرہ ضروری ہے بلکہ یہاں پہلے سے بھی چوکس اور ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے۔ وہ دشمن تھا اور دشمن کا لباس پہن کر آیا تھا۔ یہ ایسے دشمن ہیں جو اپنے آپ کو مخلص ترین دوست ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی چالیں بڑی باریک ہوتی ہیں۔ ان کا دامِ فریب تب نظر آتا ہے جب انسان اس میں پھنس کر پھڑ پھڑانے لگتا ہے۔

"اس نے چن لیا ہے تمہیں" تمہیں کیوں اس دین حق کے لیے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر باطل سے ٹکرانے کا حکم دیا جا رہا ہے؟ بڑے محبت بھرے اور کریمانہ انداز میں اس کی وجہ بیان فرمادی کہ اقوامِ عالم کی بھری انجمن سے اے غلامانِ مصطفیٰ ﷺ! قدرت کی نگاہ نے تمہیں چنا ہے۔ حق کی پاسبانی کا فخر تمہیں بخشا ہے۔ مکارمِ اخلاق کی تکمیل کی خدمت تمہیں سونپی ہے۔ اس صحیفۂ رشد وہدایت کا امین تمہیں بنایا گیا ہے۔ غور کرو تم پر کتنا کرم فرمایا ہے اس کریم نے۔ تمہیں کتنا بڑا اعزاز بخشا ہے اس عزیز وقدیر نے۔ اب اگر تم نے اس دین کی نشر واشاعت کا فریضہ ادا کرنے میں کوتاہی کی اور ان رکاوٹوں کو نہ ہٹایا جو اس کا راستہ روکے کھڑی ہیں اگر تم نے ان حجابات کو تار تار نہ کیا جو اس کی روشنی کو پھیلنے نہیں دیتے تو پھر تم سے بڑھ کر احسان فراموش کوئی

نہیں ہوگا۔ خود ہی فیصلہ کرو اگر تم نے اس نورِ ہدایت کو عام نہ کیا تو انسانیت کی یہ شبِ دیجور کیسے سحر آشنا ہوگی اگر تم نے آگے بڑھ کر ظالم کے ہاتھ سے ظلم کی تلوار نہ چھین لی تو ستم رسیدہ انسانوں کی پھر کون دادرسی کرے گا۔ اگر تم نے اس دستور العمل کے فیوض و برکات سے لوگوں کو آگاہ نہ کیا تو انہیں رشد و ہدایت کی دولت کہاں سے ملے گی۔ واجتبٰکم اس نے تمہیں اقوامِ عالم سے اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لیے چنا ہے تمہیں اس کا ضرور پاس ہونا چاہیے۔ تمہیں اپنی لاج ضرور رکھنی چاہیے۔

''اور نہیں روا رکھی اس نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی'' یہ ایسا دین نہیں جس پر عمل کر کے تم مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔ جس کو قبول کرنے کے بعد تمہاری مادّی، علمی اور روحانی ترقی کی راہیں مسدود ہو جائیں۔ تم کسی میدان میں دنیا کی کسی قوم سے مات کھا جاؤ۔ یہ دین ہر قسم کی ایسی رکاوٹوں سے پاک ہے۔ اسے سمجھنا آسان ہے۔ اس پر عمل کرنا آسان ہے اور جو ملّت اس پر عمل کرتی ہے وہ سارے جہان کے لیے فیوض و برکات کا منبع بن جاتی ہے۔ اس لیے اس تشویش کو اپنے دِل سے نکال دو کہ اس دین کو اپنا کر تم مشکلات میں گھر جاؤ گے۔ ترقی کی دوڑ میں دوسری قومیں تم سے بازی لے جائیں گی۔

''پیروی کرو اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی'' یہ کوئی نیا دین نہیں۔ یہ تمہارے اسی باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے جس کی عظمت کے گیت تم گاتے ہو، جس کی زندگی کو ایک مثالی زندگی یقین کرتے ہو، جس کی ذات والا صفات کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے تم صد عزت و افتخار محسوس کرتے ہو اور اسی نے تمہیں مسلم کا معزز و محترم لقب عطا فرمایا ہے۔

''تا کہ ہو جائے رسول (ﷺ) گواہ'' ملۃ ابراہیمی کے برحق، سراپا یمن وبرکت اور سب اقوامِ عالم کے لیے آیۂ رحمت ہونے پر اگر تمہیں کسی دلیل کی ضرورت ہو، اگر کسی کو کوئی گواہ درکار ہو تو یہ دیکھو میرا رسول مکرم ﷺ، میرا حبیب معظم ﷺ کھڑا ہے۔ اس کی کتاب زیست کا ہر ورق اس دین وملّت کی حقانیت وصداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ اس کی راتوں کا سوز وگداز اس کے دِنوں کی مصروفیتیں، اس کا ہر بول، اس کا ہر فعل، اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا برتاؤ، اپنے دشمنوں کے ساتھ اس کا سلوک، اس کی جنگیں اور اس کی صلحیں، اس کی مکی زندگی، غرضیکہ تم اسے جس پہلو سے دیکھو۔ جس کسوٹی پر پرکھنا چاہو خوب پرکھو۔ اگر تمہاری چشمِ دل نورِ حق کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے تو تم بے اختیار کہہ اٹھو گے کہ اس سے سچا گواہ آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا۔ تمہارا دل مان جائے گا کہ جس کی گواہی یہ دے رہا ہے اس کے برحق ہونے میں ذرا تامل نہیں کیا جا سکتا۔

''اور تم گواہ ہو جاؤ لوگوں پر'' اور ایسے سچے گواہ کی گواہی قبول کر کے ایمان لانے والو! مسلم کے محترم ومعزز لقب سے سرفراز ہونے والو! بزمِ عالم میں تمہارا مقام بھی یہ ہے کہ تم اپنی گفتار، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس طرح بسر کرو کہ تم اس دین کے برحق ہونے کی ایسی گواہی دے سکو جسے تسلیم کرنے کے بغیر کسی کو چارۂ کار نہ ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر، اور تم سے معاملہ کر کے یہ یقین کر لیں کہ جس دین کے تم پیروکار ہو وہی سچا دین ہے۔ جس نظامِ حیات کے تم نقیب ہو سارے جہان کی فلاح وسلامتی کا صرف یہی ضامن ہو سکتا ہے۔

اس بات پر تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان اس شہادت کی ذمہ داریوں

کو انجام دیتا رہا لوگ پروانوں کی طرح شمع اسلام پر نثار ہوتے رہے۔ ایک مرد حق آگاہ بھی اگر کسی ظلمت کدہ میں پہنچ گیا تو اس کے رخِ انور کی تابانیوں سے وہاں ہر طرف اجالا ہو گیا۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے آبائی عقائد و نظریات کے زنار توڑ توڑ کر مشرف با اسلام ہوتے رہے۔ اشاعت اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو تمہیں پتہ چلے گا کہ اُمتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوات و اطہر التحیات کے ان افراد نے ہر جگہ ہدایت کے یہ چراغ روشن کیے جن کا ظاہر و باطن نور توحید سے جگمگا رہا تھا۔ جو کام سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حملوں اور شہاب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فتوحات سے نہ ہو سکا وہ کام ان خرقہ پوش صوفیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کیا۔ اِس خوبی اور شان سے کیا کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کی روحانی تسخیرات کی ضیاپاشیوں میں کمی نہیں ہوئی۔ لاہور، اجمیر، دہلی، اورنگ آباد، گجرات، سلہٹ، چٹا گانگ، گنگوہ، ملتان، پاک پتن میں کس نے برسر اقتدار باطل کو شکست فاش دی اور اسلام کا پرچم لہرایا اور اس طرح لہرایا کہ آج بھی لہرا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لہراتا رہے گا۔

یہ ہستیاں اپنے ساتھ دولت کے خزانے نہیں لائی تھیں۔ لشکر جراران کے ہمراہ نہ تھے۔ فن مناظرہ میں بھی مہارت کا انہیں دعویٰ نہ تھا۔ ان کے پاس اپنی زندگی کی کھلی کتاب تھی جس کی ہر سطر سے نور عرفان کے چشمے ابل رہے تھے۔ ان کے پاس اپنی دل ربا سیرت اور بے داغ کردار تھا جو پکار پکار کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دے رہا تھا۔ ان کی صداقت کی دلیل ان کے نورانی چہرے تھے جو مہر درخشاں کو شرمسار کر رہے تھے۔ کسی مخالف میں بھی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ان کی گواہی کو مشکوک ثابت

کر سکے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ جو دل حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے تھے وہ دوڑ کر آئے اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

آج بھی دین اسلام کو اپنی برتری اور افادیت ثابت کرنے کے لیے ایسے ہی گواہوں کی ضرورت ہے جو اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے، اپنی روحانی بلندی اور وسعت علم سے اس کے برحق ہونے کی ایسی شہادت دینے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کوئی انہیں جھٹلا نہ سکے ورنہ جو تبلیغ آج ہم کر رہے ہیں وہ بیگانوں کو تو کیا اپنوں کو بھی اسلام سے متنفر کر رہی ہے۔ چاک گریبانوں کو رفو کرنا تو کجا ہمارے مبلغین ان چاکوں کو اور زیادہ وسیع کر رہے ہیں۔ محبت و پیار کا درس دے کر ملت کے پراگندہ شیرازہ کو یکجا کرنا تو بڑی بات ہے جہاں ان کے سبز قدم پہنچے وہاں فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک اُٹھے ہیں۔ آج ہاتھوں میں سوئی نہیں قینچی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کا صدقہ ہمارے حال زار پر رحم فرمائے۔

یہ ہوئی اس دنیا میں شہادت اور ایک شہادت حضور نبی کریم ﷺ اور حضور ﷺ کی امت قیامت کے دن دے گی۔ اسی شہادت سے انبیاء سابقین علیہم السلام اس الزام سے بری کیے جائیں گے جو ان کی امتیں ان پر لگائیں گی کہ الٰہی ان تیرے نبیوں (علیہم السلام) نے ہمیں تیرا کوئی پیغام نہیں پہنچایا اور نہ انہوں نے ہمیں دعوت توحید دی ورنہ ہم کبھی کفر و شرک میں مبتلا نہ رہتے۔ اس وقت غلامانِ مصطفٰے ﷺ آگے بڑھیں گے اور گواہی دیں گے اے اللہ تعالیٰ تیرے رسولوں اور نبیوں علیہم السلام نے اپنا فرض پوری طرح ادا کیا۔ قصور انہی لوگوں کا ہے جو آج بڑے سلیم الطبع بنے بیٹھے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے ضیاء القرآن شریف کی جلد اول سورۃ بقرہ آیت

نمبر 143، اور سورۃ النساء آیت نمبر 41 کے حاشیے ملاحظہ فرمائیے۔

آیت مقدسہ کے آخر میں پھر نماز و زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا تاکہ اس میں سُستی واقع نہ ہو۔ کیونکہ اسلامی برکات کا سرچشمہ یہی عبادات ہیں۔ اسی سے انسان میں نیکی کی صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں اور مذموم صفات سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔

''وہی تمہارا کارساز ہے۔ پس وہ بہترین کارساز ہے اور بہترین مدد فرمانے والا ہے۔'' ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ دُشمن کتنا قوی ہو۔ مشکلات کتنی ہوشربا ہوں، ماحول کتنا ناسازگار ہو۔ پرواہ نہ کرو۔ عزم و حوصلہ اور اخلاص سے قدم آگے بڑھاتے چلے جاؤ کیونکہ

هو مولكم فنعم المولى ونعم النصير

سورۃ المؤمنون

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ٥

المؤمنون:34

اور اگر تم پیروی کرنے لگے اپنے جیسے بشر کی تو تم تب نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے ٥

اس سے پہلی آیت مبارکہ ہے۔

تو بولے ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا تھا اور جنہوں نے جھٹلایا تھا قیامت کی حاضری کو اور ہم نے خوشحال بنا دیا تھا انہیں دنیوی زندگی میں۔ (اے لوگو!) نہیں ہے یہ مگر ایک بشر تمہاری مانند، یہ کھاتا ہے وہی خوراک جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس سے

جوتم پیتے ہو○ المومنون:33

ان آیات مقدسہ میں ذکر ہو رہا ہے۔ ان لوگوں کا جو سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قوموں میں مالدار اور سردار تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت حق کو قبول کرتے ہوئے ان پر ایمان لے آئے اور قیامت کے روز مٰلك يوم الدين کی بارگاہ میں حاضر ہونے پر ایمان لائے تھے۔ انہیں کہا کہ تم کتنے نادان ہو کہ ایک ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور پیغمبر مان رہے ہو جو بالکل تمہاری طرح بشر ہے۔ جو تمہاری طرح جو تم کھاتے اور پیتے ہو وہی کھاتا اور پیتا ہے۔ اور زندگی کے شب و روز تمہاری طرح گزارتا ہے بلکہ ظاہری مال و دولت بھی اس کے پاس نہیں ہے۔

آج ہمارے زمانے میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بلکہ سید الانبیاءِ والمرسلین، خاتم الانبیاءِ والمرسلین، رحمۃ اللعالمین ﷺ کو اپنے جیسا یا بڑے بھائی جیسا خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میری مخلصانہ گزارش ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق یہ عقیدہ ان کفار اور منکرین (انبیاء علیہم السلام) کا تھا جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نہ روز قیامت پر۔ اس کے علاوہ ان کا یہ عقیدہ بھی تھا اور لوگوں کو بھی یہ سبق دیتے تھے کہ ان (انبیاء علیہم السلام) کی پیروی میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصان کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

حضور ﷺ کی اطاعت و پیروی کا حکم اس لیے ہے کہ یہ سراسر حق ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

مُّعْرِضُوْنَ o المؤمنون:71

اور اگر پیروی کرتا حق ان کی خواہشات (نفسانی) کی تو درہم برہم ہو جاتے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، بلکہ ہم ان کے پاس لے آئے ان کی نصیحت تو وہ اپنی نصیحت سے ہی روگردانی کرنے والے ہیں۔

پہلے بتایا کہ یہ لوگ ہمارے نبی مکرم ﷺ کو خوب جانتے ہیں۔ان کی عفت و پاکدامنی، ان کی حق گوئی و دیانتداری اور مزید برآں ان کی معاملہ فہمی اور حسن تدبیر کا بھی کئی بار انہوں نے مشاہدہ کیا ہے اور اس کا انہیں آج تک اعتراف بھی ہے۔آج جو اچانک ان کے تیور بدل گئے ہیں اور ان کی رائے میں انقلاب آگیا ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان لوگوں کے عقائد، رسم و رواج اور ان کے ذاتی مفاد سے ٹکراتی ہیں، وہ اس لیے میرے حبیب ﷺ سے خفا ہیں کہ وہ بے شمار خداؤں کی جگہ ایک اور صرف ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ انہیں غریب اور ضعیف کے ساتھ عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ وہ انہیں اخلاقی آوارگی سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ انہیں سود خوری، شراب نوشی، قمار بازی، راہزنی، اور قزاقی سے سختی سے روکتا ہے۔ وہ خصوصی مراعات اور امتیازات جو ان کے سرداروں اور رئیسوں کو حاصل ہیں انہیں یک قلم ختم کر دینا چاہتا ہے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ لوگ آج بھی اس کو اپنی آنکھوں پر بٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ وہ اسے آج بھی اپنا فرمانروا اور بادشاہ ماننے کے لیے مستعد ہیں۔اس آیت مقدسہ میں بڑی وضاحت سے ان کی اس غلط فہمی کو دور کیا جا رہا ہے، انہیں بتایا کہ میرا محبوب جو کچھ تمہیں کہتا ہے وہ حق اور سراپا حق

ہے۔ اگر وہ تمہاری خواہشات کا احترام کرنے لگے اور تمہارے بتوں کی خدائی کا بھی نعوذ باللہ اعتراف کر لے، قرآنِ پاک کے لائے ہوئے نظام حیات میں تمہاری رائے کے مطابق ترمیمیں کرنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق راہنمائی اور قیادت کے منصب سے دستبردار ہو کر باطل کی اطاعت اختیار کر لے۔ اگر ایسا ہو جائے تو حق حق نہ رہے بلکہ باطل ہو جائے۔ اور ایسا ہو جائے تو پھر دنیا کے بقا کی کوئی وجہ نہیں رہے گی، اسی وقت قیامت برپا ہو جائے گی اور ہر چیز تہس نہس کر کے رکھ دی جائے گی۔

سورۃ النور

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ؕ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

النور 47 تا 50

اور وہ لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور (اس کے) رسول (ﷺ) پر اور ہم فرمانبردار ہیں پھر منہ پھیر لیتا ہے ایک فریق ان سے (ایمان واطاعت کے) اس دعویٰ کے بعد، اور یہ ایماندار نہیں ہیں ۝ اور جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف تاکہ فیصلہ کرے ان کے

درمیان تو اس وقت ایک جماعت ان میں سے رُوگردانی کرنے لگتی ہےo اور اگر فیصلہ ان کے حق میں ہونا ہوتو (بھاگے) چلے آتے ہیں اس کی طرف تسلیم کرتے ہوئےo کیا ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے یا وہ (اسلام کے متعلق) شک میں مبتلا ہیں یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ ظلم کرے گا اللہ تعالیٰ ان پر اور اس کا رسول (ﷺ)، بلکہ (درحقیقت) وہ خود ظالم ہیںo

یہ آیات مقدسہ ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئیں۔ ایک منافق جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے تنازعہ ہو گیا اس یہودی نے بشر کو کہا کہ چلو رسول اللہ (ﷺ) کے پاس چلتے ہیں جو آپ (ﷺ) فیصلہ فرما دیں اس پر عمل کریں۔ بشر کے دل میں چور تھا وہ یہودی سے ناحق الجھ رہا تھا اسے معلوم تھا کہ بارگاہِ رسالت (ﷺ) میں گئے تو وہاں کوئی شفارش نہیں چلے گی اور نہ ہی طرفداری کی امید کی جا سکتی تھی۔ اس لیے اس منافق نے کہا ان محمّدًا (ﷺ) یحیف علینا۔ آپ (ﷺ) تو ہم پر ظلم کرتے ہیں، چلو کعب بن اشرف کے پاس چلیں۔ اس وقت یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں۔ صرف بشر کو ہی نہیں بلکہ اس قماش کے جتنے لوگ ہیں۔ اس کے ہم عصر یا اس کے بعد آنے والے سب کو بتا دیا کہ جب کسی کو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ نہ آئے تو وہ سمجھ لے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود خدا تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سرتابی ناممکن ہے۔ اپنے آپ کو مومن کہلانا اور پھر بارگاہِ رسالت ﷺ میں فیصلہ کے لیے حاضر نہ ہونا، اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے دل میں ابھی کفر و الحاد کی بیماری ہے۔ محض

دکھلاوے کے لیے اس نے اسلام کا جامہ پہن رکھا ہے یا ابھی تک اس کے ذہن سے شک دُور نہیں ہوا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کے احکام پر کاربند ہونے سے شاید اس کو نقصان پہنچے گا یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کسی وجہ سے اس کے ساتھ بے انصافی کریں گے۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر کسی کے دل میں ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔

ان آیات مقدسہ سے فقہاء اسلام نے چند مسائل اخذ کیے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اگر دونوں فریق مسلمان ہوں یا ایک فریق مسلمان ہو تو ان کا فیصلہ مسلمان قاضی کرے گا۔ اور اگر دونوں فریق کافر ہیں تو ان کا فیصلہ ان کا ہم مذہب قاضی کریگا۔ اگر وہ دونوں کسی مسلمان قاضی کے پاس تصفیہ کے لیے جائیں تو قاضی کو اختیار ہے، چاہے تو فیصلہ کرے اور چاہے تو انہیں ان کے ہم مذہب قاضی کی طرف بھیج دے۔ نیز اگر کوئی شخص کسی کو باہمی تنازعہ کے تصفیہ کے لیے کسی عادل قاضی کے پاس جانے کے لیے کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ضرور اس کے ساتھ قاضی کے پاس جائے۔ (قرطبی)

ہدایت یافتہ اور کامیاب کون لوگ ہیں؟ جواب ان آیات مقدسہ میں ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ
وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ط وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ط وَمَا عَلَى
الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُo النور :51 تا 54

ایمانداروں کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جب انہیں بلایا جاتا ہے
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف تا کہ فیصلہ فرماوے
ان کے درمیان تو وہ کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی
اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں بامراد ہیںo اور جو شخص اطاعت
کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اور ڈرتا رہتا
ہے اللہ تعالیٰ سے اور بچتا رہتا ہے اس (کی نافرمانی) سے تو یہی
لوگ کامیاب ہیںo اور قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بڑے
زور شور سے کہ اگر آپ (ﷺ) انہیں حکم دیں تو وہ (گھروں
سے بھی) نکل جائیں گے، فرمایئے قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری
فرمانبرداری خوب معلوم ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے
جو کچھ تم کرتے رہتے ہوo آپ (ﷺ) فرمایئے اطاعت کرو
اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی، پھر اگر تم نے
روگردانی کی تو (جان لو) رسول (ﷺ) کے ذمہ اتنا ہے جو ان پر
لازم کیا گیا اور تمہارے ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا، اور اگر تم
اطاعت کروگے اس کی تو ہدایت پاجاؤ گے اور نہیں ہے
(ہمارے) رسول (ﷺ) کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف

صاف پیغام پہنچادے o

مومن کا تو یہ شیوہ ہونا چاہیے کہ جب اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف فیصلہ کے لیے بلایا جائے تو بلاچوں وچرا حاضر ہو جائے۔

فوز وکامرانی سے وہی مشرف ہوگا جس کا طریقہ کار وہ ہوگا جو اس آیت مبارکہ میں بیان کیا جارہا ہے۔ "اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے" ایک روز حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں کھڑے تھے تو روم کے دہقانوں میں سے ایک دہقان حاضر ہوا اور آکر پڑھا اشھد ان لّآ اِلٰـہ اِلّا اللّٰـہ و اشھد انّ محمّدا رسول اللّٰـہ۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے، اس نے عرض کی میں مشرف با اسلام ہو گیا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر دین اسلام کیوں قبول کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتبِ انبیاء علیہم السلام کا مطالعہ کیا۔ میں نے ایک مسلمان قیدی کو ایک ایسی آیت مبارکہ پڑھتے ہوئے سنا جس میں وہ تمام چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے۔ اس لیے میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا وہ کون سی آیت کریمہ ہے تو اس نے یہی آیت مبارکہ پڑھی اور ساتھ ساتھ اس کا مطلب بھی بیان کرتا گیا۔ قال قولہ تعالٰی (ومن یطع اللّٰـہ) فی الفرائض (ورسولہ) فی السنن (ویخشی اللّٰـہ) فیما مضیٰ من عمرہ (ویتقہ) فیما بقی من عمرہ (فاولٰئک ھم الفائزون) الفائز من نجا من النّار وادخل الجنۃ۔ یہ سن کر حضرت فاروقِ اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلّم اُوتیت جوامع الکلم۔ یعنی جو شخص فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور سنتوں میں اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اس سے ہوئیں ان کی وجہ سے ڈرتا ہے اور آنے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے، یہی لوگ کامیاب ہیں اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتش جہنم سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔

قارئین کرام! ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اے محبوب ﷺ! آپ (ﷺ) انہیں فرما دیں کہ "اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (مکرم ﷺ) کی" اور اے محبوب ﷺ! اگر یہ ہمارے اس ارشاد پاک کی تعمیل کریں گے تو اس دنیا میں بھی ہم ان کو سرفراز فرمائیں گے اور آخرت میں بھی کامیاب یہی ہوں گے۔ اور اگر انہوں نے ہمارے حکم کی نافرمانی کی اور سرکشی پر اتر آئے تو ہم ان کو دنیا میں نشان عبرت بنا دیں گے یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے۔ ایسے لوگ ہمارے نہیں شیطان کے ساتھی ہیں اور ان کا حال بھی شیطان مردود جیسا ہو گا جس نے ہمارے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔

اے محبوب ﷺ! آپ (ﷺ) نے تو ہمارا پیغام ان کو پہنچانا تھا۔ جو آپ (ﷺ) نے پہنچا دیا ہے۔

آج ہم اگر اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں تو کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت اور پیروی کر رہے ہیں یا شیطان مردود کی؟ ہر طرف ہر میدان میں صاف نظر آ رہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ دنیا کی ہوس اتنی ہو گئی ہے کہ ارشادات الٰہی کی بالکل پروا نہیں رہی۔ نیکی اور

برائی میں تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ جو چرب زبان جتنا جھوٹ بول سکتا ہے اتنا ہی وقتی طور پر کامیاب ہے اور سچے انسان کی شنوائی نہیں ہوتی۔ معاشرے میں عزت دار وہ ہے جس کے پاس دولت ہے یا اقتدار ہے۔ خواہ اس دولت اور اقتدار پر حرام اور ناجائز طریقے سے قبضہ کیا گیا ہو۔

اے اہل اسلام ہوش کرو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

سورۃ النور کی اگلی آیت مبارکہ جو ہے اس میں ذکر ہے اس وعدہ کا جو اللہ تعالیٰ نے ان ایمان والوں کے ساتھ کیا جو اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اور دنیا گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ان لوگوں کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایسا خلیفہ بنایا جن کی ہیبت سے دنیا کانپتی تھی۔ یہاں یہ پوری آیت کریمہ اور اس کے ترجمہ کے ساتھ اس کی تشریح بھی ضیاء القرآن شریف سے نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢبَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ النور: 55

وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں

سے اور نیک عمل کیے کہ وہ ضرور خلیفہ بنائے گا انہیں زمین میں
جس طرح اس نے خلیفہ بنایا ان کو جو ان سے پہلے تھے اور مستحکم
کر دے گا انکے لیے ان کے دین کو جسے اس نے پسند فرمایا ہے ان
کے لیے اور وہ ضرور بدل دے گا انہیں ان کی حالت خوف کو امن
سے، وہ میری عبادت کرتے ہیں، کسی کو میرا شریک نہیں بناتے،
اور جس نے ناشکری کی اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں o

حضور رحمت عالمیاں ﷺ کے غلاموں کو کفار و مشرکین کے ظلم و ستم سہتے عرصۂ دراز گزر چکا تھا۔ انہوں نے اپنے وطن مکۃ المکرّمہ کو چھوڑ کر اڑھائی تین سو میل دور مدینہ طیّبہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ مکۃ المکرّمہ کو الوداع کہتے وقت وہ دولت ایمان تو ساتھ لائے تھے لیکن اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں اور عمر بھر کا اندوختہ وہیں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ کفار کی آتش غضب اب بھی بھڑک رہی تھی۔ میدان بدر میں رسوا کن شکست کے بعد ان کا جذبۂ انتقام تیز تر ہو گیا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر وقت مسلّح رہتے۔ رات دن دشمن کی یلغار کا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ ایک روز ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آقا و مولا ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی اما یأتی علینا یوم نأمن فیه و نضع السلاح یارسول اللہ ﷺ کیا ایسا دن نہیں آئے گا جب ہمیں امن نصیب ہو گا اور ہتھیار رکھ دینے کی نوبت آئے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ لا تلبثون الا یسیرا حتی یجلس الرجل منکم فی الملأ العظیم محتبیاً لیس علیه حدیدة۔ ترجمہ: بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب تم آرام سے بے خوف ہو کر مجمع عام میں بیٹھو گے اور تمہارے جسم پر کوئی

ہتھیار نہیں ہوگا۔ (بحر محیط) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے اس ارشاد کی تائید فرماتے ہوئے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

تاریخ کی ناقابل تردید شہادت اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ عہدِ رسالت مآب ﷺ میں ہی مکۃ المکرمہ، حجاز، خیبر، بحرین، یمن اور جزیرہ عرب کے سارے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ قیصر روم، مقوقس مصر اور کئی دیگر بادشاہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں تحائف اور نذرانے ارسال کیے۔

حضور ﷺ کی رحلت کے بعد عہد صدیقی میں فتنۂ ارتداد اور جھوٹے نبیوں کی لگائی ہوئی آگ بجھی اور ہر طرف امن وامان ہو گیا۔ اسی عہد ہمایوں میں اسلام کی عالمی فتوحات کا آغاز ہوا۔ مشرق میں حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مغرب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں افواج اسلامیہ نے فتح ونصرت کے علم گاڑنے شروع کر دیئے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت وبایمن زمانۂ خلافت میں تو فتوحات کی انتہا ہو گئی۔ قیصر اپنی ایشیائی مملکت سے دست بردار ہو کر قسطنطنیہ میں جا کر مقیم ہوا۔ اور رومی مملکت کے ایشیائی حصہ پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ مصر بھی فتح ہوا۔ کسریٰ کی چار ہزار سالہ شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ جہاں ملک کے گوشہ گوشہ میں آتش کدے روشن تھے اور آگ کی پوجا ہو رہی تھی وہاں اشھد ان لّاالٰہ اِلّااللّٰہ واشھد انّ محمّدارسول اللّٰہ کی دلنواز صدائیں بلند ہونے لگیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شمالی افریقہ کے ممالک فتح ہوئے۔ بحر روم میں جزیرہ قبرص فتح ہوا۔ مشرق میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ چین کی سرحدوں تک پھیل گیا۔

سندھ کے ریگزاروں میں بھی نور اسلام سے اجالا ہونے لگا۔ ہر علاقہ میں امن وسکون قائم ہوا۔ ہر جگہ اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ وہ مسلمان جو ہر وقت کفار کی یلغار سے سہمے سہمے رہتے تھے اور انہیں دن رات یہی کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کفر کا سیلاب امنڈے گا اور انہیں بہا کر لے جائے گا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے وہ ہیبت اور سطوت بخشی کہ جس راستہ سے گزر جاتے بڑے بڑے سرفرازوں کی گردنیں جھک جاتیں۔ کوئی منصف اور حق پسند انسان تاریخ کے یہ اَن مٹ حقائق دیکھنے کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔

حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حاتم سے مروی ہے کہ میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر تھا کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوا اور اس نے فقر وفاقہ کی شکایت کی۔ دوسرا آیا اس نے راہزنوں کی دست درازیوں کا شکوہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اَے عدی، کیا تو نے حیرہ کا شہر دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو تو دیکھے گا ایک عورت اونٹنی پر سوار ہو کر حیرہ سے روانہ ہوگی اور آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور خدا تعالیٰ کے بغیر اسے کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔ میں دل میں خیال کرنے لگا کہ بنی طے قبیلہ کے قزاق اور راہزن کہاں چلے جائیں گے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا! اَے عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔ میں نے عرض کی کیا کسریٰ بن ہرمز یعنی شہنشاہ ایران۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہی کسریٰ بن ہرمز۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم دیکھو گے لوگ ہاتھوں میں سونا لیے ہوئے کسی غریب کی تلاش میں پھر رہے ہوں گے لیکن مملکت اسلامیہ میں انہیں

کوئی غریب نہیں ملے گا۔ عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حیرہ سے اونٹنی پر سوار ہو کر آنے والی عورت کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے تھے۔ بعض لوگ جو صحابۂ کرام کی عظمت شان کا انکار کرنا ہی اپنے ایمان کا کمال سمجھتے ہیں وہ اگر اپنی ہی کتابوں کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کرتے تو اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔ انہیں یقین ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں جو وعدہ فرمایا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے جو وعدے فرمائے ہیں جن کا ذکر ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے وہ وعدے خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہدِ سعادت آثار میں پورے ہوئے ہیں۔ انکے امام کلینی جن کی کتاب کافی انکے ہاں حدیث کی معتبر ترین کتاب ہے اس کی روایت ملاحظہ فرمایئے۔

ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راستہ میں ایک چٹان حائل ہو گئی۔ حضور ﷺ نے گینتی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے دست مبارک سے یا حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے لی اور اس چٹان پر ایک ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: (لقد فُتحت عليّ في ضربتي هٰذهٖ كنوز كسرىٰ وقيصر میری اس ضرب سے میرے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح کر دیے گئے ہیں)۔ (فروغ کافی کتاب الروضہ صفحہ 102)۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ خزانے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔ روایت میں فُتحت عليّ کے الفاظ ایک حق بین کے لیے روشنی کا وہ مینار ہیں جس سے شک وشبہ کا ادنیٰ احتمال بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

اسی واقعہ کو صاحبِ ''حملہ حیدری'' نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے، یہ بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

بپاسخ چنیں گفت خیر البشر — کہ چوں جست برق نخست از حجر

نمودند ایوانِ کسریٰ بمن — دوم قصرِ رُوم، سوم از یمن

سبب را چنیں گفت رُوح الامین — کہ بعد از من اعوان و انصارِ دین

بریں مملکت ہا مسلّط شوند — بآئینِ من اہل آں بگروند

بدیں مژدہ و شکر و لُطفِ خدا — بہر بار تکبیر کردم ادا

شنیدند آں مژدہ چوں مومناں — کشیدند تکبیر شادی کناں

ترجمہ:۔

1۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ جب اس چٹان کو ضرب لگانے سے پہلی مرتبہ آگ کا شعلہ نکلا۔

2۔ تو مجھے کسریٰ کا محل دکھایا گیا۔ دوسری مرتبہ قیصر روم کا محل اور تیسری مرتبہ یمن۔

3۔ اس کی وجہ جبریل امین علیہ السلام نے یوں بیان کی کہ میرے بعد دین کے مددگار اور انصار

4۔ ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں کے باشندوں کو میری شریعت کا پابند کریں گے۔

5۔ اس خوشخبری کو سن کر اور اس کا شکر ادا کرنے کے لیے میں نے تین بار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

6۔ جب اہل ایمان نے حضور ﷺ کی زبان پاک سے یہ خوشخبری سنی تو سب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

یہ چیز غور طلب ہے کہ حضور ﷺ نے ان ملکوں کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان فرمایا ہے اور اظہارِ تشکر کے لیے حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے غلاموں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے۔ اگر خدانخواستہ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ برحق نہ ہوتے بلکہ (نعوذ باللہ) جابر اور غاصب ہوتے تو کیا ان کے زمانہ خلافت میں جو فتوحات ہوئیں انہیں حضور ﷺ کی فتوحات کہنا درست ہوتا؟ اور ایسی فتوحات پر حضور ﷺ فرحت و شادمانی کا اظہار فرماتے؟ کوئی ادنیٰ عقل و فہم رکھنے والا انسان بھی ان واقعات کی روشنی میں شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت راشدہ پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

مزید تسکین کی خاطر خود حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کا وہ ارشادِ گرامی پیش کرتا ہوں جو آپ رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا۔ مسلمانوں کی فوجیں ایران میں کسریٰ کی افواج سے برسرپیکار تھیں۔ محاذِ جنگ سے اطلاع آئی کہ کسریٰ خود ایک لشکر عظیم لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آرہا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ کسریٰ کے مقابلہ میں وہ لشکر اسلام کی خود قیادت فرمائیں۔ مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور اس موضوع کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کی تائید نہ کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود جنگ میں شرکت کریں اور اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا، آپ خود انہیں پڑھیں۔ اگر حق کی طلب صادق آپ کے دل میں ہوگی تو یقیناً آپ پر حق واضح ہوجائے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:-

ترجمہ:- اس کام کی فتح کثرت تعداد کی وجہ سے اور اس کی ناکامی تعداد کی

قلت کی وجہ سے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اس نے غلبہ عطا فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور جس کی مدد اس نے خود فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ترقی و کامیابی کی اس منزل تک پہنچا۔ ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (یہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا وعـد الـلـہ الذین امنوا) اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائیگا۔ خلیفہ اسلام کی حیثیت اس دھاگے کی ہے جس میں دانے پروئے ہوتے ہیں اگر دھاگا ہی ٹوٹ جائے تو دانے بکھر جاتے ہیں اور پھر ان سب کو جمع کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ عرب اگرچہ تعداد میں کم ہیں لیکن اسلام کی برکت سے وہ کثیر ہیں اور باہمی اتفاق و اتحاد کی وجہ سے وہ ہر میدان میں غالب ہیں۔ (نہج البلاغہ جلد 1 صفحہ 283) مطبوعہ مصر

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ باب مدینۃ العلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر کہا اور وضاحت سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں سے کیا ہے وہ آپ کے زمانہ میں پورا ہوگا۔ اب بھی اگر کوئی شخص خلفاء راشدین کی خلافت کو برحق نہیں سمجھتا اور ان کے متعلق کسی قسم کی بدزبانی کرتا ہے تو وہ بیک وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور امیر المومنین اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات پر ایمان نہ رکھنے کا جرم کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے بچائے اور اسلام کے جان نثار سپاہیوں کی عزت و تکریم کرنے اور ان کے نقش قدم پر چل کر دین کو سربلند کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و بارک وسلم۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ جب امام مہدی علیہ

السلام ظاہر ہوں گے تو اس وقت یہ وعدہ پورا ہوگا۔ ضد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں لیکن حق کی جستجو کرنے والے کے لیے آیت کریمہ میں "مِنْكُمْ" کا ایک لفظ ہی کافی بات ہے۔ یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اس آیت مبارکہ کے مخاطب تھے وہی "مِنكُمْ" کا مرجع ہیں اور اولین وعدہ ان سے ہے۔ نیز اگر ان کی اس بات کو صحیح مان لیا جائے تو ثابت ہوگا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے عہد خلافت میں بھی یہ وعدہ ایفا نہ ہوا۔ کم از کم ہم ایسا کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا وعدہ کن سے کیا ؟ جواب اس آیت کریمہ میں

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ النور: 56

اور صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۝

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی پڑھیں اور بار بار پڑھیں تاکہ شک وشبہ کا وہم بالکل ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ "اور صحیح صحیح ادا کیا کرو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے" دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو حضور ﷺ کی اطاعت سے مشروط کیا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتے ہو تو نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو۔ تم لاکھ عبادتیں کرتے پھرو، صدقہ وخیرات کرتے جاؤ اگر یہ اطاعت رسول ﷺ کی روشنی میں نہیں تو اللہ تعالیٰ کو ان عبادات اور صدقات کی کوئی ضرورت نہیں، اور ان عبادتوں اور صدقوں کے بدلے تم پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کے اگر طلب گار ہو تو اس رحیم وکریم رب

العالمین کے پیارے محبوب ﷺ کی اطاعت کرو۔ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی حتیٰ کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر یہ عبادتیں اور صدقہ وخیرات تم اپنے طریقے پر کروگے جو اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ اور حساب سے نہ ہوگا تو وہ تمہارے منہ پردے ماری جائیں گی اور آتش جہنم انکا بدلہ ہوگا۔ اس لیے ہر عمل میں اطاعت رسول مقبول ﷺ ضروری ہے۔

سچے مومنین کی کیا نشانی ہے؟ جواب ان آیاتِ مقدسہ سے مل رہا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

النور: 63,62

بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور جب ہوتے ہیں آپ (ﷺ) کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے لیے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ (ﷺ) سے اجازت نہ لے لیں، بلاشبہ وہ

جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ (ﷺ) سے یہی وہ لوگ ہیں
جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول
(ﷺ) کے ساتھ، پس جب وہ اجازت مانگیں آپ (ﷺ)
سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجیے ان میں سے جسے آپ
(ﷺ) چاہیں اور مغفرت طلب کیجیے ان کے لیے اللہ تعالیٰ
سے، بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے o نہ بنالو رسول (ﷺ) کے
پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ
اچھی طرح جانتا ہے انہیں جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے ایک
دوسرے کی آڑ لے کر، پس ڈرنا چاہیے انہیں جو خلاف ورزی
کرتے ہیں رسول (ﷺ) کے فرمان کی کہ انہیں کوئی مصیبت نہ
پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے o

ان آیات مقدسہ کا شان نزول یہ ہے کہ جب ابوسفیان قریش مکہ اور دیگر قبائل عرب کو لے کر مدینہ طیّبہ پر حملہ آور ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیّبہ کے اِردگرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ بلا کی سردی تھی۔ مسلمانوں کے پاس خوراک کے ذخیرے بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن حضور ﷺ کے غلام تو تعمیل ارشاد میں ہمہ تن مصروف تھے۔ اور منافق چپکے چپکے کھسکنے لگے یا جھوٹے عذر پیش کر کے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگے تو یہ آیات مقدسہ نازل ہوئیں۔ یعنی اہل ایمان کا یہ شیوہ نہیں کہ وہ ایسے نازک موقع پر بغیر اجازت حاصل کیے ہوئے کھسکنے لگیں یا جھوٹے بہانے بنا کر واپس لوٹنے کی اجازت حاصل کریں۔

''نہ بنالو رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں جیسے تم پکارتے ہو ایک دوسرے کو'' بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب واحترام ملحوظ رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے اور اس طرح خطاب کرنے سے منع کیا جارہا ہے۔ جس طرح عام لوگ آپس میں ایک دوسرے کو خطاب کرتے ہیں۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں شور مچانے، بلند آواز اور روکھے پھیکے انداز سے ندا کرنے کی ممانعت ہے۔ یعنی بہت نرمی اور انتہائی عاجزی کے ساتھ یارسول اللہ ﷺ کہو اور گستاخانہ انداز سے یا محمد مت کہو۔

حضور ﷺ کی نافرمانی پر مرتب ہونے والے عذاب کے بارے پڑھیے۔

. حضور ﷺ کی بارگاہ کے آداب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے کلام مجید فرقان حمید میں کئی مقامات پر خبردار کیا ہے اور متعدد مقامات پر حضور ﷺ کی گستاخی کو کفر قرار دیا ہے۔ مضمون کو مختصر رکھنے کے لیے صرف ان آیات مقدسہ کا ترجمہ یہاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے ایمان والو! (میرے حبیب ﷺ سے کلام کرتے وقت) مت کہو ''راعنا'' بلکہ کہو ''انظرنا'' اور (ان کی بات پہلے ہی) غور سے سنا کرو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے٥

سورۃ البقرہ:104

اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (ﷺ) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا کچا ہے۔ فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا یقین رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور یقین

کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے
جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ
کے رسول (ﷺ) کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے o
سورۃ التوبہ :61

(اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے
بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں
دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے۔ سورۃ التوبہ :66
بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
(ﷺ) کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں
بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے
رسوا کن عذاب o سورۃ الاحزاب۔ :57
حکم ملا (اے بے حیا!) نکل جا جنت سے بیشک تو پھٹکارا گیا o
سورۃ ص :77

اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی (ﷺ) کی
آواز سے اور نہ زور سے آپ (ﷺ) کے ساتھ بات کیا کرو
جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو۔ (اس
بے ادبی سے) کہیں ضائع نہ ہو جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں
خبر تک نہ ہو o الحجرات :2

سورۃ الفرقان

اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ الفرقان:8

یا (ایسا کیوں نہ ہوا) کہ اتارا جاتا اس کی طرف خزانہ یا (کم از کم) اس کا ایک باغ ہی ہوتا، کھایا کرتا اس (کی آمدنی) سے اور ان ظالموں نے (یہاں تک) کہہ دیا کہ تم پیروی نہیں کر رہے ہو مگر ایک ایسے شخص کی جس پر جادو کیا گیا ہے ○

کفار مکہ کے سردار لوگوں کو کہتے یہ کیسے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہوتا کہ اس کے پاس زر و جواہرات کا خزانہ ہوتا، خود بھی آرام و راحت سے زندگی بسر کرتا اور اپنے ماننے والوں کو بھی فکر روزگار سے آزاد کر دیتا یا اِس کا ایک باغ ہی ہوتا جس کی آمدنی سے یہ اپنا وقت عزت و آرام سے گزارتا اور غربت و تنگدستی سے پریشان نہ ہونا پڑتا۔ آخر میں کہتے کہ اس پر جادو کر دیا گیا ہے، اس لیے تو یہ (معاذ اللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔ کفار مسلمانوں کو طعنے دیتے کہ یہ تمہارا رسول (ﷺ) جس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ تم ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے اور اس کی عقل کا توازن برقرار نہیں رہا۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح بھی یہاں حصول برکت کے لیے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ ارشاد رب العالمین ہے۔

ملاحظہ تو کیجیے کیسے بیان کرتے ہیں آپ (ﷺ) کے متعلق طرح طرح کی مثالیں سو وہ (اس بے ادبی کے باعث) گمراہ ہو گئے۔ پس وہ راہ نہیں پا سکتے ○ الفرقان:9

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان کور باطنوں کے پاس وہ آنکھ کہاں جو نور محمدی ﷺ کو دیکھ سکے، ان کے بشری حواس بھی کفر و شرک کے تعفن کے باعث ایسے ماؤف ہو چکے ہیں کہ بشریت کاملہ کے اس مرقعۂ زیبا اور پیکر حسن و جمال کی رعنائیوں کو بھی دیکھنے سے یہ لوگ قاصر ہیں۔ ان کی کوتاہ بینی صرف بازاروں میں اس کا چلنا دیکھ سکی لیکن عرش کی بلندیوں پر اس کا محو خرامِ ناز ہونا انہیں دکھائی نہ دے سکا۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی فرشتہ نہیں ہوتا۔ فرشتوں کے سردار تو اس کی رکاب تھامنے اور باگ پکڑنے کو اپنے لیے باعث عز و افتخار سمجھتے ہیں۔ اسے تو ہر وقت میری معیت حاصل ہے جو فرشتوں کا خالق و مالک ہوں۔ ''فانّك باعيننا تو ہماری قدرت کی نگاہوں میں بس رہا ہے'' کی شان سے وہ بے خبر ہیں۔ وہ یہی دیکھتے رہے کہ یہ پھٹے پرانے کپڑے زیب تن فرماتا ہے۔ اس کے ہاں اکثر جو کی روٹی پکتی ہے۔ بلکہ کئی کئی ماہ تک اس کے ہاں چولہا ہی گرم نہیں ہوتا، اس سے انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ مفلس ہے، نادار ہے۔ لیکن انہوں نے ''انّا اعطيناك الكوثر بے شک ہم نے آپ کو (جو کچھ عطا کیا) بے حد و بے حساب عطا کیا'' پر غور کرنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ انہوں نے میرے محبوب ﷺ کی یہ بات سننے سے کان بند کر لیے ''أُعطيتُ مفاتيحَ خزائنِ الارض مجھے ساری زمین کے سارے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں۔'' (بخاری شریف) دنیا اور دنیا کی متاعِ فانی کو اس نے اپنے دامن استغناء سے گرد کی طرح جھاڑ دیا ہے۔ اس کی نگاہِ مازاغ کو تو حوروں کا حسن، جنت کی بہاریں، عرش و کرسی کی عظمتیں اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں۔ وہ تو میرے حسن حقیقی کے مشاہدہ میں نعمت استغراق سے سرشار ہے اور کافر اپنی نادانی اور کم ظرفی کے باعث یہ سمجھنے لگے ہیں کہ مفلس ہے،

نادار ہے۔انہیں کیا معلوم ع

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

وہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی باغ نہیں۔ کتنے نادان ہیں یہ کہنے والے! یہ سارا گلشن عالم اس کا ہے۔فردوس بریں کے درودیوار، قصور واشجار پر اس کا نام نقش ہے۔ یعنی جنت الفردوس میں سب محلات کی دیواروں اور دروازوں پر اور جنت الفردوس کے خوبصورت درختوں کے پتوں پر اس کا نام لکھا ہوا ہے۔اَے محبوب ﷺ تیرے مقام کو نہ پہچان کر تیری عظمت سے بے خبر رہ کر، تیری شان کا انکار کر کے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔کاش انہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل نصیب ہوتا تو انہیں تیرے حسن سرمدی اور تیری محبوبیت کا پتہ چلتا۔بارگاہِ رسالت ﷺ کا شاعر مسجد نبوی میں منبر پر کھڑا ہوا، کچھ کہہ رہا ہے، ذرا اسے سنو تو۔

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ ۔۔۔ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِالنِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّكَ قَدْخُلِقْتَ كَمَاتَشَاءُ

میری آنکھ نے اے محبوب کریم (ﷺ) کہیں بھی اور کبھی بھی آپ (ﷺ) سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا اور کسی عورت نے کسی زمانہ میں آپ (ﷺ) سے زیادہ حسین وجمیل بچہ نہیں جنا۔ پیدا کرنے والے نے آپ (ﷺ) کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) کی تخلیق اس طرح کی گئی ہے جیسے آپ (ﷺ) کی مرضی تھی۔

اور یہی حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے موقع پر یوں حقیقت کی ترجمانی

کرتے ہیں:

لَهٗ هِمَمٌ لَامُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

آپ (ﷺ) کے بڑے بڑے حوصلوں اور ہمتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے
آپ (ﷺ) کا سب سے چھوٹا حوصلہ زمانے سے بھی بزرگ تر ہے۔

لیکن نہ وہ عشق و محبت کی راہ پر چلے اور نہ انہیں تیری معرفت نصیب ہوئی وہ بدنصیب اعتراضات اور الزامات کے خارزاروں میں ہی سر پٹخ پٹخ کر رہ گئے۔ اسی لیے تو کبھی کہتے ہیں کہ جادُوگر ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ نہیں اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں خود کلام گھڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ کبھی کہتے ہیں بہت سے لوگ اس کی امداد کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں شاعر ہے۔ غرضیکہ کوئی بات بن نہیں آتی۔ کہیں قدم نہیں جمتے۔ یوں ہی واہی تباہی بک رہے ہیں۔ حقیقت کا راستہ گم کر بیٹھے ہیں اور ظن و تخمین کے ریگزاروں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

منکرین خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کو دوست بنانے کا انجام کیا ہوگا ؟

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ الفرقان: 27 تا 29

اور اس روز ظالم (فرط ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول (ﷺ) کی معیت میں (نجات کا) راستہ ۝ ہائے افسوس! کاش نہ بنایا ہوتا

میں نے فلاں کو اپنا دوست ○ واقعی اس نے بہکا دیا مجھے اس قرآن
پاک سے اس کے میرے پاس آجانے کے بعد، اور شیطان
تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑنے
والا ہے ○

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ عُقبہ بن ابی مُعَیط جب کبھی سفر سے واپس آتا تو دعوتِ عام کرتا جس میں اہل مکہ شریک ہوتے۔ یہ اکثر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضور ﷺ کی باتیں سنتا اور انہیں پسند کرتا۔ ایک دفعہ وہ سفر سے واپس آیا تو اس نے حسب دستور دعوت عام کا اہتمام کیا اور حضور ﷺ کو بھی دعوت دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تک تو مشرف باسلام نہ ہو، میں تیری دعوت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ابی بن خلف سے عقبہ کا بڑا یارانہ تھا اس نے سنا تو آ کر کہا کہ اے عقبہ سنا ہے تم مرتد ہو گئے ہو۔ اس نے کہا ہرگز نہیں، میں نے محض ایک غرض کے لیے اسلام کا اظہار کیا ہے۔ ابی کہنے لگا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا، جب تک تو اس کے پاس جا کر ایسی ایسی گستاخیاں نہ کرے۔ عقبہ اپنے یار کو خوش کرنے کے لیے حضور ﷺ کے پاس گیا اور وہ ساری گستاخیاں کیں جن کی فرمائش اس کے یار نے کی تھی۔ یہاں تک کہ اس بدبخت نے حضور ﷺ کے رُخِ انور پر تھوکنے کی ناکام کوشش بھی کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی تھوک کو آگ کا انگارا بنا کر لوٹایا اور اس کے منہ پر دے مارا جس سے اس کا منہ جل گیا اور مرتے دم تک گالوں پر داغ رہا۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ جب سرزمین مکہ سے باہر تیری ملاقات ہوگی تو ''علوت راسك بالسيف تیرا سر تلوار سے

اُڑادوں گا''۔ یہ بات اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہوگئی۔ کئی سال بعد جب اہل مکہ بدر کی طرف جانے لگے تو اس نے پہلوتہی کرنا چاہی اور کہا کہ تمہیں معلوم ہے اس شخص نے مجھے جو دھمکی دی تھی اور جو بات اس کے منہ سے نکلتی ہے پوری ہو کر رہتی ہے۔ مجھے یہیں رہنے دو۔ انہوں نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو۔ پہلے تو اس کے غالب آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بفرض محال کوئی ایسی صورت پیش آ بھی گئی تو تمہارے پاس تیز رفتار سرخ اونٹ ہے تم اس پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگ جانا چنانچہ اسے اپنی بدبختی وہاں لے گئی۔ کفر کو شکست ہوئی، یہ اپنے سرخ اونٹ کو لے کر بھاگا۔ لیکن وادیوں کے پیچ وخم میں الجھ کر رہ گیا اور اسے گرفتار کرلیا گیا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے حکم سے سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے اس کا سر قلم کردیا۔ قیامت کے روز جب یہ قبر سے اٹھے گا تو اس کی حسرت وندامت کی یہ حالت ہوگی جو ان آیات میں مذکور ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہر اس بدبخت اور بدنصیب کا یہی حال ہوگا جو اس قسم کی روش اختیار کرے گا۔ حضور ﷺ کی سنگت کو چھوڑ کر غیروں کی دوستی کا دم بھرے گا۔ بارگاہِ رسالت ﷺ میں گستاخی کرکے اپنے شیطانوں کو راضی کرنا چاہے گا۔ یہ سب ندامت سے اپنے ہونٹ چبائیں گے اور اپنے ہاتھ کاٹیں گے اور اپنی نالائقی اور کج فہمی پر پھٹکار بھیجیں گے۔ انسان کو دوست بناتے وقت اچھی طرح دیکھنا چاہیے کہ کسی ایسے شخص کو دوست نہ بنالے جو اسے ابدی ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے نیک اور صالح دوست منتخب کرنے کی اور بدکار لوگوں کی دوستی سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قال رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلّم المرء علیٰ دین خلیله فلینظر من یخالل حضور

ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس ہر شخص کو چاہیے کہ وہ خوب غور کرے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "المرءُ مع من احبّ کہ انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کی محبت ہوگی"۔ اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستی اور محبت کا رشتہ استوار کرے۔ فساق وفجار اور بدعقیدہ لوگوں کی صحبت سے دور بھاگے۔ مبادا ان کے برے اعمال اور گمراہ کن عقائد اسے بھی لے ڈوبیں۔

"اور شیطان تو ہمیشہ سے انسان کو (مشکل کے وقت) بے یارومددگار چھوڑنے والا ہے" ہر شیطان خواہ وہ انسان ہو یا جن، اس کا شیوہ ہے کہ پہلے طرح طرح کے چکمے دے کر نافرمانی پر اکساتا ہے، بڑے دلفریب سبز باغ دکھاتا ہے اور لحہ بہ لحہ انسان کو اپنے پیارے رَب تعالیٰ سے دور کرتا چلا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی قسمیں اُٹھا اُٹھا کر اپنی دوستی اور وفاداری کا یقین دلاتا رہتا ہے کہ آپ بے خوف وخطر یہ کام کرتے جائیں اور کسی قسم کا فکر واندیشہ نہ کریں۔ پہلے تو یہ راہ ہی ہر خطرے سے محفوظ ہے اور اگر بفرض محال کوئی خطرہ پیش آ بھی گیا، کسی مصیبت نے راستہ روک بھی لیا تو میں جان کی بازی لگادوں گا اور تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہونے دوں گا۔ لیکن جب ان بدکرداریوں کا انجام کسی لاعلاج بیماری، کسی تباہ کن معاشی بدحالی یا کسی ناقابل برداشت مصیبت میں رونما ہوتا ہے تو یہ شیطان بالکل آنکھیں پھیر کر الگ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کن کی پیروی سے منع فرمایا ہے ؟ جواب اس آیت کریمہ میں

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝

الفرقان:52

پس کافروں کی پیروی مت کرو اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو ان کا قرآن پاک (کی دلیلوں) سے o

یہاں صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ کئی دوسرے مقامات کی طرح یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے کافروں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا انکار کرنے والوں کی پیروی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اب ہم اپنے حال پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ اس ارشاد خداوند تعالیٰ پر ہم کس قدر عمل پیرا ہیں ؟

سورۃ الشعراء

اب سورۃ الشعراء سے وہ آیات مقدسہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ خیر کیا کہ انہوں نے کس کس طرح اپنی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایا اور ''اپنی اطاعت'' کا انہیں حکم دیا۔ یہاں پر غور طلب نقطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اُن انبیاء علیہم السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو بلکہ ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو، میری اطاعت کرو۔ آیئے سورۃ الشعراء کی اِن آیات مبارکہ کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کی روشنی میں ہمارے عقائد مزید پختہ ہوں۔ آمین ثم آمین

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ o الشعراء: 108

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو o

سورۃ الشعراء کے 2 تا 4 رکوع میں حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام

اور 5ویں رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی قوم کے ذکر کے بعد آیت نمبر 105 سے اس کا چھٹا رکوع شروع ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا، اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔

جھٹلایا قومِ نوح (علیہ السلام) نے (اللہ تعالیٰ کے) رسولوں کو جب کہا انہیں ان کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے کیا تم ڈرتے نہیں ہوo بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوںo پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کروo اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجرت۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہےo 105 تا 110

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِo الشعراء: 110

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کروo

اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے رئیسوں نے کہا

قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَo الشعراء: 111

انہوں نے کہا کیا ہم (قوم کے رئیس) ایمان لائیں تجھ پر حالانکہ تمہاری پیروی صرف گھٹیا لوگ کر رہے ہیںo

آپ کی قوم کے وہ امیر لوگ کہنے لگے آپ پر ایمان لانے والے سب کے سب ایسے لوگ ہیں جو خاندانی لحاظ سے بڑے گھٹیا ہیں۔ مالی لحاظ سے بڑے مفلس اور کنگال ہیں۔ معاشرے میں انہیں کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ ایسے کمین اور پسماندہ لوگوں کے پیشوا پر ایمان لا کر ہم اپنی جگ ہنسائی کا سامان نہیں کر سکتے۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان ناداروں کو اپنے پاس سے اٹھادو تب ہم آپ کے پاس آسکتے ہیں۔ان کے پہلو بہ پہلو بیٹھنا ہمارے لیے ننگ و عار ہے۔آپ نے انہیں جواب دیا کہ میں ان لوگوں کو جو دولت ایمان سے مالا مال ہیں، اپنی محفل سے نہیں نکال سکتا۔تمہارے نزدیک عزوشرف کا معیار دولت کی کثرت ہے تو ہوا کرے، میرے نزدیک ایمان سے گراں بہا اور عزیز تر متاع کوئی نہیں۔ کفار مکہ حضور ﷺ سے بھی اسی قسم کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔

اب اس کے بعد ساتویں رکوع میں حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی قومِ عاد کا ذکر ہے۔یہاں پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

جھٹلایا عاد نے (اپنے) رسولوں کو o جب فرمایا انہیں ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے o بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں o پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو o 123 تا 126

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ o الشعراء: 126

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو o

اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس (خدمت) کا کوئی صلہ۔ میرا اجر تو اس پر ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے o کیا تم تعمیر کرتے ہو ہر اونچے مقام پر ایک یادگار بے فائدہ o اور اپنی رہائش کے لیے بناتے ہو مضبوط محلات اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے o اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑے ظالم و بے

دردبن کر گرفت کرتے ہو o پس (اب تو) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
میری اطاعت کرو o 127 تا 131

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ o الشعراء: 131

پس (اب تو) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو o

''بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں'' آپ یعنی حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی صداقت کے لیے اپنی گذشتہ زندگی کو بطور گواہ پیش کیا۔ جب کل تک میرا دامن ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رہا۔ تم خود میری اخلاقی برتری اور دیانت کو تسلیم کرتے رہے ہو، میں ایک رات میں بدل تو نہیں گیا۔ حسبِ سابق آج بھی تم سے سچی بات کہہ رہا ہوں اور تمہاری بھلائی ہی میرے پیش نظر ہے۔ یہ وعظ و نصیحت میں نے پیشہ کے طور پر اختیار نہیں کیا کہ تم سے اجرت یا حق الخدمت لیا کروں۔ میری اس محنت اور اخلاص کی قدر فرمانے والا رب العٰلمین ہے۔

''کیا تم تعمیر کرتے ہو ہر اونچے مقام پر ایک یادگار بے فائدہ'' ان کا دستور تھا جہاں کہیں اونچا ٹیلہ نظر آیا وہاں بطور یادگار کوئی عمارت تعمیر کر دی تا کہ ان کا نام زندہ رہے۔ نیز وہ اپنی رہائش کے لیے بڑی بڑی کشادہ حویلیاں اور شاندار محلات تعمیر کرتے اور ان کی مضبوطی اور زیب و زینت پر پانی کی طرح سرمایہ بہاتے۔ حضرت ہود علیہ السلام ان دونوں باتوں پر انہیں سرزنش کر رہے ہیں۔ یعنی ایسی یادگاریں بنانا اور ان پر زر کثیر صرف کرنا جن کا کوئی فائدہ نہ ہو قطعاً قرین دانشمندی نہیں۔ اور اسی طرح ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے شوق میں اونچے اونچے محل تعمیر کرنا اور اپنی امارت کی نمائش کے لیے ان پر دولت صرف کرنا بڑی نامعقول حرکت ہے۔ اگر تمہارے پاس

دولت کی فراوانی ہے تو اس سے اپنے نادار اور غریب پڑوسیوں اور ہم وطنوں کی خدمت کرو۔ ان کے لیے رہائش کے سامان فراہم کرو۔ اسی میں تمہاری فلاحِ دارین ہے۔ تم ان مکانوں میں ہمیشہ نہیں رہو گے بلکہ تمہیں ایک نہ ایک دن یقیناً یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ جب موت کی اٹل گھڑی آ پہنچے گی تو ان مکانوں کو چھوڑتے ہوئے تمہیں بڑا دُکھ ہوگا۔ اِن شاندار اور فلک بوس محلات کو دیکھ کر تمہارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے رہائشی مکانات پر تکلف بنانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا تو غریب الوطن ہے یا راہ رو مسافر، اور اپنے آپ کو اصحاب قبور سے شمار کر۔ (رواہ البخاری)

''اور جب تم کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑے ظالم و بے درد بن کر گرفت کرتے ہو'' ایک طرف تو ان کی دریا دلی کا یہ حال کہ بے مصرف یادگاریں، وسیع حویلیاں اور شاندار مکانات تعمیر کرنے میں بے دریغ دولت صرف کرتے اور دوسری طرف ان کی سنگدلی کا یہ عالم کہ ان کی زد سے نہ اپنے محفوظ تھے نہ بیگانے۔ جو قابو میں آ گیا تیغ جفا سے اس کا کام تمام کر دیا۔ کسی سے کوئی ناپسندیدہ حرکت سرزد ہو گئی تو وہ خونخوار بھیڑیے کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ بڑی بے رحمی سے گرفت کرتے تھے۔ اتنے آتشیں مزاج تھے اور طبیعتوں میں انتقام کا جذبہ اتنا شدید تھا کہ گویا رحم و کرم، عفو و درگزر کا انہوں نے کبھی نام بھی نہیں سنا۔ جبار اس متکبر کو کہتے ہیں جس کے دل میں کسی کے لیے رحم کا جذبہ نہ پایا جائے۔ قرآنِ کریم نے ان کے جو اطوار بیان کیے ہیں ان کے آئینے میں آپ ان کے کردار اور معاشرے کے خدوخال کو بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔

اپنی نمود و نمائش پر جب خرچ کرنے کا موقع آتا ہے تو خزانوں کے مُنہ کھول دیتے ہیں لیکن کسی دردمند کو دیکھ کر کسی خستہ حال کو دیکھ کر ان کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو یہ ناممکن ہے۔ جاہ پسند، دنیا پرست قوموں میں یہی قدرِ مشترک ہے۔

''پس (اب تو) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' ان کی خرابیوں کا ذکر فرمانے کے بعد حضرت ہود علیہ السلام انہیں خدا تعالیٰ کا خوف دلاتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا غضب جوش میں آئے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔ اور اپنی اطاعت و پیروی کا حکم دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نجات کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کا دامن پکڑ لیں اور ان کے نقش قدم کو اپنا خضر راہ بنائیں۔

اب آٹھویں رکوع میں قومِ ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے۔

جب کہا انہیں انکے بھائی صالح (علیہ السلام) نے کیا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتے o میں تمہارے لیے رسول امین ہوں o سو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری پیروی کرو o 141 تا 144

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ o الشعراء: 144

سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو o

اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی معاوضہ۔ میرا معاوضہ تو ربّ العٰلمین کے ذمہ ہے o کیا تمہیں رہنے دیا جائے گا اس (عیش و طرب) میں جس میں تم یہاں ہو امن سے o ان باغات میں اور چشموں میں o اور (شاداب) کھیتوں میں اور کھجور کے درختوں میں جن کے شگوفے بڑے نرم و نازک ہیں o اور تراشتے

رہو گے پہاڑوں میں گھر ماہر (سنگتراش) بنتے ہوئےo پس
ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میرا اتباع کروo 145 تا 150

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِo الشعراء: 150
پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا اتباع کروo

وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَo الشعراء: 151
اور نہ پیروی کرو حد سے بڑھنے والوں کے حکم کیo

آپ علیہ السلام نے ان کے سیاسی لیڈروں پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا یہ تو مفسد لوگ ہیں، ان سے بھلائی کی کوئی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ سے لڑا کر تماشا دیکھتے ہیں۔ غریبوں اور کمزوروں پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ ایسے بگڑے ہوئے لوگ اس قابل نہیں کہ قوم کی قیادت کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں رہنے دی جائے ورنہ وہ تمہارا بیڑا غرق کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ میں تمہیں ہدایت اور سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔

اس کے بعد اب نویں رکوع میں حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر ہے۔

جھٹلایا قوم لوط نے اپنے رسولوں کوo جب کہا ان سے ان کے
بھائی لوط (علیہ السلام) نے، کیا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتےo
بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوںo پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو
اور میری اطاعت کروo 160 تا 163

آپ علیہ السلام کا انداز تبلیغ بالکل وہی ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کا تھا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۝ الشعراء: 163

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۝

اب دسویں رکوع میں حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل ایکہ کا ذکر ہے۔

یہاں پر بھی بالکل پہلے کی طرح ہے۔

جھٹلایا اہل ایکہ نے بھی (اپنے) رسولوں کو۝ جب فرمایا انہیں شعیب (علیہ السلام) نے کیا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتے۝ بیشک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۝ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۝ اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی اجر۔ میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے۝ پورا کیا کرو ناپ اور نہ ہو جاؤ کم ناپنے والوں سے۝ اور وزن کیا کرو صحیح ترازو سے۝ اور نہ کم دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں، اور نہ پھرا کرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۝ اور ڈرو اس سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور (تم سے) پہلی مخلوق کو۝ انہوں نے (جھلا کر) کہا تم تو ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۝ اور نہیں ہو تم مگر ایک بشر ہماری مانند اور ہم تو تمہارے متعلق یہ خیال کر رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۝ (ہم تمہاری بات نہیں مانتے) لو گرا دو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگر تم راست بازوں میں سے ہو۝ 176 تا 187

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۝ الشعراء: 179

پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری پیروی کرو o

اس قوم کی ساری معاشی خوشحالی کا انحصار ان کی بے ایمانیوں اور دھوکہ بازیوں پر تھا۔ وہ اتنے بھلے مانس کب تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کران سے باز آجاتے۔ انہوں نے اپنی غلطی کو غلطی ماننے سے ہی انکار کر دیا اور اس کی اصلاح کی طرف توجّہ کرنا ہی مناسب نہ سمجھا۔ اُلٹا حضرت شعیب علیہ السلام پر الزام لگادیا کہ تم پر کسی' نے جادو کر دیا ہے جبھی تو تم ہمیں ایسے مشورے دے رہے ہو جن پر ہم اگر عمل کریں تو یہ تجارت کی گہما گہمی یا دولت وثروت کی فراوانی سب کی سب یکدم ختم ہو جائے۔ کوئی ذی شعور آدمی اپنی قوم کو ایسا مشورہ نہیں دے سکتا۔ جو اس کی اقتصادی تباہی کا سبب بنے۔ اے شعیب (علیہ السلام) یقیناً تمہارا دماغ کام نہیں کر رہا۔ پہلے اپنا علاج کراؤ، پھر آ کر ہمیں نصیحت کرنا۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ o الشعراء: 215

اور آپ (ﷺ) نیچے کیا کیجیے اپنے پروں کو ان لوگوں کے لیے جو آپ (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں اہل ایمان سے o

بمطابق موضوع اس آیت کریمہ میں بھی پیروی کا ذکر آیا ہے اس لیے یہاں پر اس کی تشریح بھی نقل کیے دیتا ہوں جو یقیناً ایمان کی پختگی کا سبب ہوگی۔

اہل ایمان کے ساتھ کریمانہ اور مشفقانہ سلوک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے اور نرمی کا برتاؤ کیجیے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ

مقامِ محبوبیت کی رفعتوں میں ہی محو پرواز رہتے تو خاک نشین اس دامن رحمت کا سہارا کیسے لے سکتے وہ اس چشمہ فیض سے اپنی تشنہ لبی کا درماں کیونکر کر سکتے۔ فرمایا اپنے پروں کو نیچے کرو تاکہ تیری ردائے رحمۃ للعالمینی کا سایہ ان کے سروں پر بھی پڑے۔ راعی اپنے ریوڑ کی کمزور اور لاغر بکریوں کو پیچھے چھوڑ کر چلا نہیں جاتا۔ تیز رفتار قائد کو اپنے ضعیف اور سست رو ساتھیوں کا لحاظ رکھنا ہی پڑتا ہے۔

سورۃ القصص

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ القصص:47

کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت ان اعمال کے باعث جو انہوں نے کیے ہیں تو وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! کیوں نہ بھیجا تو نے ہماری طرف کوئی رسول تاکہ ہم پیروی کرتے تیری آیات کی اور ہم ہو جاتے ایمان لانے والوں سے○

اس آیت مبارکہ میں بھی پیروی کرنے کا ذکر ہے، جو کہ ہمارے موضوع کے مطابق ہے۔ اور اس آیت مقدسہ میں حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب کفار مکہ کو آخرت میں ان کے شرک و کفر کی وجہ سے عذاب دیا جائے تو وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس تو کوئی رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہی نہیں تھا۔ جس کی ہم اطاعت و پیروی کرتے، اس لیے ہم شرک و کفر میں مبتلا رہے۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ لہٰذا ہم اس عذاب کے مستحق نہیں ہیں۔

ہدایت کی اطاعت اور پیروی کا حکم فرمایا جارہا ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ سراپا ہدایت ہیں اور آپ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑنے والے کبھی ہدایت پا ہی نہیں سکتے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ، وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ○ القصص:50,49

آپ (ﷺ) فرمایئے! تم لے آؤ کوئی کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو زیادہ ہدایت بخش ہو ان دونوں (قرآن وتورات) سے تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہوئے○ پس اگر وہ قبول نہ کریں آپ (ﷺ) کے اس ارشاد کو تو جان لو کہ وہ صرف اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں، اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر، بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم لوگوں کو○

جب کفار کا انکار شدت اختیار کر گیا اور وہ کسی طرح ایمان لانے پر آمادہ نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ انہیں یہ کہیں کہ قرآن مجید فرقان حمید اور تورات مقدس دونوں کا تم انکار کرتے ہو، اب تم کوئی ایسی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے آؤ جو قرآن کریم اور تورات مقدس سے زیادہ ہدایت بخش ہو مجھے کوئی

ضد نہیں۔ میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا۔ میں تمہارے خلاف کوئی محاذ قائم کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقصد وحید تو صرف یہ ہے کہ ہدایت کا نور پھیلے اور جہالت کافور ہو اور تم کوئی ایسی کتاب اگر لا سکتے ہو تو لے آؤ میں بسر و چشم اس کو ماننے کے لیے اور اس کے احکام بجا لانے کے لیے تیار ہوں۔

اس کے بعد اشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے حبیب (ﷺ)! اگر یہ لوگ آپ (ﷺ) کی اس پیشکش کو بھی قبول نہ کریں تو پھر آپ (ﷺ) کو یقین ہو جانا چاہیے کہ ان کا حق سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ان کے دلوں میں حق کی طلب ہے۔ یہ محض اپنی خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں۔ ان کے سامنے ہزاروں معجزے بھی پیش کیے جائیں تو یہ اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اور بندگان نفس اگر آپ (ﷺ) پر ایمان نہ لائیں تو آپ (ﷺ) رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوا کریں۔

''اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پیروی کرتا ہے اپنی خواہش کی'' ان لوگوں سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنی باگ دوڑ اپنے نفس کے ہاتھ میں دے دی ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ترجمہ: کہ تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہر خواہش میرے حکم کی تابع نہ ہو جائے۔ (قرطبی)

احمق لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی اتباع کریں تو!

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ

رِزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ القصص: 57

اور انہوں نے کہا اگر ہم اتباع کریں ہدایت کا آپ (ﷺ) کی
معیت میں تو ہمیں اُچک لیا جائے گا ہمارے ملک سے۔ کیا ہم
نے بسا نہیں دیا انہیں حرم میں جو امن والا ہے کھچے چلے آتے ہیں
اِس کی طرف ہر قسم کے پھل یہ رزق ہے ہماری طرف سے لیکن
ان کی اکثریت کچھ نہیں جانتی ○

کفار کا ایک اور عذر لنگ پیش کر کے اس کا رد کیا جا رہا ہے کہ جب ہر طرح سے لاجواب ہو جاتے تو کہتے آپ (ﷺ) کی باتیں سچی ہیں، آپ (ﷺ) کا دین بھی برحق ہے اور یہ کتاب بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن ذرا آپ (ﷺ) یہ بھی سوچیں کہ ہمارے اردگرد بسنے والے سارے قبیلے مشرک ہیں۔ اگر ہم آپ (ﷺ) کا دین قبول کر لیں تو وہ اکٹھے ہو کر ہم پر دھاوا بول دیں گے اور ہمیں اس زمین سے اس طرح اُچک کر لے جائیں گے جس طرح باز چڑیا کو جھپٹ لیتا ہے۔ ہم اپنی بقا اور سلامتی کے لیے مجبور ہیں کہ اپنے پرانے مذہب پر چلتے رہیں۔ سر دست آپ (ﷺ) کا دین قبول کرنا مصلحت کے خلاف ہے اس لیے آپ (ﷺ) ہمیں زیادہ تنگ نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ یہ سارے خطرات فرضی ہیں۔ ہم نے تم کو اپنے حرمِ پاک کی ہمسائیگی اور پاسبانی کا شرف بخشا ہے۔ اس حرمِ پاک کے احترام کی وجہ سے کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا، لوگ اپنے باپ کے قاتل کو بھی یہاں دیکھ کر اس سے آنکھ پھیر لیتے ہیں۔ کسی کی کیا مجال کہ تم اسلام قبول کر لو اور وہ تم پر حملہ کر کے تمہاری تکا بوٹی کر دے بلکہ دوسرے قبائل تو اس انتظار میں ہیں کہ تم پیغمبر

اسلام (ﷺ) کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ اگر تم آج اسلام قبول کرلو تو سورج غروب ہونے سے پہلے فوج درفوج لوگ اسلام کے حلقہ بگوش بن جائیں۔ تمہارا یہ کہنا محض بہانہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اگر تمہیں یہ خدشہ ہے کہ اسلام لانے کی صورت میں مشرک قبائل تمہارا اقتصادی بائیکاٹ کردیں گے تو یہ بھی درست نہیں، ذرا غور تو کرو مکۃ المکرمہ اور اس کا گردونواح ریگستان ہے۔ یہاں معمولی کھیتی باڑی بھی نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود دنیا بھر کے پھلوں سے تمہارے بازار بھرے پڑے ہیں۔ اس حرمِ پاک کے زیرسایہ جو امن وعافیت تمہیں حاصل ہے اور جس کثرت سے پھل تمہاری طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ اس کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ تم خود سوچو اگر کفر کی حالت میں تمہیں اپنی عنایات سے محروم نہیں کیا تو اگر تم اسلام لاؤ گے تو کیا اس کی رحمت یہ گوارا کرے گی کہ لوگ تم پر ہلہ بول کر تمہیں تباہ کردیں یا رزق کے دروازے بند کردیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِس ہر چیز کی فراوانی میں تمہاری کسی تدبیر اور منصوبہ بندی کا کوئی دخل نہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہاں کعبہ بنانے کا حکم ہی نہ دیا جاتا بلکہ کوئی اور جگہ منتخب کی جاتی یا اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس کی خدمت پر مقرر نہ کیا جاتا بلکہ حضرت اسحاق علیہ السلام یا کسی اور کو منتخب کیا جاتا تو پھر کیا یہ مرکزیت، یہ معاشی خوشحالی جو آج تمہیں نصیب ہے تمہیں میسر ہوتی ہرگز نہیں۔ یہ سب کچھ ہم نے بہم پہنچایا ہے اور تم پر لازم ہے کہ ہماری بات مانو اور اس دین رشد وہدایت کو مزید کسی تذبذب کے بغیر فوراً قبول کرلو ورنہ پچھتاؤ گے۔

اکثر لوگ اپنے خودساختہ اندیشوں میں گھلے جارہے ہیں اور یہ حقیقت ان کی

آنکھوں سے مستور رہتی ہے کہ عزت وعافیت بخشنے والا پاکیزہ اور فراخ رزق عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

اس میں مسلم حکومتوں اور مجالس قانون ساز کے ارکان کو ہدایت کی جارہی ہے کہ تم دین اسلام کے احکام وقوانین سے اس لیے گھبراتے ہو کہ لوگ تمہیں پسماندہ اور رجعت پسند کہیں گے۔ بڑی بڑی حکومتیں تمہاری اقتصادی اعانت سے دست کش ہوجائیں گی تو ان کو راضی کرنے کی سعی لاحاصل میں اپنے پروردگار کو ناراض نہ کرو، اس کو راضی رکھو، اس کے احکام بجالاؤ۔ وہ خود تمہاری پاسبانی کرے گا اور خود تمہاری معاشی خوشحالی کے سامان فراہم کردے گا۔

سورۃ العنکبوت

اطاعت سے کب منع کیا گیا ؟ جواب اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَاتُطِعْهُمَا ۖ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَاكُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ العنکبوت: 8

اور ہم نے حکم دیا انسان کو کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنائے کسی کو میرا جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں تو (اس بات میں) ان کی اطاعت نہ کر میری طرف ہی تمہیں لوٹنا ہے پھر میں آگاہ کروں گا تمہیں ان اعمال سے جو تم کیا کرتے تھے۝

قرآن حکیم میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، ان کی

خدمت ودلجوئی میں کوشاں رہنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے جس طرح متعدد مقامات پر اس کا تفصیل سے ذکر ہوا ہے یہاں پھر اس ارشاد گرامی کو دہرایا جا رہا ہے۔

یہاں پر والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرنے کے بعد یہ امر بھی واضح کر دیا کہ اگر والدین بھی شرک کا حکم دیں تو یہ حکم ان کا بھی نہ مانا جائے۔ یہ درست ہے کہ ماں باپ کے بڑے حقوق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حق دنیا بھر کے حقداروں کے حقوق سے اعلیٰ وارفع ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت مقدسہ میرے حق میں نازل ہوئی۔ میں اپنی ماں کا بڑا فرمانبردار اور خدمت گزار تھا۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میری ماں نے کہا یا تو تم اپنے نئے دین کو چھوڑ دو ورنہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی اور اسی طرح بھوکی پیاسی مرجاؤں گی۔ پھر لوگ تمہیں یہ کہہ کر عار دلائیں گے یـا قـاتـل امّـہٖ اے اپنی ماں کے قاتل۔ دو دن تو میں نے انتظار کیا کہ جب اسے بھوک تنگ کرے گی خود بخود کھانا کھالے گی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ضد پر قائم ہے تو میں نے اس کو صاف الفاظ میں بتا دیا۔ اے ماں اگر ایک کی بجائے تیری سو جانیں ہوں اور بھوک کی وجہ سے وہ ایک ایک کر کے بھی نکل جائیں تب بھی میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے میرا یہ عزمِ مصمم دیکھا تو کھانا پینا شروع کر دیا۔

سورۃ الروم

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ الروم:29

بلکہ پیروی کرتے رہے ظالم اپنی (نفسانی) خواہشات کی بغیر کسی

دلیل کے پس کون ہدایت دے سکتا ہے جسے (پیہم نافرمانی کے
باعث) اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اور ان لوگوں کا کوئی مددگار نہیں o

یہ لوگ نہ خود عقل سے کام لیتے ہیں اور نہ کسی خیر خواہ کی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ جہالت و بے خبری کے گھپ اندھیروں میں اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے سرپٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ایسے ہٹ دھرم اور کور ذوق لوگ قطعاً اس کے مستحق نہیں کہ ہدایت کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے جائیں۔ پیہم نافرمانی اور مسلسل سرکشی کے باعث انہوں نے ہدایت پذیری کی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے اور توفیق الٰہی سے وہ محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اب انہیں راہ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔

سورۃ لقمان

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o

لقمان: 15

اور اگر وہ دباؤ ڈالیں تم پر کہ تو میرا شریک ٹھہرائے اس کو جس کا تجھے علم تک نہیں، تو ان کا یہ کہنا نہ مان البتہ گزارا کر وان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے اور پیروی کرو اس کے راستہ کی جو میری طرف مائل ہوا پھر میری ہی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ پس میں آگاہ کروں گا تمہیں ان کاموں سے جو تم کیا کرتے تھے o

والدین کی اطاعت کا بار بار تاکیدی حکم قرآن کریم میں دیا گیا۔ اس سے یہ

غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ والدین کا ہر حکم ماننا اور ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ شرک کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے کا حکم دیں۔ اس آیت مبارکہ میں اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا اور بتا دیا کہ بیشک والدین کا بڑا حق ہے اور ان کی خوشنودی حاصل کرنا بہت بڑی سعادت ہے لیکن بہرحال ان کا حق اللہ تعالیٰ کے حق سے کم ہے۔ اگر وہ اس کے ساتھ شرک کرنے پر اصرار کریں گے یا کسی ارشادِ الٰہی سے سرتابی پر مجبور کریں گے تو اس وقت ان کے حکم کو مسترد کر دینا ہوگا۔ کیونکہ اب وہ اپنی حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:۔ **لا طاعة للمخلوق معصية الخالق** یعنی کسی مخلوق کی ایسی اطاعت نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو۔

"البتہ گزارا کرو ان کے ساتھ دنیا میں خوبصورتی سے" چاہیے تو یہ تھا کہ جب والدین اپنے خالق اور مالک کے سرکش ہوں اور شرک کے مرتکب ہوں، تو ان سے قطع تعلق کر لیا جائے اور کسی قسم کی شفقت اور محبت کا مظاہرہ ان سے نہ کیا جائے. لیکن انسان قربان جائے اس دین فطرت کی پاکیزہ تعلیمات پر۔ فرمایا ان کی یہ بات نہ مانو اس کے علاوہ ان کے ساتھ حسن سلوک کے سارے تقاضے پورے کرو۔ وہ بیمار ہوں تو ان کی تیمارداری کرو۔ وہ مفلس ہوں تو ان کے اخراجات کا بوجھ تم اٹھاؤ، ان کا ادب اور احترام ہر حالت میں ملحوظ رکھو۔ ان کی زیادتیوں کے باوجود تمہاری طرف سے تلخ کلامی اور بے مہری کی نوبت نہ آنے پائے۔ بیشک قرآن مقدس خداوند عالم کا کلام ہے۔ بیشک اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہم دونوں جہانوں کی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہو سکتے ہیں۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ

میرے حق میں نازل ہوئی۔ میں اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار اور اطاعت گزار تھا۔ اس کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے نعمت ایمان سے سرفراز کیا تو میری ماں سخت برافروختہ ہوئی۔ مجھے کہنے لگی اے سعد! تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ اگر تو نے اس نئے دین کو نہ چھوڑا تو میں کھانا پینا بند کردوں گی، یہاں تک کہ مرجاؤں گی اور لوگ تجھے اپنی ماں کا قاتل کہہ کر عار دلائیں گے اور تو ہر جگہ رسوا ہوگا۔ میں نے کہا اماں ایسا نہ کرو۔ میں کسی قیمت پر بھی اپنا دین نہیں چھوڑوں گا، لیکن وہ بضد رہی۔ دن بھر کچھ نہ کھایا اور نہ پیا۔ رات بھی یوں ہی گزری۔ جس کے باعث وہ بہت کمزور ہوگئی۔ دوسرا دن اور رات بھی اس نے فاقہ سے گزار دیا۔ اب تو اس کی کمزوری حد کو پہنچ گئی۔ جب میں نے اس کی یہ ضد دیکھی تو میں نے کہا اے ماں! تو خوب جان لے اگر تیری سو جانیں ہوں اور سب ایک ایک کر کے نکل جائیں تو خدا کی قسم میں اپنے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔ اب تیری مرضی ہے تو کھا اور نہیں ہے تو بے شک نہ کھا۔ میں اپنا دین چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں۔ میرا عزمِ مصمم دیکھ کر میری ماں نے بھوک ہڑتال ختم کردی۔

اللہ تعالیٰ دین حق پر ہمیں بھی اسی قسم کی استقامت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کسی کے ساتھ حسن خلق کا مظاہرہ کرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، مروت واحسان کرنا اور بات ہے لیکن کسی کی اطاعت واتباع کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ اتباع فقط اسی کی کرنی چاہیے جو ہر طرف سے رخ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ محبت ومودت کے سارے رشتے توڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں بسائے اور جس

کسی کے ساتھ وہ محبت کرے فقط اسی لیے کہ یہ اس کے محبوب کا محبوب اور پیارا ہے۔

علمائے تفسیر نے فرمایا ہے کہ ''مَنْ اَنَابَ'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کی انابت الی اللہ کی شان دیکھنی ہو تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابِ زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کیسے ہوتے ہیں اور مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مریدانِ باصفا کا کیا مقام ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو حضرات سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمٰن ابن عوف، عثمان، طلحہ، زبیر اور سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو فہم و فراست، دنیاوی وجاہت، کاروباری مہارت میں مکہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور آکر دریافت کیا:

''اے ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم نے محمد (ﷺ) کی تصدیق کر دی ہے اور ان پر ایمان لے آئے ہو؟'' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ہاں میں تو ایمان لے آیا ہوں اور صدق دل سے ان کی رسالت کو تسلیم کر لیا ہے۔'' اتنا جواب سنتے ہی یہ حضرات بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا اور مشرف باسلام ہو گئے۔ مکۃ المکرّمہ کے ان ذہین اور معاملہ فہم لوگوں کے نزدیک اسلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسا دانا اور ہوشمند شخص اس کو قبول کر چکا ہے۔

الٰہی! ہمیں بھی ان لوگوں کی پیروی نصیب کر جو تیری محبت میں سرشار رہتے ہیں۔ آمین ثم آمین بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کس کی پیروی کرنا منع ہے؟ جواب اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے۔

وَاِذَاقِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْامَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْابَلْ نَتَّبِعُ مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا ؕ اَوَلَوْكَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِo لقمان: 21

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو پیروی کریں گے اس کی جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو۔ کیا وہ (انہی کا اتباع کریں گے) خواہ شیطان انہیں (اس طرح) دعوت دے رہا ہو بھڑکتے ہوئے عذاب کی o

جب انہیں قرآن کریم کی پیروی کی دعوت دی جاتی ہے، تو عقل کے دشمن اسے ٹھکرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اسی ڈگر پر عقل ودانش کا منہ چڑاتے ہوئے آنکھیں بند کیے چلے جائیں گے جس پر ہمارے باپ دادا چلتے رہے تھے۔

ان کی یہ بہکی بہکی باتیں شیطان کی وسوسہ اندوزی کا نتیجہ ہیں۔ اس لعین کی تو یہ کوشش ہے کہ وہ انہیں جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں میں دھکیل دے۔ یہ تو ان کا کام تھا کہ اپنی اس بے جا ضد کے انجام سے بچتے، وقت گزرنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لیتے لیکن یہ تو ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ ہر حال میں وہ شیطان کی پیروی کریں گے خواہ ان کی یہ احمقانہ حرکت انہیں جہنم رسید کر دے۔

سورۃ الاحزاب

وَاِذْيَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّاوَعَدَنَااللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًاo الاحزاب: 12

اور اس وقت کہنے لگے تھے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا
کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول (ﷺ) نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے o

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے اعتراض کا ذکر کیا ہے۔ اور یہاں پر اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ''انہوں نے کہا کہ وعدہ کیا تھا اللہ (تعالیٰ) کے رسول (ﷺ) نے ہم سے'' بلکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ شامل فرمالیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو کون اپنے لیے بہترین نمونہ سمجھتے ہیں ؟

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ
يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا o وَلَمَّا
رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا o
الاحزاب: 22,21

بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ کی
زندگی) میں بہترین نمونہ ہے یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ
تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت
سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے o اور جب ایمان والوں نے (کفار
کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرط جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ

لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیاo

''بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے'' نظریات جب تک صرف نظریات ہوں نہ ان کے حسن و قبح کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے، نہ ان میں یہ کشش اور جاذبیت پائی جا سکتی ہے کہ وہ کسی کو عمل پر ابھار سکیں۔ دلائل کے آپ انبار لگا دیجیے، فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیجیے لوگ تحسین و آفرین ضرور کریں گے، لیکن ان نظریات کو اپنانے اور اس اپنانے کی جو ذمہ داریاں ہیں اور ان ذمہ داریوں کو نبھانے کی راہ میں جو خطرات ہیں ان کو وہ اٹھانے کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اسلام فلسفیانہ نظریات کا مجموعہ نہیں کہ آپ اپنے ڈرائنگ روم میں آرام دہ صوفوں پر بیٹھ کر انہیں موضوع بحث بنائیں۔ اپنے ذہن رسا سے طرح طرح کی ترمیمیں پیش کریں۔ مجلس مذاکرہ منعقد کر کے مقالے پڑھیں اور پھر یہ سمجھ لیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا، بلکہ یہ تو ایک نظامِ حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی کرتا ہے اور ہر مرحلہ پر پیغام دیتا ہے۔ اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات پر کاربند ہونا اس وقت تک آسان نہیں جب تک عملی نمونہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے صرف قرآن پاک نازل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کی تبلیغ کرنے کے لیے اپنے محبوب ﷺ کو منتخب فرمایا کہ وہ ارشادات خداوندی پر خود عمل کر کے دکھائے اور ان پر عمل کرنے سے زندگی میں جو زیبائی اور نکھار پیدا ہوتا

ہے اس کا عملی نمونہ پیش کرے تاکہ جو حق کے متلاشی ہیں وہ قرآنی تعلیمات کی عملی تصویر دیکھ کو اس کو اپنے سینے سے لگالیں۔

یہ آیت مقدسہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے۔ اسے زندگی کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ وابستہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جس موقع پر اس کا نزول ہوا، اس نے اس کی اہمیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ آیتِ مقدسہ غزوۂ خندق کے ایام میں نازل ہوئی جب کہ دعوت حق پیش کرنے والوں کے راستہ میں پیش آنے والی ساری مشکلات اور آلام و مصائب پوری شدت سے رونما ہو گئے۔ دشمن سارے عرب کو ساتھ لے کر آدھمکا ہے۔ یہ حملہ اتنا اچانک ہے کہ اس کو پسپا کرنے کے لیے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کے لیے خاطر خواہ وقت نہیں۔ تعداد کم ہے، سامان رسد کی بھی قلت ہے کہ کئی وقت فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ مدینہ طیّبہ کے یہودیوں نے عین وقت پر دوستی کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ ان کی غداری کے باعث حالات مزید پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ دشمن سیلاب کی طرح بڑھا چلا آرہا ہے۔ اس کے پہنچنے سے قبل مدینہ طیّبہ کی مغربی سمت کو خندق کھود کر محفوظ بنا دینا از حد ضروری ہے۔

ان حالات میں حضور سرورِ عالم ﷺ اپنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے دوش بدوش موجود ہیں۔ خندق کھودنے کا موقع آتا ہے تو ایک عام سپاہی کی طرح خندق کھودنے لگتے ہیں۔ مٹی اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہے ہیں۔ دوسروں کی طرح فاقہ کشی کی تکلیف بھی برداشت فرماتے ہیں۔ اگر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے پیٹ پر ایک پتھر باندھ رکھا ہے تو شکم رسالت ﷺ پر دو پتھر دکھائی دیتے ہیں۔ مہینہ بھر شدید سردی میں میدانِ جنگ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے ساتھ دن رات قیام فرما ہیں۔ دشمن

کے لشکرِ جرار کو دیکھ کر بھی پریشان نہیں ہوتے۔ بنو قریظہ کی عہد شکنی کا علم ہوتا ہے تب بھی جبین سعادت پر بل نہیں پڑتے۔ منافقین طرح طرح کی حیلہ سازیوں سے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے لگتے ہیں تب بھی پریشانی نہیں ہوتی۔ ان تمام ناگفتہ بہ حالات میں عزم واستقامت کا پہاڑ بنے کھڑے ہیں۔ قدم قدم پر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی دلجوئی فرماتے ہیں۔ منافقین سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا۔

پھر جنگی اور سیاسی خطوط پر ایسی تدبیریں کی جاتی ہیں کہ دشمن آپس میں ٹکرا جاتا ہے اور حملہ آور خود بخود محاصرہ اٹھا کر ایک دوسرے پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے، ایک دوسرے پر غداری اور عہد شکنی کے الزامات لگاتے ہوئے بھاگ جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ ایک ماہ کا عرصہ ایسا ہے کہ محبوبِ رب العالمین ﷺ کی سیرت طیّبہ کے سارے پہلو اپنی پوری دلفریبیوں کے ساتھ اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی جاتی ہے کہ مہیب خطرات میں تم نے میرے پیارے محبوب رسول ﷺ کا طریقۂ کار دیکھ لیا۔ یہ کتنا راستباز، سچا اور اخلاص وللّٰہیت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ یہی تمہاری زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے لیے ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ اس کے نقش قدم کو خضر راہ بنا لو۔ اس کے دامن شفقت کو مضبوطی سے تھام لو، یقیناً منزل حقیقی تک پہنچ جاؤ گے۔

اُسوۃ کے لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں۔ الاِسْوَۃ والاُسْوَۃ القُدْوَۃُ یعنی پیشوا، راہنما، امام۔ اس کا دوسرا معنی یوں رقم فرمایا ہے: الاُسْوَۃ والاِسْوَۃ لُغتان وھو مایتاسّٰی به الحزین ای یتعزّٰی به یعنی جس سے کوئی غمزدہ

اور شکستہ دل تسلی حاصل کر سکے۔ یعنی غمگسار۔

حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس میں تمہارے لیے شانِ غمگساری ہے۔ علامہ جوہری نے صحاح میں بھی یہی معنی کیا ہے۔ ترجمہ: ۔اُسوہ کا ایک معنی راہنما ہے اور اس کو بھی اسوہ کہتے ہیں جو غمزدہ دل کی تسلی کا باعث ہو۔ حضور ﷺ کا رخ انور زخمی کیا گیا، دندان مبارک توڑے گئے، حضور ﷺ کے چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔ بھوک برداشت کی۔ لیکن ان تمام حالات میں صابر وشاکر رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلب گار اور اس کی قضا پر راضی۔

''یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے'' آیت مقدسہ کے اس حصہ میں بتایا جا رہا ہے کہ ہر آدمی کے لیے حضور ﷺ بہترین نمونہ ہیں لیکن وہ نیک بخت جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اور روز محشر دوبارہ زندہ ہونے کی امید رکھتے ہیں وہی اس بہترین نمونہ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ انہی کے دلوں کو جمالِ مصطفوی ﷺ اپنی طرف کھینچتا ہے۔

''اور جب ایمان والوں نے (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (فرط جوش سے) پکار اٹھے یہ ہے وہ لشکر جس کا وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے فرمایا تھا اور سچ فرمایا تھا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے، اور دشمن کے لشکر جرار نے ان کے ایمان اور جذبہ تسلیم میں اور اضافہ کر دیا'' ان خوفناک حالات میں منافقین کی جس بزدلی اور بدباطنی کا ذکر ہوا۔ (پڑھنے کے لیے ضیاء القرآن شریف کی چوتھی جلد کا مطالعہ فرمائیں) اب اہل ایمان کے ایمان افروز حالات اور جذبات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے قدموں میں اپنی

جان اور اپنا دل نثار کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کفار کا لشکر جرار دیکھ کر اور اپنے آپ کو انتہائی خطرات میں گھرا دیکھ کر مسلمانوں کے یقین اور ایمان میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ نور ایمان میں اور جلا پیدا ہو گئی قضائے الٰہی کے سامنے تسلیم و رضا کا جو درس انہیں دیا گیا تھا وہ پھر تازہ ہو گیا اور کہنے لگے یہ تو بعینہ وہی چیز ہے جس کا ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ فرمایا۔ جس طرح اس حملہ کا وعدہ پورا ہوا اسی طرح غلبۂ اسلام کا وعدہ بھی یقیناً پورا ہو گا۔ جس وعدہ کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ وہ بھی نقل کر دیتا ہوں پڑھیں اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔

عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر میں، سلمان، حذیفہ، نعمان بن مقرن المزنی اور چھ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے حصہ کی چالیس گز خندق کھود رہے تھے، تو اتفاق سے ایک چٹان آ گئی۔ ہم نے سارا زور لگایا۔ بڑے جتن کیے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں تا کہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چٹان کے متعلق گزارش کی کہ ہمارے بازو جواب دے گئے ہیں اور ہماری گینتیاں کند ہو گئی ہیں، لیکن وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور ﷺ خود اٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے اتنی روشنی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں اچانک چراغ جلا دیا ہو۔ اور اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ جا گرا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر اُعطیتُ مفاتیح الشام۔ مجھے ملک شام کی

کنجیاں دے دی گئیں۔ دوسری مرتبہ پھر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ضرب لگائی، پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر اُعطیتُ مفاتیح فارس۔ مجھے ملک ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ تیسری مرتبہ چوٹ لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہوگئی اور حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر اُعطیتُ مفاتیح الیمن۔ مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا، بلکہ دنیا کی دو بڑی عالمی طاقتوں روم اور ایران کے سنگین قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا اور ان ممالک کی فتح کی نوید بھی اپنے غلاموں کو سنا دی۔ ظاہری حالات کی نزاکت کسی سے مخفی نہیں۔ سارا عرب اُمڈ کر آ رہا ہے۔ مدینہ طیبہ کا ماحول بھی سازگار نہیں، یہاں پر بھی یہودیوں اور منافقوں کی ایک بھاری جمعیت موجود ہے۔ فوج کے لیے نہ ساز و سامان ہے اور نہ خوراک کا معقول انتظام ہے۔ ان حالات میں بظاہر دشمن کے اس زبردست حملہ کے پیش نظر اپنی سلامتی بھی مشکوک ہو اتنی عظیم مملکتوں کی فتح کی بشارت صرف اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول ﷺ ہی دے سکتا ہے جس کی نگاہِ نبوت کے سامنے مستقبل کے واقعات بھی صاف دکھائی دے رہے ہیں۔

یہاں ایک اور بات غور طلب ہے۔ حضور ﷺ نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا: اُعطیتُ کہ مجھے ان ملکوں کی کنجیاں دی گئیں ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہ ملک حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور حضور ﷺ کی یہ بشارت پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ برحق تھے، اسی لیے جو ممالک آپ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں فتح ہونے والے تھے انہیں حضور ﷺ نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ اگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ برحق نہ ہوتے بلکہ غاصب اور ظالم ہوتے، جیسے بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں تو اس بشارت کا قطعاً کوئی محل نہ ہوتا۔ کبھی کوئی شخص اپنے دشمن اور مخالف کی فتوحات کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا کرتا۔ ہمیشہ اپنوں کی فتوحات اور انہی کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اپنے پیارے محبوب ﷺ سے کیا تھا، اس وعدہ کا خلافت فاروقی میں پورا ہونا آپ کے خلیفہ برحق ہونے کی اتنی روشن دلیل ہے کہ کسی حق پسند اور منصف مزاج کو کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یہ روایت صرف اہل سنت کی کتابوں میں ہی نہیں تاکہ کوئی یہ کہہ کر اپنے دل کو بہلا لے کہ یہ سنیوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے بلکہ شیعہ حضرات کی صحیح ترین حدیث کی کتابوں میں موجود ہے جس سے خلفائے راشدین کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لیے شیعہ کتب کی روایت بھی درج ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کی برکت سے کسی کی ہدایت کا سبب بنا دے۔

فروع کافی جلد دوم کتاب الروضہ صفحہ 25 مطبوعہ تہران میں درج ہے۔

ترجمہ: حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا، تو ایک چٹان آ گئی۔ حضور ﷺ نے حضرت امیر المومنین یا حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور چٹان پر ضرب لگائی۔ اس کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میری اس ضرب سے میرے لیے کسریٰ اور قیصر کے خزانے فتح ہو گئے ہیں۔

حملہ حیدری میں اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا گیا ہے:

بپاسخ چنیں گفت خیر البشر   کہ چوں جستِ برق نخست از حجر

حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے پتھر سے آگ نکلی (بجلی کوندی)

نمودند ایوانِ کسریٰ بمَن   دوم قصرِ روم سوم از یمن

مجھے کسریٰ کے محلات دکھائے گئے اور دوسری ضرب پر روم کا محل، تیسری ضرب کے وقت یمن۔

سبب را چنیں گُفت روح الامین   کہ بعد از مَن اعون وانصارِ دین

جبرئیل علیہ السلام نے اس کا سبب یہ بیان کیا کہ میرے بعد دین اسلام کے مددگار اور جان نثار

بریں مُملکت ہا مسلّط شوند   بآئینِ من اھل آں بگردند

ان ملکوں پر قابض ہوں گے اور وہاں میری شریعت کا قانون نافذ کریں گے۔

بریں مژدہ وشُکر ولُطفِ خُدا   بہر بار تکبیر کردم ادا

اس بشارت اور اللہ تعالیٰ کے لطف پر میں نے ہر بار تکبیر کہی۔

شنیدند آں مژدہ چوں مومناں   کشیدند تکبیر شادی کناں

مومنوں نے جب یہ مژدہ سنا، تو سب نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اسی طرح دیگر کتابوں میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خطابِ خداوند ذو الجلال ہے کہ !

وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ الاحزاب: 29

اور اگر تم چاہتی ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور دارِ آخرت کو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جو تم میں سے نیکوکار ہیں اجر عظیم۝

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اے نبی (ﷺ)! آپ (ﷺ) فرما دیجیے اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش (و آسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۝ الاحزاب: 28

فخر کائنات، باعث ایجادِ عالم، سلطان دنیا و دین ﷺ کی خانگی زندگی صرف آرام و آسائش کے اسباب سے ہی خالی نہ تھی بلکہ ضروریات زندگی بھی اکثر فراہم نہ تھیں۔ مسلسل کئی کئی دنوں تک چولہے میں آگ نہیں جلائی جاتی تھی اور کھجور وغیرہ پر بسر اوقات کی جاتی۔ اکثر جو کی روٹی یا گندم کے ان چھنے آٹے کی روٹی دستر خوان کی زینت ہوتی۔ لباس کا معاملہ بھی خوراک سے مختلف نہ تھا۔ موٹا چھوٹا جیسا میسر آیا خود بھی پہن لیا اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی دے دیا۔ مسلمانوں کے مالی حالات جب تک ناساز گار رہے۔ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بڑے صبر و شکر سے یہ سب کچھ برداشت کرتی رہیں۔ کوئی مطالبہ نہیں کوئی فرمائش نہیں۔ کسی چیز کے نہ ملنے کا شکوہ نہیں، شکایت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ کی رفیقہ حیات بننے کی سعادت پر زندگی کی ساری مسرتیں اور راحتیں انہوں نے قربان کر دی تھیں۔ اگر چہ

وہ سب کی سب امیر والدین کی بیٹیاں تھیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نور نظر تھیں جو کہ مکہ کے خوشحال اور کامیاب تاجر تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لخت جگر تھیں جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ اسی طرح دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا بھی یہی حال تھا۔ ماں باپ نے انہیں بڑے ناز ونعم سے پالا تھا۔ اس وقت وہاں کے معاشرہ میں جن آسودگیوں کا تصور کیا جاسکتا تھا وہ سب انہیں میسر تھیں اور ان کی پہلی ازدواجی زندگی بھی امیرانہ بلکہ شاہانہ ماحول میں بسر ہوئی تھی۔ یکا یک اس فرحت انگیز اور آرام بخش زندگی کو ترک کر کے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے درویشانہ زندگی کو جس خوشی سے اپنایا اور جس خوبصورتی سے اسے نبھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ وہ اس فقر و درویشی کی زندگی پر ناز کرتیں اور ساری تکلیفوں کو اپنے لیے دارین کی سعادتوں کا باعث سمجھتیں۔

لیکن جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مال غنیمت کثرت سے تقسیم ہونے لگا۔ عام مسلمانوں کی معاشی حالت تیزی سے بدلنے لگی۔ خصوصاً مدینہ کے یہودی قبائل بنی نضیر، قنیقاع اور قریظہ کا مال ومتاع، ان کی زرعی زمینیں، باغات اور رہائشی مکانات مسلمانوں میں بطور غنیمت تقسیم کیے گئے تو مسلمانوں کی سابقہ محرومیاں اور تنگ دستیاں قصۂ ماضی بن گئیں۔ مسلمان خواتین کی بود و باش اور لباس وخوراک میں بھی خوش آئند تبدیلیاں پیدا ہو گئیں۔ اس وقت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے اقلیم فقر و غنا کے تاجدار ﷺ کے سامنے دامن طلب پھیلایا۔ علامہ ابوحیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: ایک روز ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن حضور ﷺ

کے اردگرد بیٹھ گئیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! قیصر اور کسریٰ کی بیٹیاں زیور اور طرح طرح کے لباسوں میں ملبوس ہیں، ان کے پاس گولیوں اور خادموں کی کمی نہیں۔ اور ہم ہیں کہ فقر و فاقہ کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہے۔ اس لیے از راہِ کرم ہمیں بھی اب پہننے کے لیے اچھے لباس اور کھانے کے لیے لذیذ کھانا ضرور ملنا چاہیے۔ بنظر انصاف اگر دیکھا جائے تو اس میں قطعاً کوئی ناروا بات نہ تھی، کوئی بے ادبی کا پہلو نہ تھا۔ جب عام مسلمان خواتین اچھا کھانے لگی تھیں اور اچھا پہننے لگی تھیں تو ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا یہ مطالبہ کسی طرح بھی ناجائز نہ تھا۔ لیکن رحمت عالم ﷺ کے خاطر عاطر پر یہ بھی ناگوار گزرا۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس عام حکمرانوں کی طرح نہ تھی جس کی کارگزاری کے اثرات اس کی اپنی ذات تک محدود ہوں۔ آپ ﷺ تو ساری اولادِ آدم کے لیے قیامت تک کے راہنما تھے۔ اگر حضور ﷺ اس قسم کے مطالبات کو تسلیم کر لیتے اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی خورد و نوش، لباس وغیرہ میں آرائش اور تکلف واہمہ تک بھی پایا جاتا تو آنے والے فرمانرواؤں کے لیے دروازہ کھل جاتا اور وہ تکلفات، تصنع اور آرائش کو سُنت نبوی کہہ کر اپناتے اور ایک ایسی ابتری اور بدنظمی رونما ہوتی جس کا تدارک ممکن نہ رہتا۔ حضور ﷺ اپنے منصب بلند کو، اپنے مقام نبوت کی ذمہ داریوں کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور قلبِ نازک پر یہ مطالبہ بھی گراں گزر رہا تھا۔ چنانچہ ایک روز صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئے، ان کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے. دیکھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اردگرد حلقہ بنائے بیٹھی ہیں اور حضور ﷺ بالکل خاموش درمیان میں تشریف فرما ہیں اور حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کے آثار ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا اب ایسی بات کرنی چاہیے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑیں اور افسردگی کا خاتمہ ہو۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! اگر میری بیوی بنت خارجہ مجھ سے خرچہ مانگنے کی جرأت کر لے تو حضور ﷺ دیکھیں گے کہ میں اس کے سر کا قیمہ بنا کے رکھ دوں گا۔ یہ سن کر حضور ﷺ ہنس دیئے اور مہر سکوت توڑتے ہوئے فرمایا! اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں دیکھو یہ میرے اردگرد اس لیے حلقہ بنائے بیٹھی ہیں کہ مجھ سے خرچ کا مطالبہ کریں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پکڑا اور ان کی گردن پر تھپڑ رسید کیے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گردن سے پکڑ کر تھپڑ رسید کیے اور کہا کہ کیا اس کے بعد تم حضور ﷺ سے ایسی چیز کا سوال کرو گی کہ جو حضور ﷺ کے پاس نہ ہو۔ دونوں نے عرض کی آئندہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتیس یا تیس دن عُزلت نشینی اختیار فرمالی۔ ایک ماہ بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ بالا خانہ سے اترے اور سب سے پہلے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ ارشاد فرمایا! اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ! میں آج تجھ سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا۔ جواب دینے سے پہلے اپنے والدین سے ضرور مشورہ کر لینا۔ انہوں نے عرض کی حضور ﷺ آپ ﷺ ارشاد فرمایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دو آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ حضرتِ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیتیں سننے کے بعد گزارش کی! ''کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی''۔ میں

نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور دار آخرت کو پسند کرلیا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بھی یہی بات کہی۔ سب نے یہی جواب دیا۔ انسان قربان ہو جائے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور مسلمانوں کی ماؤں رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر جنہوں نے زندگی کی ساری لذتوں کو ٹھکرادیا۔ فقر و فاقہ، غربت و درویشی کو قبول کیا اور مصطفےٰ علیہ اطیب التحیۃ والثنا کی کنیز بننے کی سعادت کو نہ چھوڑا۔

باتیں کرلینا بہت آسان ہے لیکن کر کے دکھانا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔

آیت مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے۔ آپ ﷺ ان کو فرمایئے !

''آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کردوں'' یعنی اگر تم دنیا اور متاع دنیا کو پسند کرو گی تو پھر کاشانۂ نبوت کی زینت نہیں بن سکتیں۔ تمہیں علیٰحدہ کردوں گا، لیکن علیٰحدگی بڑی خوبصورتی سے اور آبرومندانہ طریقے سے ہوگی۔ یہاں سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اگر تعلقات منقطع کرنے کا موقع آجائے، تو اس وقت بھی تمہارے ہاتھوں سے شائستگی کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔

تمام ازواج مطہرات نے بصد مسرت اپنے مطالبات ترک کردیئے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ اور دار آخرت کو پسند فرمایا اور وہ اس بشارت کی مستحق ہوگئیں جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔ ''اور اگر تم چاہتی ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو اور دار آخرت کو تو بیشک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جو تم میں سے نیکوکار ہیں اجر عظیم o''

صد حیف ! ان کم فہموں اور بدبختوں پر جو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پڑھ کر بھی

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی شان میں گستاخی اور ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے۔

امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری پر دو چند اجر کی خوشخبری سنائی جارہی ہے۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا o الاحزاب: 31

اور جو تم میں سے فرماں بردار بنی رہی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کی اور نیک عمل کرتی رہی تو ہم اس کو اس کا اجر دو چند دیں گے اور ہم نے اسکے لیے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے o

اس سے پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے نبی (ﷺ) کی بیبیو! جس کسی نے تم میں سے کھلی ہوئی بیہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دو چند کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے o الاحزاب: 30

تم نبی کریم ﷺ کی بیویاں ہو۔ ساری امت کی بچیوں اور خواتین کے لیے تمہاری زندگی ایک نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا بڑا اونچا مقام ہے، لیکن اس رفعِ شان اور عظمتِ مقام کے تقاضے پورا کرنا بھی تم پر لازم ہے۔ خبردار! تمہارے اجلے دامن پر کوئی داغ لگنے نہ پائے۔ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو یاد رکھو تمہیں اس کی سزا بھی دُگنی دی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل نہیں۔

اس کے بعد فرمایا ''اور جو تم میں سے فرماں بردار بنی رہی اللہ تعالیٰ اور اس

کے رسول (ﷺ) کی' یعنی جس نے اطاعت وفرمانبرداری کا شیوہ اختیار کیا اسے اجر بھی دُگنا ملے گا اور اسے ہم باعزت رزق عطا فرمائیں گے۔

اگلی آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اے نبی (ﷺ) کی ازواج (مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند۔ اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو پس ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیا) جس کے دل میں روگ ہے اور گفتگو کرو تو باوقار انداز سے کرو o الاحزاب: 32

یہاں پھر اس حقیقت کو دوسرے عنوان سے بیان کر دیا کہ تمہارا حال دوسری عورتوں کا سا نہیں۔ ان سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی وہ خود ذمہ دار رہیں اور مطعون ہوں گی تو ان کی اپنی ذات مطعون ہوگی، لیکن اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو دامن نبوت داغدار ہو جائے گا۔ رُشد و ہدایت کا وہ چشمہ گدلا ہو جائے گا جس سے دنیا بھر کے پیاسوں نے اپنی پیاس بجھانی ہے۔ وہ آفتاب گہنا جائے گا جس کے مقدر میں ہمیشہ کے لیے سارے عالم کو منور کرنا ہے، تم ذرا ان بھیانک نتائج کا تصور کرو جو تمہاری معمولی سی لغزش پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ تم ذرا ان مشکلات کا اندازہ لگاؤ جو تمہاری کج روی سے دعوت اسلامی کی راہ میں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیے جادۂ زیست پر قدم پھونک پھونک کر رکھو، ہر کام سوچ سمجھ کے کرو۔ تقویٰ و پارسائی کا وہ بلند معیار قائم کرو کہ نکتہ چینوں کی آنکھیں پتھرا جائیں، لیکن انہیں کوئی داغ نظر نہ آئے، وہ اپنی زبان درازی کے باوجود اپنے آپ کو گونگا محسوس کریں۔

اگر کسی مجبوری کے باعث تمہیں کسی نامحرم سے بات کرنی پڑے، تو اس کے ساتھ ایسے باوقار انداز سے بات کرو کہ اس کے بیمار دل میں کوئی فاسد خیال پیدا ہی نہ ہو۔ گفتگو کا لہجہ کئی غلط فہمیوں اور جسارتوں کا سبب بن سکتا ہے۔ اس دروازے کو ہی بند کردیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گفتگو میں ایسی تلخی اور ناشائستگی بھی نہ ہو جسے شریعت ناپسند کرے، اور لوگوں کی دل شکنی اور دل آزاری ہو۔

اللہ تعالیٰ کی خواہش کہ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے گھر والوں کو پلیدی سے پوری طرح پاک صاف کردے۔ ارشادِ ربِ ذوالجلال ہے !

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی
وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ
وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاo الاحزاب: 33

اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کردے پلیدی کو اے نبی (ﷺ) کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کردےo

آیت مبارکہ میں جو اہم الفاظ ہیں پہلے ان کا مفہوم ذہن نشین کر لیجیے اس کے بعد اس آیت مبارکہ کا مقصد اور مفہوم سمجھنے کی کوشش فرمائیے۔ وَقَرْنَ: یہ لفظ یا قرار سے ماخوذ ہے یا وقار سے، دونوں سے مقصد یہ ہے کہا امہات المومنین رضی اللہ

تعالیٰ عنہن کو اپنے گھروں میں سکون و وقار سے ٹھہرنے کا حکم دیا جارہا ہے اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جارہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن ٹھن کر بازاروں میں بے حجاب پھرا کرتی تھیں اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کیا کرتی تھیں اس سے سختی سے روکا جارہا ہے۔ اگرچہ یہاں خطاب صرف ازواج رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ہے لیکن امت کی ساری خواتین کے لیے یہی حکم ہے۔

تَبَرُّج: علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر اونچی چیز جو دور سے نمایاں ہو، اس کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ بروج کو بھی بروج اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی سے تبرج ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں ناز و ادا سے مٹکتی اور لچکتی ہوئی بازاروں میں ٹہلا کرتی تھیں۔ اس سے باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

اسلام کے نزدیک عفت و عصمت کی جو قدر و منزلت ہے۔ اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جارہے ہیں۔ ان راستوں کو ہی بند کیا جارہا ہے۔ ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جارہا ہے جن کے ذریعہ اس انتہائی قیمتی متاع کے لٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کوئی زیرک قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کے لیے نہیں کھولتا، جو لوگ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین، ان کی بچیاں، بہنیں پختہ کردار کی مالک ہیں، وہ اگرچہ قیمتی اور بھڑکیلے ملبوسات پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں تو ان کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔ انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ

میں ''بھولا'' کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کا بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ فطرت انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کر دے گی کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا۔ اس وقت وہ پچھتائیں گے جب چڑیاں کھیت چگ گئی ہوں گی۔ اس وقت وہ زار زار روئیں گے، لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔

اسلام نے مسلمانوں کو جو ثقافت اور تہذیب عطا کی ہے، وہ ان آیات مقدسہ میں مذکور ہے۔ اب اگر ہمارے قائدین اپنی ملت کی بچیوں کو کوئی دوسری ثقافت سکھانا چاہیں اور مغربی تمدن و معاشرت کے آداب کی تعلیم دینا چاہیں تو ان کی مرضی۔ دین اسلام نے، قرآن کریم نے اور حامل قرآن حکیم ﷺ نے تو عورتوں کے لیے اس حیا سوز اور غیرت باختہ طرز معاشرت سے سختی سے روکا ہے۔ بزاز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عورتیں بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! مرد ساری فضیلتیں لے گئے۔ جہاد میں شرکت کا شرف بھی صرف انہیں نصیب ہوتا ہے۔ کیا کوئی عمل ایسا ہے جو ہم کریں اور ہمیں مجاہدین کا درجہ حاصل ہو۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں بیٹھے گی اسے مجاہدین فی سبیل اللہ کا درجہ ملے گا۔ (روح المعانی)

امام ترمذی اور بزاز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔ ترجمہ:۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کا مستور اور باپردہ رہنا ہی بہتر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔ جب تک وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہتی ہے، وہ رحمت الٰہی سے قریب تر ہوتی ہے۔

پاکستان جسے مملکت اسلامیہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ وہاں مردوں اور عورتوں کا بے دریغ اختلاط، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم، عورتوں کا ان دفتروں میں ملازمت کرنا جہاں مرد ہوتے ہیں، ایسے اجتماعات اور مذاکروں میں شرکت کرنا، بازاروں اور شاہراہوں پر ننگے سر، چست لباس پہنے، نیم عریاں ہو کر گھومنا پھرنا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ اور ہمارا طرزِ عمل اسلام کی تہذیب وثقافت پر ناروا زیادتی بلکہ اسے مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

شیعہ، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک اعتراض کرتے ہیں، اس کے متعلق بھی یہاں کچھ وضاحت کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو گھروں میں ٹھہرے رہنے کی تاکید کی۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی خلاف ورزی کی۔ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئیں۔ وہاں سے بصرہ کا رخ کیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ خلیفہ برحق سیدنا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خلاف جنگ لڑی۔ یہ حکم الٰہی کی صریح خلاف ورزی ہے اور سخت گناہ ہے۔

اس کے متعلق مختصراً عرض یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں اور حج کے لیے گھر سے نکلنے کی قطعاً ممانعت نہیں۔

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد بھی حضور ﷺ کی معیت میں امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے حج اور عمرہ کیے بلکہ اکثر غزوات میں کسی نہ کسی رفیقۂ حیات کو شرفِ ہمرکابی سے مشرف فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ سے مطلقاً گھروں سے نکلنے کی ممانعت نہیں بلکہ بلاضرورت بن سنور کر نکلنا ممنوع ہے۔ نیز اس سفر حج میں حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ساتھ تھیں۔ اور یہ بھی نہیں کہ کسی محرم کی معیت کے بغیر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے گئی ہوں بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند اور آپ کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے بھی ساتھ تھے۔

مناسک حج سے فارغ ہوئیں اور واپسی کی تیاری کر رہی تھیں تو اطلاع ملی کہ باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ مدینہ طیبہ میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑکنے لگے ہیں اور یہ باغی حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر میں داخل ہو گئے ہیں۔ یہ المناک خبریں سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غم واندوہ کی حد نہ رہی۔ مسلمانوں میں رونما ہونے والے اس خونی انقلاب نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حد درجہ متاثر کر دیا۔ آنے والے خطرات کا تصور کر کے انتہائی پریشان ہو رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابھی اسی حالت میں تھیں کہ باغیوں سے خوفزدہ ہو کر حضرت طلحہ، زبیر، نعمان بن بشیر، کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کئی دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ آ گئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دینے کے بعد باغیوں نے بڑی ڈینگیں مارنی شروع کر دیں اور خلیفہ

شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالیاں بکنے لگے۔ جس سے یہ لوگ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اوران ظالموں کوان کی قبیح اور مذموم حرکتوں پر سرزنش کی۔ وہ باغی اپنی طاقت کے نشہ میں اس قدر مخمور تھے کہ انہوں نے ان حضرات کا صفایا کرنے کا بھی منصوبہ بنانا شروع کردیا۔ انہیں اس امر کا بھی احساس ہوا کہ اگر باغی انہیں قتل کرنا چاہیں گے تو ان کو کوئی روک نہیں سکے گا، اس لیے وہ مکہ مکرمہ چلے آئے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب تک حالات پرسکون نہ ہو جائیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ظالموں کو اپنے ہاں سے دور نہ بھگادیں، اس وقت تک ہمیں واپس نہیں جانا چاہیے۔ اورفی الحال کسی محفوظ مقام پر ٹھہر کر حالات کے روبہ اصلاح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے عارضی قیام کے لیے بصرہ کو منتخب کیا۔ کیونکہ یہاں مسلمانوں کے لشکر موجود تھے۔ ان حضرات نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی بصرہ جانے پر مجبور کیا تا کہ انکی معیت سے حالات کو معمول پر لانے میں مدد ملے کیونکہ ہر دل میں ان کی عظمت اوران کا احترام موجود ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس خیال سے ان کے ساتھ بصرہ جانے پر آمادہ ہوئیں کہ ان کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم باغیوں کی دست درازی سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ان باغیوں کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے بڑے غلط رنگ مین یہ خبر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چڑھائی کرنے پر برانگیختہ کیا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ ہنوز یہ اقدام مصلحت کے خلاف ہے

اور ہمیں انتظار کرنا چاہیے تا کہ صحیح حالات معلوم ہو جائیں لیکن تقدیر الٰہی میں کچھ اور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فرزندوں اور مخلص بھتیجوں کے اس مشورہ کو قبول نہ فرمایا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بصرہ کے قریب پہنچے تو امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قعقاع کو ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر عرض کی اے مادر محترم! آپ کے اس شہر میں آنے کا مقصد کیا ہے، یعنی کیا آپ اس پر قبضہ کرنے کی نیت سے آئی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا۔ میرے فرزند! میرے یہاں آنے کا مقصد تو اس آتش فساد کو بجھانا اور لوگوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہیں حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بلالیا۔ قعقاع نے ان حضرات سے پوچھا صلح کی پھر کیا صورت ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصاص اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وارثوں کے دلوں کو خوش کرنا۔ قعقاع نے کہا: یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک باہمی انتشار ختم نہیں ہوتا۔ ہم سب متحد ہو جائیں، فتنہ وفساد کی آگ بجھ جائے اور حالات معمول پر آجائیں تو پھر ان باغیوں سے انتقام لیا جاسکے گا۔ اس لیے پہلے آپ لوگ صلح کے لیے اپنی آمادگی کا اظہار کریں۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اے قعقاع تم نے بجا کہا ہے اور نہایت عمدہ بات کی ہے۔ ہم صلح کے لیے کلیتاً آمادہ ہیں۔ قعقاع نے واپس جا کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا اور ان حضرات کے صلح کرنے کی خواہش سے حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش ہوئے۔ صلح ہونے میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہا۔ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

تین راتیں گزر گئیں۔ اگلے روز صلح کا اعلان ہونے والا تھا اور صبح سویرے حضرت امیر المومنین اور حضرت زبیر و طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ملاقات کا پروگرام بن چکا تھا۔ جب قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان حالات کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی سلامتی مسلمانوں کے باہمی انتشار میں ہے۔ اگر صلح ہو گئی تو ان کی خیر نہیں۔ چنانچہ ان کی ساری رات مشورہ کرنے میں گزر گئی۔ آخر طے پایا کہ کچھ باغی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر میں گھس جائیں اور کچھ یہیں رہیں۔ صبح کے دھندلکے میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر پر تیر برسانا شروع کر دو۔ وہ یہ خیال کریں گے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح کو توڑ دیا ہے اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھیں گے کہ صلح شکنی کی ابتدا دوسری جانب سے ہوئی ہے۔ جب تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو جائے گی اور لشکر آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں گے تو اس وقت یہ تحقیق کرنے کی کسے فرصت ہو گی کہ ابتداء کس نے کی ہے۔ اس طرح صلح کا یہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا اور ہم رسوا ہونے سے بچ جائیں گے۔

اسی سازش کے مطابق عمل کیا گیا چنانچہ دونوں لشکروں میں اتنی خونریز جنگ چھڑ گئی جس کا کسی کو گمان بھی نہ تھا حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اونٹ پر سوار تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر کے جوان ایک ایک کر کے ناموس رسالت ﷺ پر سر کٹا رہے تھے اور پسپا ہونے کا نام نہ لیتے تھے۔ سینکڑوں بہادر اپنی ہی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈھیر ہو رہے تھے۔ اسلام کے لیے یہ حادثہ بڑا جانکاہ تھا۔ دشمنان اسلام کی چال کتنی گہری اور خطرناک تھی۔ یہ گھاؤ ابھی تک مندمل نہیں ہوئے۔

یہ ہے جنگ جمل کے اسباب وعوامل کی صحیح اور سچی تصویر، جو علامہ طبری اور دیگر ثقہ مؤرخین نے مختلف ذرائع سے حضرت امام حسن عبداللہ بن جعفر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ جس کسی نے لکھا ہے، وہ ان رافضیوں کی اختراع اور بہتان تراشی ہے جو ان قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار تھے۔ کسی حق کے متلاشی کو ان لغویات کی طرف دھیان نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لشکر میں ان باغیوں کے اثر ورسوخ کا کیا عالم تھا اس کے لیے صرف نہج البلاغۃ کی یہ عبارت پڑھ لیجیے۔

ترجمہ: حضرت امیر سے آپ کے بعض نیازمندوں نے کہا اگر آپ ان لوگوں کو سزا دیں جنہوں نے حضرت عثمان پر چڑھائی کی تھی، تو یہ سارا فتنہ ختم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اے بھائیو! میں اس چیز سے بے خبر نہیں ہوں جسے تم جانتے ہو لیکن ہم ابھی انہیں سزا نہیں دے سکتے کیونکہ حملہ آور طاقتور ہیں اور وہ ہم پر غالب ہیں۔ ہمیں ان پر غلبہ نہیں ہے اور اب تو تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ مل کر شور مچا رہے ہیں اور تمہارے بدوان کے ساتھ مل گئے ہیں اور تمہارے ہاں موجود ہیں۔ جس طرح چاہتے ہیں سلوک کرتے ہیں۔

ان حالات کو پڑھنے کے بعد ایک منصف مزاج حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر الزام لگانے کی جرأت نہیں کر سکتا اور بدباطن کو کوئی باز نہیں رکھ سکتا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھانجوں کی معیت میں حج کی نیت سے روانہ ہوئیں اور ازواج مطہرات سے حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہمراہ تھیں۔ حج سے فراغت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حادثہ

پیش آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بصرہ کی طرف سفر بھی جس غرض سے تھا۔ وہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعاً بغاوت یا امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ کرنے کی نیت سے ادھر تشریف نہیں لے گئی تھیں۔ بد سرشت لوگوں کی دسیسہ کاری سے بلاتوقع جنگ چھڑ گئی۔ اس میں کسی کا قصور نہ تھا۔ نہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور نہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

اس کے بعد حضرت صدیقہ کے تقویٰ اور خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی یہ آیت مبارکہ پڑھتیں، تو اس قدر روتیں کہ دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس اچانک لڑائی پر از حد افسوس تھا۔ اس معرکہ میں اپنے لشکر کی فتح پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قطعاً کوئی خوشی نہ تھی جنگ ختم ہوئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ قدم قدم پر بہادر اور غیور جوانوں کی لاشوں کے ڈھیر دیکھے تو فرط غم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ ترجمہ! کاش اس سے پہلے میری زندگی کا چراغ بجھ گیا ہوتا اور میں بھلا دیا گیا ہوتا۔

دشمنان اہل بیت، کی طرف سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یہ الزام بھی بڑی شد و مد سے لگایا جاتا ہے کہ پہلے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) لوگوں کو حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل پر ابھارا کرتی تھیں اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک یہودی ''نعثل'' کے نام سے پکارا کرتی تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں ترجمہ نعثل کو قتل کر دو وہ فاسق ہو گیا ہے اور جب ان کے اکسانے پر لوگوں نے حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دیا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیا

تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) قصاص کا مطالبہ کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ امیر المومنین سے جنگ شروع کردی۔ اس اعتراض کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس روایت کی تحقیق کی جائے۔

حضرت علامہ محمود البغدادی الآلوسی اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ترجمہ یہ روایت سراپا کذب وافترا ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن قیتبہ، ابن اعثم الکوفی اور سمساطی کی گھڑی ہوئی روایتوں میں سے ہے اور یہ لوگ جھوٹ اورافترا پردازی میں مشہور تھے۔

ایک جھوٹی روایت کو سند بنا کر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر اعتراض کرنا حد درجے کی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ اسی طرح یہ الزام بھی اصلاً بے بنیاد ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض وعناد تھا، اسی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے جنگ کی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کبھی حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور اوصافِ جمیلہ بیان نہ کرتیں۔ حالانکہ آخر دم تک وہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف جمیلہ بیان کرتی رہیں۔

دیلمی نے یہ حدیث حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت کی ہے ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرنا عبادت ہے۔ اِس واقعہ کے بعد بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حلفیہ بیان فرمایا کرتیں۔
ترجمہ: خدا کی قسم میرے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان قطعاً کوئی ناراضگی یا دشمنی نہ تھی بجز اس کے کہ جو عورت اور سُسرال والوں کے درمیان ہوا کرتا

ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بھی اس جنگ کے اختتام کے بعد حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑی عزت وتکریم اور ادب واحترام کے ساتھ مدینہ طیّبہ روانہ کیا۔ اس بات کا پورا انتظام کیا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ بصرہ کی معزز ومحترم خواتین کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ روانہ کیا۔ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ بھیجا اور سب کو تاکید فرمائی کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راستہ میں کسی قسم کی بھی تکلیف نہ پہنچے۔ اس برتاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کتنا احترام تھا۔

جنگ جمل کا واقعہ بیشک تاریخ اسلام کے ان المناک واقعات میں سے ایک ہے۔ جس پر قلب سلیم آج بھی گریاں اور سوگوار ہے۔ لیکن ان انتہائی ناخوشگوار حالات میں بھی ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہمی عزت واحترام کا یہ حال تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے ہر فرمان عالیشان کے آگے سر تسلیم خم کردینے والے ہی مومن ہوسکتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ الاحزاب: 36

نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی معاملہ کا تو

پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں، اور جو نافرمانی کرتا
ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی تو وہ کھلی گمراہی
میں مبتلا ہو گیا o

حضرات قتادہ، مجاہد، ابن عباس اور دیگر ائمہ تفسیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب رحمت عالم ﷺ نے اپنی پھوپھی عمیمہ کی صاحبزادی اور اپنے جدامجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی، خاندان بنی ہاشم کی معزز خاتون حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے آزاد کردہ غلام کے لیے شادی کا پیغام بھیجا اور انہوں نے اور ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت طیّبہ لے کر حاضر ہوئے کہ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اس بات کی اجازت نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا رسول مکرم ﷺ اسے کوئی حکم دے، تو وہ انکار کر دے۔ جب یہ ارشادِ خداوندی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو فوراً نکاح کرنے پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پڑھا۔ دس دینار مہر ادا کیا کچھ پارچات، گھریلو ضرورت کا سامان اور خورد و نوش کی چیزیں ان کے ہاں بھیج دیں۔

اگرچہ یہ آیت مبارکہ اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے۔ کسی مسلمان فرد، قوم، حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسولِ مکرم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہِ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول ﷺ کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔ ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لیے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمۂ فیض سے فیضیاب نہیں ہو رہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بھی بن رہے ہیں۔

آیت مبارکہ کے آخری حصہ میں ارشاد ہے ''اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی'' یہاں صاف فرما دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یا اس کے رسول مکرم ﷺ کے حکم سے سرتابی کی وہ کان کھول کر سن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشد و ہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے۔ آمین ثم آمین

رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کی سزا کیا ہے ؟ یہ آیت کریمہ پڑھیں !

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًاo الاحزاب:57

بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لیے رسوا کن عذابo

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ پر جو

ہر وقت رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے، اس کا ذکر فرمایا۔ اور اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی بدنصیبی کا بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کو اپنی بد اعمالیوں یا نازیبا اقوال سے اذیت پہنچاتے ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ کے منکر آخر کار پچھتائیں گے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ الاحزاب: 67,66

جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو (بصد حسرت) کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول (ﷺ) کی ۝ اور عرض کریں گے اَے ہمارے رب! ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس ان (ظالموں نے) ہمیں بہکا دیا سیدھی راہ سے ۝

ان آیات مقدسہ میں صاف بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنے کی بجائے اپنے بڑے لوگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ اور ان بڑوں کی پیروی کرنے کی وجہ سے وہ سیدھی راہ سے دور نکل جاتے ہیں۔ جب وہ لوگ آتش جہنم میں ڈالے جائیں گے تو اس وقت کہیں گے افسوس ہائے افسوس ہم نے دنیا میں ان کی پیروی اختیار نہ کی ہوتی۔ لیکن اس وقت کا افسوس کرنا کام نہ آئے گا اس لیے مسلمانو! دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت

و پیروی اختیار کرلو، اوران ظالموں سے بچو جو ہر عمل میں یہود و ہنود کی پیروی کرنے کا سبق پڑھا رہے ہیں۔

دنیا و آخرت کی کامیابی کس عمل سے ممکن ہے ؟ یہ ارشاد باری تعالیٰ پڑھیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ الاحزاب: 71,70

اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کہا کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کردے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی بخش دے گا اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کا تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی ۝

اے اہل ایمان ! اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کا دل دکھانا اور اس کی شان کا انکار کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے تمہیں تو تقویٰ اور پارسائی کا شیوہ اختیار کرنا چاہیے اور جب بات کرو تو سچی اور درست بات کرو، کوئی جھوٹی بات تمہارے منہ سے نہ نکلے۔ آگے فرمایا اگر تم اپنے عمل میں تقویٰ اور راست روی کو اور اپنے قول میں حق و صداقت کو اپنا شعار بنالو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو ہر کجی سے پاک کردے گا اور انہیں شرف قبول بخشے گا۔ بعض نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مزید اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور اس سے پہلے جو لغزشیں تم سے سرزد ہوئی تھیں، وہ سب معاف کردی جائیں گی۔ وہ لوگ جن کے سامنے تم سے گناہ سرزد ہوئے تھے ان کے

حافظے سے بھی ان کی یاد مٹ جائے گی، بلکہ فرشتوں نے جو دفتر عمل تمہارا تیار کر رکھا ہے، وہاں سے بھی تمہارے گناہوں کی تحریر محو کر دی جائے گی۔ انسانوں اور فرشتوں کی آنکھوں میں تم محترم و مکرم بنا دیئے جاؤ گے۔ واقعی اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے پر نظر لطف و کرم فرماتا ہے اور اس کے دل کو اپنی یاد اور ذکر کی لذت سے آشنا کر دیتا ہے، تو اس کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے اور اس کے چہرہ پر ایک نور برستا ہوا نظر آتا ہے۔ بے ساختہ لوگوں کے دل اس کی طرف کھچے چلے جاتے ہیں۔ لیکن فوز عظیم اور فلاح دارین کا تاج صرف اس کے سر پر رکھا جاتا ہے جو پیکر تسلیم و رضا بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کے ہر ارشاد کے سامنے بصد شوق اور بہ ہزار مسرت اپنا سر نیاز جھکا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی بندگی اور اپنے پیارے حبیب محمد عربی ﷺ فداہ امی و ابی کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سورۃ یٰسین

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ یٰسین: 21,20

دریں اثنا آیا شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا اس نے کہا اے میری قوم! پیروی کرو رسولوں کی ○ پیروی کرو ان (پاکبازوں) کی جو تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتے اور وہ سیدھی راہ پر ہیں ○

جب حالات زیادہ خراب ہو گئے اور وہاں کے باشندوں نے ان حضرات کو

سنگسار کرنے کی تیاری شروع کر دی تو اسی شہر کے ایک دور دراز گوشہ میں ایک سلیم الفطرت آدمی رہتا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے میری قوم! جن لوگوں کے پیچھے تم ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہو یہ کافی عرصہ سے یہاں مقیم ہیں اور بڑی دلسوزی سے تمہیں اس دعوت کو قبول کرنے کی تلقین کر رہے ہیں جسے وہ حق سمجھتے ہیں اور تم ان پر برابر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے رہتے ہو۔ میں بھی تمہارے شہر کا باشندہ اور تمہاری قوم کا ایک فرد ہوں، میرا مخلصانہ مشورہ تو یہ ہے کہ تم ان پر ایمان لے آؤ اور ان کا اتباع شروع کر دو۔ ان کی صداقت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ انہوں نے کبھی تم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ چندہ کی اپیل نہیں کی۔ اگر یہ سچے نہ ہوتے اور اپنی دعوت میں مخلص نہ ہوتے بلکہ کسی دنیاوی مقصد کے لیے انہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہوتا تو دو چار ماہ، سال دو سال میں ان کا بھرم کھل جاتا۔ ان کی خودغرضی سامنے آ جاتی، لیکن آج اتنا عرصہ گزر گیا۔ کیا تم ان کے اخلاص پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو؟ نیز وہ خود بھی ان احکام پر بڑے اہتمام کے ساتھ عمل پیرا ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم وہ تمہیں دیتے ہیں۔ خود بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں جس پر چلنے کی وہ تمہیں دعوت دیتے ہیں۔ ایسے مخلصین کی نیت پر شک کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا بڑی بے انصافی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے پڑھا کہ اس سلیم الفطرت آدمی نے اپنی قوم کو کیا کہا یعنی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی اتباع اور پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کا یہ پیغام قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے قرآن کریم میں محفوظ فرما دیا ہے۔

سورۃ صٓ

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ
الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا
نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ صٓ:26

اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو (اپنا) نائب
زمین میں پس فیصلہ کیا کرو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ
اور نہ پیروی کرو ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہ خدا سے،
بیشک جو لوگ بھٹک جاتے ہیں راہ خدا سے ان کے لیے سخت
عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے بھلا دیا تھا یوم حساب کو ۝

حضرت داؤد علیہ السلام کو بتایا جا رہا ہے کہ آپ کسی شاہی خاندان کے فرد نہیں تھے کہ آپ کو یہ حکومت اور تخت ورثہ میں ملا ہو۔ آپ ایک غیر معروف چرواہے تھے۔ ہم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے یہ راہ ہموار کی اور اپنی مہربانی سے بنی اسرائیل کا تاجدار بنا دیا اور وسیع و عریض سلطنت مرحمت فرما دی اور مسند خلافت پر متمکن کر دیا۔ اس احسان کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیصلہ عدل و انصاف کے مطابق کرو اور اپنی پسند و ناپسند کو اپنے فیصلوں پر کسی طرح اثر انداز نہ ہونے دو۔ اگر تم نے خواہش نفس پر انصاف کو قربان کیا تو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہک جاؤ گے۔ اس کی توفیق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا اور جو شخص راہ حق سے بہک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں

جوتحریر فرمایا ہے وہ پیش خدمت ہے۔

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ حضرات طلحہ، زبیر اور کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم نہیں جانتے۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرتا ہے۔ ان میں مال مساوی طور پر تقسیم کرتا ہے اور وہ اپنی رعایا پر یوں مہربان اور شفیق ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر شفیق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے کرتا ہے۔

سلیمان بن عوجاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ میں نہیں جانتا میں کیا ہوں، خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ ایک شخص کہنے لگا اے امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا فرق ہے؟ اس نے کہا خلیفہ وہ ہے جو لیتا ہے تو حق وانصاف سے اور خرچ کرتا ہے تو صحیح جگہ پر، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا ہی کرتے ہیں، اور بادشاہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم وستم کرتا ہے۔ اس سے لیتا ہے اس کو دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت فاروقِ اعظم خاموش ہو گئے۔ (حاشیہ تفسیر مظہری)

سربراہ مملکت کے لیے اسلام نے بادشاہ، سلطان، چیئرمین وغیرہ کلمات پسند نہیں کیے کیونکہ ان میں خودسری اور انانیت کی بو آتی ہے، بلکہ خلیفہ کا لفظ تجویز کیا ہے جس کا معنی خودسر اور مختار کا نہیں بلکہ نائب اور قائم مقام ہے۔ یہ لفظ ہی بتا رہا ہے کہ مملکت اسلامیہ کا سربراہ اپنے رب کریم کا نائب ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے

احکام کی تعمیل کرنا ہے اور اس کے ارشادات کے مطابق اس کے دیے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو دنیا کے دوسرے نظاموں اور اسلام کے نظام سیاست میں بنیادی اہمیت کا مالک ہے۔

قرآن کریم نے یہاں خلیفہ کی ذمہ داریوں کو بڑے موثر پیرائے میں بیان کردیا کہ اس کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرے۔ فیصلہ کرتے وقت کوئی خارجی چیز، سفارش، رشوت، کوئی طمع، کوئی خوف حتیٰ کہ اپنے ذاتی مفاد کو بھی اس پر اثرانداز نہ ہونے دے۔ جو حاکم ایسا نہیں کرتا، گویا اس نے روز جزا کو فراموش کردیا۔ قیامت کے دن پر اس کا ایمان نہ رہا۔ زبان سے وہ ہزار دعویٰ کرے کہ وہ وقوع قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن اگر وہ فیصلہ کرتے وقت میزان عدل کو برابر نہیں رکھ سکتا تو اس کو یہ دعویٰ کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں اور جو لوگ روز قیامت پر یقین نہیں رکھتے یا اسے فراموش کردیتے ہیں ان کے لیے عذاب شدید ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی پیروی سے منہ موڑ کر آتش جہنم کے مستحق بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی پیروی اختیار کر کے اس کی جنت کے حقدار بننا چاہیے۔

سورۃ الزمر

وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ الزمر: 55

اور پیروی کرو عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اس سے پیشتر کہ تم پر اچانک عذاب آجائے ۝

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے جو بہترین کلام تمہاری طرف نازل کیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور اس کی اطاعت و پیروی شروع کردو۔ ایسا نہ ہو کہ اچانک عذاب الٰہی نازل ہو اور تمہیں نیست و نابود کر کے رکھ دے۔

سورۃ الزخرف

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۝

الزخرف:54

یوں اس نے احمق بنا دیا اپنی قوم کو سو وہ اس کی پیروی کرنے لگے،
درحقیقت یہ نافرمان لوگ تھے۝

یہاں فرعون کے متعلق بتایا جارہا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو کس طرح بے وقوف بنایا۔ اس سے پہلے والی آیات مقدسہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں (اور) کہنے لگا اے میری قوم! کیا میں مصر کا فرمانروا نہیں ہوں؟ اور یہ نہریں جو میرے نیچے بہہ رہی ہیں کیا تم (انہیں) دیکھ نہیں رہے؟ ۝ کیا میں بہتر نہیں ہوں اس شخص سے جو ذلیل ہے اور بات بھی صاف نہیں کرسکتا۝ (اگر یہ سچا نبی ہے) تو کیوں نہ اتارے گئے اس پر سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اسکے ساتھ فرشتے قطار در قطار۝ لزخرف 51 تا 53

قرآن کریم کے ان کلمات نے مطلق العنان بادشاہوں، آمروں اور ڈکٹیٹروں کی نفسیات کا پردہ چاک کردیا۔ یعنی وہ یہ باتیں اس لیے نہیں کرتا تھا کہ وہ انہیں حقیقت اور سچ مانتا تھا یا وہ اپنی قوم کا بہی خواہ تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے اپنی قوم

کو اس لیے دور رکھنا چاہتا تھا کہ وہ ان کی راہ اختیار کر کے ذلت کی پستیوں میں نہ گر جائیں یا ان کی خوش حالی تنگ دستی و بدحالی سے نہ بدل جائے۔ بلکہ اسے محض اپنے اقتدار کی فکر تھی۔ اسے صرف اپنے تاج و تخت کی سلامتی سے مطلب تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے، وہ ان چکنی چپڑی باتوں سے اپنی قوم کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اور ان کو اپنی ہمدردی اور بہی خواہی کا یقین دلا کر اپنے دام فریب میں پھانسے رکھنا چاہتا تھا۔ ایسے جابر سلطانوں، ظالم ڈکٹیٹروں اور بے رحم آمروں کا یہی دستور پہلے تھا، آج بھی یہی ہے اور جب تک لوگ اپنی سادہ لوحی کے باعث ایسے شاطروں اور نوسر بازوں کے بچھائے ہوئے جالوں میں پھنسنے کے لیے آمادہ ہوں گے، ایسا ہوتا رہے گا۔

ابن الاعرابی فَاسْتَخَفَّ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترجمہ: اس نے اپنی قوم کو احمق اور الو بنایا اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے انہیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔

فرعون کی قوم اس کے دھوکے میں آ گئی۔ انہوں نے ان مظالم کو فراموش کر دیا جو وہ ان پر توڑتا تھا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی عظیم شخصیت، ان کے بے داغ کردار اور پاکیزہ سیرت کو نظر انداز کر دیا۔ فرعون کی اطاعت کا بڑے زور و شور سے از سر نو وعدہ کیا۔ قرآن کریم نے ان کے اس طرز عمل کی وجہ بتا دی کہ وہ فاسق لوگ تھے۔ حق و صداقت کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی۔ انہیں اپنی ذات اور اپنے مفادات کا تحفظ مطلوب تھا۔ اس کے لیے اگر انہیں کسی ظالم کی غلامی بھی قبول کرنی پڑتی اور انہیں اپنی عزت نفس اور قومی مفاد سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے تو وہ اس کے لیے بھی آمادہ تھے۔

مظلوموں کی چیخوں، بے بسوں کی آہوں، ملک وقوم کی اخلاقی اور معاشی تباہی کی بھی انہیں ذرا پروا نہیں تھی بشرطیکہ ان کی ذات محفوظ ہو اور ان کے مفادات پر کوئی آنچ نہ آئے۔ ظالم کے سامنے ڈٹ جانا، حق کی سربلندی کے لیے جان کی بازی لگا دینا، مظلوموں اور بے کسوں کی امداد کے لیے تمام مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر میدان میں کود پڑنا فاسقوں کو زیب نہیں دیتا اور نہ یہ ان کے بس کا روگ ہے۔ اس کے لیے تو اولوالعزم ہستیاں ہی منتخب کی جاتی ہیں۔

گویا موسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے ان کی بجائے فرعون کی پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے احمق، فاسق اور نافرمان قرار دیا۔ اور آگے فرمان خداوند ذوالجلال ہے کہ ان کے اس طرزِ عمل نے ہمیں ناراض کر دیا۔ اور ان لوگوں نے جو منافقانہ رویہ اختیار کیا تھا اس کی وجہ سے ان کو غضب الٰہی نے آلیا، چنانچہ وہ سب کے سب غرق کر دیئے گئے۔

حضور ﷺ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی آمد کو قرب قیامت کی نشانی قرار دینے کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ میری اطاعت و پیروی کرنا ہی سیدھا رستہ ہے !

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ الزخرف: 61

اور بے شک وہ ایک نشانی ہے قیامت کے لیے پس ہرگز شک نہ کرو اس میں اور میری پیروی کرو یہ سیدھا راستہ ہے ○

حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ، حسن اور دیگر مفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ انـہٗ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ کا قیامت سے پہلے

تشریف لانا وقوع قیامت کی شرائط میں سے ہے اس لیے جب آپ علیہ السلام نازل ہوں گے تو لوگوں کو علم ہو جائے گا کہ اب قیامت قائم ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: وقوع قیامت کی علامتوں میں سے ایک ہیں اور اس علامت اور شرط کو علم کہا گیا ہے کیونکہ ان سے علم حاصل ہوتا ہے۔ (کشاف) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جن کے انکار کی جرأت کوئی ایمان دار انسان نہیں کر سکتا۔ ان متعدد صحیح احادیث مقدسہ میں سے ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے جسے صحیح مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: یقیناً عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام حاکم عادل کی حیثیت سے آسمان سے نازل ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ اٹھا لیا جائے گا اور اُونٹنیوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ عداوت، بغض اور حسد کا نام ونشان نہ رہے گا۔ لوگوں کو مال قبول کرنے کی دعوت دی جائے گی لیکن اسے قبول نہ کیا جائے گا۔

اس مقام پر حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا علامات قیامت میں سے ہے۔ اور وَاتَّبِعُوْنِ یعنی میری ہدایت وشریعت کا اتباع کرنا۔ (خزائن القرآن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا فرمایا ؟ یہ آیت کریمہ پڑھیں

وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ الزخرف: 63

اور جب آئے عیسیٰ علیہ السلام روشن نشانیاں لے کر تو فرمایا میں آیا

ہوں تمہارے پاس حکمت لے کر اور میں بیان کروں گا تم سے کچھ
وہ بات جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس ڈرتے رہا کرو اللہ
تعالیٰ سے اور میری فرمانبرداری کیا کروo

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر معجزات دے کر بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث فرمایا۔ اس وقت بنی اسرائیل کی حالت یہ تھی کہ مذہبی بحثیں اور مناظرے روزمرہ کا معمول تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر پسندیدہ مشغلہ تھا۔ دین ان کے لیے اتحاد و اتفاق کا منبع نہ رہا تھا بلکہ خلفشار و انتشار کا سبب بن گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ آؤ میں نور حکمت لے کر آیا ہوں۔ اگر تم تعصب اور بے جا ضد کا طریقہ چھوڑ دو گے تو تمہارے بہت سارے مختلف فیہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ مناظرہ بازی کا چکر ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ تنبیہہ بھی فرما دی کہ میری رہنمائی سے وہی فائدہ اٹھا سکے گا جس کے دل میں خداوند تعالیٰ کا خوف ہو اور وہ میری اطاعت کرنے کے لیے تیار ہو۔

سورۃ الجاثیہ

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَo الجاثیہ:18

پھر ہم نے پختہ کر دیا آپ (ﷺ) کو صحیح راہ پر دین کے معاملہ
میں پس آپ (ﷺ) اس کی پیروی کرتے رہیں اور ان لوگوں

کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو بے علم ہیںo

لغت میں شریعت نہر یا دریا کے اس مقام کو کہتے ہیں جہاں لوگ بآسانی بیٹھ کر پانی پی سکتے ہیں اور غسل وغیرہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ راستہ جو منزل کی طرف لے جاتا ہے، اس کو عربی میں شارع کہتے ہیں۔ یہاں شریعت کا معنی ہے۔ وہ عقائد، عبادات اور معاملات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں جن کی پابندی سے وہ اپنے مالک کے شکرگزار بندے کہلا سکتے ہیں اور ان کا وجود ان کے اپنے لیے اور سارے معاشرہ کے لیے یمن و برکت کا باعث بن جاتا ہے۔

بنی اسرائیل پر جو عنایات کی گئی تھیں اور انہوں نے باہمی حسد و بغض سے جس طرح اپنے آپ کو مختلف دھڑوں میں تقسیم کر کے اپنی افادیت کھودی تھی اور اب وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دعوت حق کے منصب پر متمکن رہیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد روئے سخن اپنے پیارے محبوب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے۔ یعنی ہم نے آپ ﷺ کو دین کے معاملہ میں ایک واضح شریعت عطا فرمادی ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر عمل کرنے والا، فرد ہو یا امت فلاح دارین کے شرف سے مشرف ہوگا۔

یہاں پر اس سے اگلی آیت کریمہ کا ترجمہ اور تشریح بھی نقل کیے دیتا ہوں یقیناً بہت فائدہ مند ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ (ﷺ) کو قطعاً کچھ فائدہ
نہ پہنچا سکیں گے۔ بلاشبہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں
اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست ہےo الجاثیہ: 19

اے پیارے حبیب ﷺ ! آپ ﷺ پر فرض ہے کہ آپ ﷺ اس کی پیروی کریں۔ نفس کے پرستار اور دنیا کے پجاری لاکھ شور مچائیں، آپ ﷺ ان کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ بڑی ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں۔ جس ذات اقدس نے آپ ﷺ کو یہ جامع شریعت عطا فرمائی ہے وہ علیم وخبیر ہے اور اعتراض کرنے والے لوگ جاہل اور نفس پرست ہیں۔ اگر علیم وخبیر کی واضح ہدایات پر جاہلوں کی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی جائے گی تو اس پر جو نتیجہ مرتب ہوگا، وہ بڑا واضح ہے۔ اور یاد رکھو اگر تم نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ کی نظر لطف وکرم سے محروم کردیے گئے، تو پھر اس کے غضب سے دنیا کی کوئی طاقت تمہیں بچا نہ سکے گی۔

یہاں پر حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس وقت کتنا خوبصورت تحریر فرمایا کہ

اہل پاکستان کے لیے یہ آیات مقدسہ خصوصی توجہ کی مستحق ہیں۔ ہم آزادی کے بعد ابتدائی سالوں میں یورپ اور امریکہ کی مادی ترقی پر فریفتہ رہے، اپنی پاکیزہ ثقافت اور خوبصورت تمدن کو مغربی تہذیب کی کنیز بنانے پر مصر رہے، ان کے ادنیٰ اشارے پر اپنی سیاست کو رنگ دیتے رہے۔ بیس پچیس سال تک مغرب کی کورانہ تقلید کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری معاشیات سرمایہ داری نظام کے قالب میں ڈھل گئی، چند خاندان امیر بن گئے، باقی ساری قوم قلاش ہوگئی۔ اس تباہ کن پالیسی کے خطرناک اثرات ظاہر ہوئے، تو ہم بھنا اٹھے اور اپنے آپ کو کوسنا شروع کردیا لیکن شومئ قسمت ملاحظہ ہو اگر پہلے لندن اور واشنگٹن ہمارا مرکز عقیدت تھا تو اب ماسکو ہمارا قبلۂ حاجات بنتا جارہا ہے اور حالات بتارہے ہیں کہ ہمارے موجودہ قائدین ہمیں سوشلزم کی دلدل

میں پھنسا کر دم لیں گے۔ کاش! کوئی مرد دانا ان نازک لمحوں میں ہمیں قرآن کریم کے بتائے ہوئے نظام پر عمل پیرا کر دیتا اور اسلام کا وہی نظام جسے رحمت عالمیاں ﷺ نے عرب کے جہنم زار میں نافذ کر کے اسے رشک فردوس بنا دیا تھا، اسی کو وہ اس پاکستان میں نافذ کر کے ہماری کشتی کو ساحل آشنا کر دیتا۔ ہم کب تک سوالی بنے دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ اپنے نبیٔ برحق ﷺ کے دامن رحمت کو چھوڑ کر اغیار کے سایۂ دیوار میں پڑے رہیں گے؟ اس انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیادت اتنی جاندار اور نور ایمان سے مالا مال ہو کہ مخالفین کی غوغا آرائی میں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ "فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ پس آپ (ﷺ) اس کی پیروی کرتے رہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو بے علم ہیںo" پر عمل پیرا ہونے کی ہمت رکھتی ہو۔

قافلۂ حجاز میں ایک حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات

سورۃ الاحقاف

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌo

الاحقاف :9

آپ (ﷺ) کہیے میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور میں (از خود یہ) نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ، میں تو پیروی کرتا ہوں جو وحی

میری طرف کی جاتی ہے اور میں نہیں ہوں مگر صاف صاف
ڈرانے والا ○

''آپ (ﷺ) کہیے میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں ہوں'' حضور رحمت عالم ﷺ کی نبوت پر کفار طرح طرح کے اعتراضات کرتے، کبھی کہتے یہ بشر ہے، بھلا بشر بھی منصب نبوت پر فائز ہو سکتا ہے؟ کبھی کہتے یہ تو بالکل ہماری طرح کھاتا پیتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ بھلا رسول سے بھی ایسے معمولی کام سرزد ہوتے ہیں؟ کبھی کہتے اگر خدا کو رسول بنا کر بھیجنا ہی تھا تو وہ کیا ایسے شخص کو رسول بناتا جس کے پاس نہ مال، نہ دولت، نہ خدام، نہ حشم، نہ بھائی، نہ اعوان و انصار، بھلا یہ بھی کوئی تک ہے؟ ہمارے ہاں بڑے بڑے رؤسا ہیں جو زیرک بھی ہیں اور تجربہ کار بھی، ان کے اثر و رسوخ کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ عرب کے تمام قبائل کے دلوں پر ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ ان کی دولت و ثروت کے افسانے دُور دُور تک مشہور ہیں۔ منصب رسالت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کیوں کسی کو منتخب نہ کیا۔ پھر وہ فرمائش کرتے ہیں کہ ہم تب مانیں گے اگر یہ خشک کالے پہاڑ یہاں سے دور ہٹا دیے جائیں، حدنگاہ تک ہموار میدان ہو، اس میں چشمے اُبلنے لگیں اور نہریں بہنے لگیں وغیرہ وغیرہ۔

ان سب ہرزہ سرائیوں کے جواب میں صرف ایک ہی پر مغز بات فرمانے کا حکم دیا کہ اے رونق بزم ہستی! اے شمع محفل امکان! آپ ﷺ انہیں کہیں کہ کیا میں نرالا رسول ہوں، کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا؟ اگر میں پہلا رسول ہوتا تو تمہاری ان اُکھڑی اُکھڑی باتوں میں کچھ وزن ہوتا اور ان کے جواب کی طرف توجہ کی جاتی۔ جب مجھ سے پہلے کثیر تعداد میں پیغمبر آ چکے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم

بھی مانتے ہو اور ان کا احترام کرتے ہو۔ کیا وہ انسان نہ تھے؟ کیا وہ کھاتے پیتے نہ تھے؟ کیا وہ زر و سیم کے انباروں کے مالک تھے؟ کیا وہ اپنی امت کی ایسی بے ہودہ فرمائشوں کو پورا کیا کرتے تھے؟ جب ایسا نہیں تھا تو تم میرے متعلق یاوہ گوئی کیوں کرتے ہو۔ میرا کام ظاہری چشمے جاری کرنا نہیں۔ میں تو معرفت الٰہی کے چشموں سے تمہارے اجڑے ہوئے چمن حیات کو از سر نو بہار آشنا کرنے آیا ہوں۔ ان پہاڑوں کو تو تم ڈائنامٹ سے بھی اُڑا سکتے ہو۔ میں ایسے حجابات اٹھانے کے لیے آیا ہوں جنہوں نے تمہارے دلوں کی آنکھوں کو اندھا بنا رکھا ہے۔ مجھ سے جَو اور چنے کے بھاؤ نہ پوچھو۔ مجھ سے اپنے رب کریم کے قرب و رضا کے طریقے سیکھو۔ میں تمہیں اس بتکدۂ تصورات سے نکال کر حریم ذات تک لے جاؤں گا۔ مجھ سے اس چور کے بارے میں سوال نہ کرو جو تمہارا گھوڑا اور اونٹ چُرا کر لے گیا ہے۔ مجھ سے اس راہزن اور ڈاکو کا پتہ پوچھو جو دن دہاڑے تمہارے ایمان وایقان کے خزانوں پر ڈاکہ ڈال رہا ہے۔ اس کا پورا پتہ اور نشان بتاؤں گا، تم اسے رنگے ہاتھوں پکڑ لو گے۔ کیا ہوا اگر میرے پاس خزانے نہیں۔ کیا دنیا کے شہنشاہوں کے خزانوں کے قیمتی موتی، علوم و معارف، اسرار و لطائف کے ان درہائے آبدار کا مقابلہ کر سکتے ہیں جن سے میرے رب نے مجھے سرفراز فرمایا ہے۔ پیغمبر تمہارا نوکر نہیں ہوتا کہ تمہاری فرمائشوں کی تکمیل میں لگا رہے، وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور تمہارا آقا ہے۔ وہ تو صرف اور صرف اپنے رب کی فرمانبرداری کرے گا۔ ہاں! تمہاری عزت و شرف اس میں ہے کہ تم بے چون و چرا اس کی اطاعت کرو۔

ایک ہی فقرہ سے ان کی تمام ہزلیات کا دندان شکن رد فرما دیا۔

"اور میں (از خود یہ) نہیں جان سکتا کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ

اور کیا کیا جائے گا تمہارے ساتھ، میں تو پیروی کرتا ہوں جو وحی میری طرف کی جاتی ہے'' آیت مقدسہ کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے علماء کرام نے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں۔ پہلے میں ان کے ارشادات نقل کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو مفہوم میں سمجھا ہوں، اسے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی عاقبت اور انجام کے بارے میں (معاذ اللہ) کچھ خبر نہ تھی اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے احوال آخرت کا کوئی علم تھا۔ اس قول کے مطابق آیت کا معنی ہوگا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے روز میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا اور نہ مجھے یہ علم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔

کفار، یہود اور منافقین نے جب یہ آیت پاک سنی تو کہنے لگے کہ ایسے نبی پر ایمان لانے سے کیا حاصل! جسے اپنے انجام کی بھی خبر نہیں۔ ہم نہ کہتے تھے کہ قرآن ان کا اپنا گھڑا ہوا ہے۔ اگر یہ منزل من اللہ ہوتا تو کیا اللہ تعالیٰ انہیں یہ بھی نہ بتاتا کہ روز حشر ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہرزہ سرائی کو ختم کرنے کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ اس آیت مبارکہ سے وہ پہلی آیت (مَا اَدْرِیْ) منسوخ ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! مبارک، صد مبارک! حضور ﷺ کو تو اپنے بارے میں علم ہو گیا لیکن ہم غلاموں کا کیا حال ہوگا؟ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے گا جہاں نہریں بہتی ہیں۔

علماء محققین نے اس قول کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ خبر ہے نسخ اخبار کا نہیں ہوتا، اوامر ونواہی کا ہوتا ہے۔ نیز یہ آیت مبارکہ مکی ہے اور سورۂ فتح کی آیت کریمہ صلح حدیبیہ کے موقع پر سالہا سال بعد نازل ہوئی حالانکہ اگر کسی آیت مبارکہ میں اجمال ہو تو اس کے بیان میں تاخیر ناروا ہے۔ نیز سورت کی ابتدا سے خطاب کفار و مشرکین سے ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول ﷺ کو حکم دیں کہ تم کفار کو بتا دو کہ مجھے اپنے انجام کی کوئی خبر نہیں۔ کفار بڑی آسانی سے یہ کہہ کر حضور ﷺ کی دعوت کو مسترد کر سکتے تھے کہ آپ (ﷺ) کو اپنے بارے میں کچھ خبر نہیں تو پھر ایک غیر یقینی چیز کی طرف دعوت دینے کے لیے یہاں کیسے آ دھمکے؟ جائیے تشریف لے جائیے۔ چنانچہ ابن جریر طبری، قرطبی، مظہری اور دیگر اکابر نے اس قول کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ کو روز اول سے اپنی نجات کا یقین تھا۔

قرآن کریم کی کثیر التعداد آیات مقدسہ ہیں جن میں اہل ایمان کو مغفرت کا مژدہ ہے اور منکرین کو دوزخ کی وعید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزازات کا ذکر قرآن پاک میں بھی بڑی شرح و بسط سے موجود ہے اور احادیث طیّبہ میں بھی۔ مقام محمود، مقام شفاعت کبریٰ، کوثر وغیرہ ان امور کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے؟ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَافَخْرَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَافَخْرَ وَآدَمُ وَمَاسِوَاہُ تَحْتَ لِوَائِیْ وَلَافَخْرَ۔ قیامت کے روز اولاد آدم کا میں سردار ہوں گا، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، آدم اور دیگر پیغمبروں (علیہم السلام) کو میرے جھنڈے کے نیچے پناہ ملے گی۔ یہ باتیں فخریہ طور پر نہیں کہہ رہا، بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔

ایسی بے شمار احادیث صحیحہ ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاماتِ رفیعہ اور درجات سنیہ کا ذکر موجود ہے۔ حضور سرور دو عالم ﷺ نے تو اپنے متعدد غلاموں کے بارے میں نام لے لے کر ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی۔ عشرۂ مبشرہ کے اسمائے گرامی سے کون واقف نہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرمایا سید اشباب اهل الجنة یہ دونوں شہزادے اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔ حضرت ثابت بن قیس، جن کا تفصیلی ذکر سورۂ حجرات میں آ رہا ہے، کے متعلق فرمایا اے ثابت! اَمَاتَرْضَی اَنْ تَعِيْشَ حَمِيْدًاوَتُقْتَلَ شَهِيْدًاوَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ تم عزت و آرام سے زندگی بسر کرو، تمہیں شہادت کا شرف بخشا جائے اور تم جنت میں داخل ہو۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات سے کتب احادیث مبارکہ بھری پڑی ہیں۔

ان آیات محکمات اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں یہ کہنا بڑی گستاخی ہے کہ حضور ﷺ کو اپنے انجام کی خبر نہ تھی۔ (معاذ اللہ)

دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے حالات سے بے خبری کا اعلان مقصود ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں کہ دنیا میں میرا کیا حال ہوگا۔ میں شہید کیا جاؤں گا یا یہاں سے نکال دیا جاؤں گا۔ اسلام کامیاب ہوگا یا کفر کو غلبہ ہوگا۔ مسلمانوں کا مستقبل تابناک ہوگا یا تاریک وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اگر اس آیت مبارکہ کو دوسری قرآنی آیات مقدسہ کی روشنی میں دیکھا جائے اور منکرین حدیث کی طرح تمام احادیث مبارکہ کو من گھڑت نہ قرار دیا جائے تو یہ قول بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دین حق کے غلبہ اور حضور ﷺ کی کامیابی کا ذکر قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے۔ هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ دوسری جگہ ہے اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ تیسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ مسلمانوں کے ساتھ نصرت اور کامیابی کا پختہ وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ارشادِ ربانی ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی ہمارے ذمہ کرم پر یہ لازم ہے کہ ہم اہل ایمان کی مدد ضرور کریں گے۔

وہ آیات مقدسہ جو عہد نبوت کے بالکل ابتدائی ایام میں نازل ہوئیں ان کے نزول کے بعد بھی اپنے مستقبل کے بارے میں حضور ﷺ کو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ سورۃ والضحیٰ میں صاف طور پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ اے محبوب (ﷺ)! آپ (ﷺ) کا ہر آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہوگا۔ آپ (ﷺ) کا رب تعالیٰ آپ (ﷺ) کو اتنا دے گا کہ آپ (ﷺ) خوش ہو جائیں گے۔

غزوۂ خندق پر نگاہ ڈالیے۔ صرف کفار مکہ ہی نہیں بلکہ جزیرۂ عرب کے جملہ مشرک قبائل نے مدینہ منورہ پر دھاوا بول دیا ہے۔ ان کا لشکر جرار مدینہ منورہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ان سے دفاع کے لیے خندق کھودی جارہی ہے۔ کڑاکے کی سردی ہے، کئی کئی وقت کا فاقہ ہے۔ یہودی جو مدینہ طیبہ میں آباد ہیں انہوں نے کفار مکہ کے ساتھ ساز باز کر رکھی ہے کہ باہر سے تم ہلہ بول دینا، اندر سے ہم یلغار کر دیں گے۔ ظاہری حالات اس قدر مخدوش ہیں اور فضا اتنی ناسازگار ہے کہ ایک عام شخص بڑی خوش فہمی کے باوجود مسلمانوں کی کامیابی کی پیشین گوئی نہیں کرسکتا۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ جب ایک چٹان کو توڑنے کے لیے ضرب لگاتا ہے تو چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ

کر الگ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی زبان نبوت ﷺ سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ مجھے ملک ایران کی کنجیاں دے دی گئیں۔ اس کے بعد دوسرے حصے کے الگ ہونے پر اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے قیصر کے شاہی خزانے دے دیئے گئے اور آخری حصہ کے ٹوٹنے پر آپ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے عطا کردہ علم غیب سے اعلان فرما دیا کہ مجھے یمن کی کنجیاں دے دی گئیں اور جن ممالک کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی تھیں ان کا عملی ظہور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ کے عہد مبارک میں ہوا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا لقب رازدانِ رسول ہے، فرماتے ہیں کہ آج سے لے کر قیامت تک آنے والے جتنے فتنے ہیں ان میں سے ہر فتنے کے متعلق میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان فتنوں کی ہمیں خبر دی۔ (مسلم شریف جلد دوم صفحہ 390)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے۔ ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد کتاب السنن)

ان آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہ تھا کہ دنیا میں آپ ﷺ کے ساتھ، آپ ﷺ کے دین کے ساتھ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ''مسا ادری'' سے تفصیلی علم کی نفی ہے کہ میں تفصیلاً نہیں جانتا۔ اگرچہ اجمالاً جانتا ہوں۔ ان تینوں اقوال سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دل کو مطمئن

کر سکے۔لیکن ''مـــــا ادری'' کی تحقیق کی جائے تو ساری تشویش دور ہو جاتی ہے۔ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق مفردات القرآن میں اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترجمہ درایت اس معرفت کو کہتے ہیں جو ظن وتخمین سے حاصل ہوتی ہے، فہم وذہانت سے کسی چیز کو سمجھنا۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ درایت کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔شاعر کا یہ مصرعہ جس میں اللہ تعالیٰ کو ''الداری'' کہا گیا ہے یہ شاعر کا جاہلانہ اُجڈ پن ہے۔

علامہ زبیدی شارح قاموس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف تاج العروس میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

ترجمہ: یعنی درایت بذات خود بھی متعدی ہوتا ہے اور باء کے ساتھ اس کا تعدیہ کیا جاتا ہے۔درایت کا معنی ہے میں نے جان لیا۔میرے شیخ کہتے ہیں کہ علم ودرایت ہم معنی ہیں، لیکن دوسرے علماءِ لغت نے تصریح کی ہے کہ درایت علم سے خاص ہے یا حیلہ وقیاس سے کسی کو جاننا درایت کہلاتا ہے۔اسی لیے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جاتا اور ایک رجز گو نے درایت کی نسبت اس مصرعہ میں ذات باری تعالیٰ کی طرف کی ہے یہ اس کا گنوار پن ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درایت کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے۔ ترجمہ: یعنی عقل کا بذریعہ قیاس کسی چیز کو جاننا۔(روالمختار جلد اول صفحہ 97)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ درایت کا مفہوم یہ ہے کہ غور وفکر، ظن وتخمین اور قیاس آرائی سے کسی چیز کا علم حاصل کرنا۔یہ مفہوم ذہن نشین کر کے اب آیت مبارکہ

میں غور کریں، ادنیٰ ساشبہ بھی باقی نہ رہے گا۔ نہ تخصیص کی ضرورت پڑے گی نہ نسخ کا قول کرنا پڑے گا۔ آیات قرآنی میں باہمی تضاد یا احادیث صحیحہ سے تعارض کی نوبت بھی نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ (ﷺ) ان کفار کو بتا دیں کہ میں اپنی عقل وفہم، ذہانت وفطانت اور قیاس سے نہ یہ جانتا ہوں کہ آخرت میں میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ نہ میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس دنیا میں میرا، مجھ پر ایمان لانے والوں کا اور میری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا یا تمہاری سرکشی کی تمہیں کب اور کیا سزا ملے گی۔ ان امور کو میں اپنی فہم وفراست سے نہ تفصیلاً جان سکتا ہوں اور نہ اجمالاً، میرا علمی سرمایہ میری عقل وشعور کا اثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اگر میں نے غور وفکر سے ان حقائق کو جانا ہوتا تو اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی اور تمہیں یہ حق پہنچتا تھا کہ اس کو جانچو اور اپنی کسوٹی پر پرکھو، لیکن میرا علم تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ اس میں شک وشبہ کا ذرا شائبہ نہیں۔ ''مَـــا ادری'' سے درایت کی نفی ہے۔ مَایُوحیٰٓ اِلَیَّ سے علم خداداد کا ثبوت ہے۔ سکھلانے والا اللہ تعالیٰ ہو اور سیکھنے والا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہو، استاذ عالم الغیب والشہادہ ہو اور تلمیذ غار حرا کا گوشہ نشین ہو، بھیجنے والا رب العالمین ہو اور آنے والا رحمۃ للعالمین ہو، وہاں کمی رہے گی تو کیسے؟ کوئی نقص ہوگا تو کس جانب سے؟

آخر میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی چند آراء بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کا آئینۂ دل ہر قسم کے گرد وغبار سے پاک ہو جائے گا۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے

ہوئے متعدد اقوال لکھے ہیں ان میں سے ایک قول حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی یہ کہنا کہ حضور ﷺ کو علم نہ تھا کہ آخرت میں حضور ﷺ کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ایسی نازیبا بات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ حضور ﷺ کو اس وقت اپنے ناجی ہونے کا علم تھا جب روز اول ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا تھا۔ بلکہ آیت مقدسہ کا مطلب یہ ہے کہ مَیں نہیں جانتا کہ دنیا میں مجھے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح جلاوطن کر دیا جائے گا یا نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کو اس دنیا میں جو معاملہ حضور ﷺ سے کیا جانے والا تھا اور جو سلوک آپ ﷺ کی قوم اور دوسرے مکذبین کے ساتھ ہونے والا تھا اس کو بیان فرما دیا۔

علامہ نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی خود بخود جان لینے کی نفی کی گئی ہے اور جو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا اس کی نفی نہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ ترجمہ: میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ نفی اس درایت کی ہے جو وحی کے بغیر ہو۔ خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی، اس کا تعلق دُنیوی واقعات سے ہو یا اخروی حالات سے۔ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دنیا سے انتقال نہیں فرمایا جب تک حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور شئون کا علم اور تمام ایسی اشیاء کا علم جو وجہِ کمال ہے، نہ دے دیا گیا۔

واللّٰہ اعلم بالصواب وعندہ حسن الثواب والیہ المآب۔

سورۃ محمد (ﷺ)

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ۝

محمد (ﷺ): 16

اوران میں کچھ ایسے ہیں جو کان لگائے رکھتے ہیں آپ (ﷺ) کی طرف، حتیٰ کہ جب نکلتے ہیں آپ (ﷺ) کے پاس سے تو کہتے ہیں اہل علم سے (کہ ذرا غور فرمائیے) یہ صاحب ابھی کیا کہہ رہے تھے، یہی وہ (بدبخت) ہیں مہر لگادی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنی خواہشوں کی ۝

جمعہ کے خطبوں اور دیگر اجتماعات میں اہل ایمان کے ساتھ منافقین بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبات، اہل ایمان تو ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور اپنے دل میں انہیں محفوظ کر لیتے، لیکن منافقین حضور ﷺ کے فرامین تو سنتے، مگر ان کی طبیعت پر یہ بڑے گراں گزرتے۔ جب محفل برخواست ہوتی تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے پوچھتے کہ ابھی ابھی انہوں نے کچھ فرمایا ہے، ذرا بتائیے تو انہوں نے کیا فرمایا ہے؟ ہمیں تو یاد نہیں رہا یا ہم سمجھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر مہریں لگادیں اور وہ صرف اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں لگے رہتے ہیں اس لیے انہیں سرور عالم ﷺ کے ارشادات کیسے یاد رہ سکتے ہیں۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اور جو لوگ راہ ہدایت پر چلے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے ان کے نور ہدایت کو اور انہیں تقویٰ کی توفیق بخشتا ہےo محمد (ﷺ): 17

جو نیک بخت حضور ﷺ کے ارشادات اور کلام بلاغت نظام سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان پر مزید کرم یہ کیا جاتا ہے کہ انہیں علم بصیرت اور شرح صدر کی دولت سے مالا مال کر دیا جاتا ہے، انہیں احکام الٰہیہ پر عمل کی توفیق بھی بخشی جاتی ہے، یا ان چیزوں سے بچا لیا جاتا ہے جو دوزخ میں لے جانے کا باعث ہوتی ہیں۔

منافقین نے مشرکین مکہ کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ج وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْo محمد (ﷺ): 26

یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں کو جنہوں نے ناپسند کیا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا کہ ہم تمہاری ایک بات میں اطاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ مشوروں کو جانتا ہےo

منافقین درونِ پردہ مشرکوں سے ساز باز کرنے میں مصروف رہتے تھے اور انہیں یقین دلا چکے تھے کہ ہم بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم مسلمانوں پر حملہ کرو گے تو ہم تمہارے مقابلہ کے لیے میدان جنگ میں نہیں آئیں گے۔ تم ہماری طرف سے مطمئن رہو۔ منافقین کی یہ یقین دہانیاں اگرچہ بڑی مخفی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے تو پوشیدہ نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو ان کی سازشوں سے آگاہ

کر دیا۔

قالوا فاعل منافق و یہودی ہیں۔ الّذین کرھوا سے مراد مشرکینِ مکہ ہیں۔ بعض الامر سے مراد جنگ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون نہ کرنے کا معاہدہ ہے۔

ان منافقین کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ
پس انکا کیا حال ہوگا جب فرشتے انکی روحوں کو قبض کریں گے اور چوٹیں لگائیں گے انکے چہروں اور پشتوں پر ٥ محمد (ﷺ): 27
ان کی موت اتنی اندوہ ناک کیوں ہوگی ؟ اس کی وجہ بیان کی جارہی ہے۔
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ٥ محمد (ﷺ): 28
یہ درگت اس لیے بنے گی کہ انہوں نے پیروی کی اس کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث تھا اور ناپسند کیا اس کی خوشنودی کو پس اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے ٥
نیک اعمال کا اجر کن لوگوں کو ملے گا ؟ ان آیات مقدسہ میں پڑھیں !
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ٥
محمد (ﷺ): 33,32

بیشک جو لوگ خود بھی کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی روکتے رہے
اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور مخالفت کرتے رہے رسول (ﷺ) کی
باوجود اس کے کہ ظاہر ہو چکی تھی ان کے لیے راہ ہدایت وہ قطعاً
اللہ تعالیٰ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال
کو اکارت کر دیگا o اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور
اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور نہ ضائع کرو اپنے عملوں کو o

آیت نمبر 32 میں منافقین کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ یہ خود بھی کفر کر رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی مخالفت پر ابھار رہے ہیں۔ لیکن اسلام کے خلاف ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ ان کی ہر سازش ناکام ہوگی اور جو نیکیاں انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کی ہیں ان کا انہیں کوئی اجر نہ ملے گا۔

اس کے بعد آیت نمبر 33 میں اہل ایمان کو واضح طور پر حکم باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں تمہارے نیک اعمال کا صلہ ملے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ اس کے پیارے حبیب ﷺ کی غیر مشروط اطاعت کرو۔

سورة الفتح

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا o لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ
وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا o
إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ ۚ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ
أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ

اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا o

الفتح: 8 تا 10

بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ (ﷺ) کو گواہ بنا کر (اپنی رحمت کی) خوشخبری سنانے والا (عذاب سے) بروقت ڈرانے والا o تا کہ (اَے لوگو!) تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی تعظیم کرو اور پاکی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام o (اے جانِ عالم) بیشک جو لوگ آپ (ﷺ) کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی ذات پر ہوگا۔ اور جس نے ایفاء کیا اس عہد کو جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا o

شاہد کا معنیٰ گواہ ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے نیک اور برے اعمال پر گواہ ہیں۔ آپ نے لکھا ہے۔ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں اپنی امت کے نیک و بد اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ (قرطبی) علامہ زمخشری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے جس طرح ارشاد ہے۔ علامہ خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فرماتے ہیں۔ ترجمہ: عبد بن حمید اور ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت پر گواہ ہیں اور سابقہ انبیا علیہم السلام کے بارے گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا۔

اس کی مزید تحقیق کے لیے یہاں سورہ الاحزاب کی آیت 45، 46 تحریر کرتا ہوں جو کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایمانی تقویت کا باعث ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَآاَيُّهَاالنَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًاوَّمُبَشِّرًاوَّنَذِيْرًاo وَّ دَاعِيًااِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًامُّنِيْرًاo الاحزاب:45،46

اے نبی (ﷺ) ہم نے بھیجا ہے آپ (ﷺ) کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والاo اور دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اذن سے اور آفتاب روشن کر دینے والاo

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے، اور اس کے بعد جلیل القدر خطابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب ﷺ کو سرفراز فرمایا۔ انکے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول ﷺ کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم اِن طوفانوں سے نہ گھبراؤ، ان کی تند و تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ منہ کھولے ہوئے گرداب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاح کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت، دوں حوصلہ، نااہل اور ناتجربہ کار ہو۔ بلکہ اس کشتی کا ناخداوہ نبیٔ برحق ﷺ ہے جس کو ہم نے ان صفات جلیلہ سے متصف کیا ہے۔ تم

صبر و استقامت سے اس کا دامن اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہوگی۔ ساتھ ہی دشمنان اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھانا چاہتے تھے۔

ارشاد فرمایا، اے میرے نبی ﷺ! ہم نے تجھے شاہد بنایا ہے۔ شاہد کا معنی گواہ ہے اور گواہ کے لیے ضروری ہے کہ جس واقعہ کی وہ گواہی دے رہا ہے وہ وہاں موجود بھی ہو اور اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھے بھی۔ چنانچہ علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفردات میں لکھا ہے۔ ترجمہ: شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور وہ اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بصیرت کے نور سے۔ یہاں ایک چیز غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد بنایا لیکن جس چیز پر شاہد بنایا، اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک چیز ذکر کر دی جاتی تو شہادت نبوت وہاں محصور ہو کر رہ جاتی۔ یہاں اس شہادت کو کسی ایک امر پر محصور کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی وسعت کا اظہار مطلوب ہے۔ یعنی حضور ﷺ گواہ ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی تمام صفات کمالیہ پر، کیونکہ جب ایسی باکمال ہستی اور ہمہ صفت موصوف ہستی یہ گواہی دے رہی ہو کہ لا الٰہ الا اللہ، تو کسی کو اس دعوت کے حق ہونے میں شک نہیں رہتا۔ دولت، حکومت، شخصی وجاہت، علم اور فضل و کمال یہ ایسے حجابات ہیں جن میں لوگ کھو جاتے ہیں اور اپنے خالق کریم کی ہستی سے غافل ہو جاتے ہیں حضور ﷺ کی اس شہادت سے وہ سارے حجاب تار تار ہو گئے اور اس جلیل المرتبت نبی ﷺ کی شہادتِ توحید کے بعد کوئی سلیم الطبع آدمی اس کو تسلیم کرنے

میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ نیز حضور ﷺ اسلام، اس کے عقائد، اس کے نظام عبادات و اخلاق اس کے سارے قوانین کی حقانیت کے بھی گواہ ہیں۔ اسی کے اتباع میں فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی آئین کے نفاذ سے اس گلشن ہستی میں بہارِ جاوداں آسکتی ہے اور جب قیامت کے روز سابقہ امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا انکار کر دیں گی کہ نہ ان کے پاس کوئی نبی آیا اور نہ کسی نے ان کو دعوت توحید دی اور نہ کسی نے انہیں گناہوں سے روکا۔ اس وقت بھرے مجمع میں اللہ تعالیٰ کا یہ پیارا رسول ﷺ انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی گواہی دے گا کہ الٰہ العالمین! تیرے نبیوں علیہم السلام نے تیرے احکام پہنچائے اور تیری طرف بلانے میں انہوں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں دیا۔ یہ لوگ جو آج تیرے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سرے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں پر پتھر برسائے۔ ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ انہیں جھٹلایا اور بعض نے تو تیرے نبیوں علیہم السلام کو تختۂ دار پر کھینچ دیا۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ اپنی امت کے اعمال پر گواہی دیں گے کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں سے کیا غلطی سرزد ہوئی۔ چنانچہ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "شاهدًا علی امتك۔" یعنی حضور ﷺ اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ اپنی اس تفسیر کی تائید میں انہوں نے یہ روایت پیش کی ہے۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے روایت کی ہے کہ ہر روز صبح شام حضور ﷺ کی امت حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہے اور حضور ﷺ ہر فرد کو اس کے چہرے سے پہچانتے ہیں، اسی لیے حضور ﷺ ان پر گواہی دیں گے۔ (مظہری)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ترجمہ: حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اور قیامت کے روز لوگوں کے اعمال پر گواہی دیں گے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ترجمہ: حضور ﷺ گواہی دیں گے اپنی امت پر کیونکہ حضور ﷺ ان کے احوال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے اعمال کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روز قیامت ان کے حق میں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (روح المعانی)

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بندوں کے اعمال پر آگاہ فرما دیا ہے اور حضور ﷺ نے انہیں دیکھا ہے، اس لیے حضور ﷺ کو شاہد کہا گیا ہے۔

اس قول کی تائید میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

در نظر بودش مقامات العباد — زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد

ترجمہ: بندوں کے مقامات حضور ﷺ کی نگاہ میں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا اسم پاک شاہد رکھا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں فتأمل و لاتغفل کہ اس بیان کردہ حقیقت میں غور و فکر کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر جو حاشیہ لکھا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لکھتے ہیں۔ "اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے

پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔'' الغرض وہ تمام ابدی صداقتیں جنہیں انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالم غیب کی وہ حقیقتیں جو عقل وخرد کی رسائی سے ماوراء ہیں ان سب کی سچائی کے آپ ﷺ گواہ ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا دوسرا لقب ''مبشر'' ہے۔ یعنی خوشخبری دینے والے۔ جو اس دین پر ایمان لائے گا، اس کے ارشادات پر عمل کرے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ترجمہ: کہ اہل ایمان اور اہلِ اطاعت کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور اہل محبت کو دیدار محبوب کی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تیسرا لقب نذیراً ہے۔ نذیر کا معنی ہے کسی شخص کو نافرمانی کے نتائج سے بروقت آگاہ کر دینا۔ یہ بھی حضور ﷺ کی شان ہے۔

وداعیا الی اللّٰہ باذنہ : یہ حضور ﷺ کا چوتھا لقب ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور یہ کام کیونکہ بہت ہی کٹھن اور دشوار ہے۔ کوئی آدمی اپنے عقیدہ کو چھوڑنے کے لیے بآسانی تیار نہیں ہوتا۔ خصوصاً مکہ کے مشرک جو کورانہ تقلید اور آباء پرستی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ جنہوں نے غور وفکر کے سارے دیے گل کر دیئے تھے، ان کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور حق کی طرف لے آنا از حد دشوار تھا۔ یہی حالت یہود اور دوسرے اہل کتاب کی تھی، اس لیے ساتھ ہی ''باذنہ'' کا کلمہ بڑھا دیا۔ یعنی اے محبوب ﷺ ! ہم نے اس دشوار کام کو آپ ﷺ کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ (روح المعانی) اور اس کی صورت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم خاتم النبیین ﷺ کو ان گونا گوں خوبیوں اور

دلفریبیوں سے ممتاز فرمایا تھا کہ دل خود بخود اس طلعت زیبا کی طرف کھچے چلے جاتے تھے۔ وہ لوگ جن میں حق پذیری کا ادنیٰ سا ملکہ بھی موجود تھا وہ اس شمع جمال پر پروانہ وار نثار ہوتے تھے اور دنیا نے دیکھا کہ عرب کے اُجڈ اور سخت مزاج لوگ کس طرح اپنے بچوں، اپنے آباد گھروں، قیمتی مال ومتاع اور وطن عزیز کو چھوڑ کر در مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف کشاں کشاں جارہے ہیں۔ ابھی چندروز پہلے خالد بن ولید نے میدان احد میں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا لیکن وہی فاتح خالد مکہ کو الوداع کہہ رہا ہے اور اپنے گلے میں غلامی کا قلادہ ڈال کر سرکارِ مدینہ ﷺ کی حاضری کے لیے کوہ ودمن، دشت وصحرا کو عبور کرتا ہوا چلا جارہا ہے یہی داعیا الی اللہ باذنہ کی شان کا ایک ظہور ہے۔

سِرَاجًا مُّنِيرًا فرمایا : اے محبوب ﷺ! میں نے تجھے سراجاً منیراً بنا کر بھیجا ہے۔ ان دو لفظوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر جن انعامات ولطائف کی بارش فرمائی ہے اس کی بیکرانیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ آفتاب اور آفتاب بھی عالمتاب، روشن اور اتنا روشن کہ دوسروں کو بھی نور وضیاء کا منبع ومصدر بنا دینے والا۔ اہل دل نے یہاں بہت کچھ لکھا ہے میں یہاں فقط حضرت عارف باللہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک جملہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں ترجمہ: حضور ﷺ زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر تھے۔ اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے ہیں اور اس کے انوار سے درخشاں وتاباں ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نور مجسم ﷺ کے انوار سے درخشاں راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

''(اے جان عالم) بیشک جولوگ آپ (ﷺ) کی بیعت کرتے ہیں''

حضور رحمت عالم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر خیمہ زن ہیں۔ کفار مکہ بضد ہیں کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت کے سفیر بن کر مکہ گئے ہوئے ہیں۔ اسی اثنا میں یہ افواہ پھیلتی ہے کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ اگر چہ حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے ساتھی جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے۔ احرام کی دو چادریں اور قربانی کے جانور، یہی ان کا زادسفر تھا۔ لیکن یکا یک ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ تعداد کی قلت اور اسلحہ کے فقدان کی پرواہ کیے بغیر محض قوت ایمانی پر بھروسہ کرتے ہوئے باطل سے ٹکرانا ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوتے ہیں اور بیعت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں یہ بیعت اس بات پر تھی کہ جب تک ہمارے جسموں میں جان ہے، جب تک بدن میں خون کا ایک قطرہ موجود ہے، ہم میدان جنگ میں ڈٹے رہیں گے اور اہل مکہ کو اس خیانت اور سفیر کشی کی عبرت ناک سزا دیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ غلامان حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات پروانہ وار دوڑ دوڑ کر حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے آقا و مولا ﷺ کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر جان بازی اور سرفروشی کی بیعت کر رہے ہیں۔ الغرض چودہ سو ہمراہیوں میں سے ایک بھی اس سعادت سے محروم نہ رہا۔ البتہ جد بن قیس جو حقیقت میں منافق تھا اس نے بیعت نہ کی۔ بخدا مجھے اب بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ وہ اپنی اونٹنی کے پیٹ کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے ان چودہ سو جاں نثاروں اور سرفروش مجاہدین کے بارے میں اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا۔ **انتم خیر اھل الارض الیوم** اے اسلام کے قابل فخر مجاہدو! آج روئے زمین پر تم سب سے بہترین لوگ ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے۔ **لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ۔** جنہوں نے اس درخت کے نیچے میرے ساتھ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ (ابن کثیر)

ملا فتح اللہ کاشانی شیعہ اپنی تفسیر منہج الصادقین میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: آنحضرت (ﷺ) نے اصحاب کو درخت کے نیچے جمع کیا اور انہیں ازسرنو بیعت کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) انتہائی شوق و رغبت اور بڑی سنجیدگی سے آگے بڑھے اور حضور (ﷺ) کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر اس بات کی بیعت کی کہ تادمِ واپسیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کے راستے پر گامزن رہیں گے اور کسی وقت بھی راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے بے پناہ اشتیاق اور کامل رغبت کے باعث اس بیعت کا نام بیعت رضوان رکھا گیا اور اسی اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"درحقیت وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔" یہ بیعت اگرچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ حق پر ہو رہی ہے لیکن درحقیقت یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ اگرچہ بظاہر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھا، لیکن درحقیقت یہ دست خدا تعالیٰ تھا۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے اسی طرح حضور ﷺ سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت اور حضور

ﷺ کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اس آیت مبارکہ کی یہ تشریح کرتے ہیں۔ ترجمہ: اہل حقیقت کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بعینہٖ اس فرمان خداوندی کی طرح ہے کہ جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی ذات وصفات سے فنا ہو کر بقاباللہ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے اس لیے جو فعل حضور ﷺ سے صادر ہوتا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے صادر ہوتا۔ (روح البیان)

آج کل جو ہم کسی ولی کامل کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اسی سُنت کا اتباع ہے۔ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: فقیر کہتا ہے کہ اس آیت (مبارکہ) سے بیعت کی سُنت اور مشائخ کبار سے اکتساب فیض ثابت ہوتا ہے۔ وہ مشائخ جنہیں اللہ تعالیٰ نے قطب ارشاد کے مقام پر فائز کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ علمی تجلی سے ترقی دے کر انہیں مشاہدہ کی تجلی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ (روح البیان)

حضرت شداد ابن اوس اور عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ ترجمہ: ان دونوں نے کہا کہ ایک روز ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تم میں کوئی بیگانہ (اہل کتاب) تو نہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا۔ ارشاد ہوا دروازہ بند کر دو اور کہو ''لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ ایک گھڑی ہم نے اپنے ہاتھوں کو بلند رکھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک نیچے کیا اور گویا ہوئے الحمدُللّٰہ اے اللہ! تو نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اس کلمہ کا حکم دیا اور میرے ساتھ وعدہ فرمایا کہ جو اس کلمہ پر پکا رہے گا وہ جنت میں داخل

ہوگا اور تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ پھر فرمایا، اے فرزندان اسلام! تمہیں مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو معاف فرمادیا ہے۔

اس قسم کی متعدد صحیح روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنے غلاموں سے بیعت لیا کرتے تھے۔ مستورات کو بھی اس شرف سے مشرف فرماتے، لیکن ان کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے ایک پیالہ میں پہلے حضور ﷺ اپنا دست اقدس رکھتے، اس کے بعد اس پیالے میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیتے۔ حضور ﷺ نے کبھی کسی اجنبیہ کے ساتھ مصافحہ نہیں کیا۔

آخر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ کے ساتھ بیعت کر کے جس نے بیعت کو توڑ دیا، اس نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جس نے اس بیعت کو پورا کیا اور اس عہد کو ایفا کیا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ وہ جنت میں اقامت گزیں ہوں گے اور اس میں انہیں ایسی نعمتوں سے نوازا جائے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں وہ کھٹکیں۔

جن نفوسِ قدسیہ نے اس درخت کے نیچے بیعت کی سعادت حاصل کی ان میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ہم نے اس درخت کے نیچے اس بات پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ ہم جان دے دیں گے لیکن راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ پس ہم میں سے کسی نے اس بیعت کو نہیں توڑا بجز جد بن قیس کے، وہ درحقیقت منافق تھا اور جب مسلمان بیعت کر رہے تھے تو وہ اپنے اونٹ کی بغل میں چھپا ہوا تھا۔ (کشاف)

کیا بخشش کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا کافی ہے؟ جواب

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ○ الفتح: 13

اور جو نہ ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر تو بیشک ہم نے ان تمام کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ○

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اپنے پیارے محبوب کریم ﷺ کی ذاتِ والا صفات پر ایمان لانے والوں سے ہی دوزخ کی بھڑکتی آگ سے نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اطاعت و پیروی کرنے والوں کو مغفرت کی خوشخبری اور اس سے روگردانی کرنے والوں کو دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ○ الفتح: 16-17

آپ (ﷺ) فرما دیجیے ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں کو کہ عنقریب تمہیں دعوت دی جائے گی ایک ایسی قوم سے

جہاد کی جو بڑی سخت جنگجو ہے تم ان سے لڑائی کرو گے یا وہ
ہتھیار ڈال دیں گے پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ
تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا، اور اگر تم نے (اس وقت بھی)
منہ موڑا جیسے تم نے منہ موڑا تھا اس سے پہلے تو تمہیں اللہ تعالیٰ
دردناک عذاب دے گاo نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے
پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے، (اگر یہ شریک
جہاد نہ ہو سکیں) اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول (ﷺ) کی داخل فرمائے گا اللہ تعالیٰ اسے باغات میں
رواں ہیں جن کے نیچے نہریں، اور جو شخص روگردانی کرے گا، اللہ
تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گاo

مدینہ طیبہ کے گردونواح میں بسنے والے قبائل غزوۂ خیبر میں شریک ہونے کے لیے بڑے بے تاب تھے۔ ان کی یہ بے تابی اور بے چینی اس لیے نہ تھی کہ وہ اپنی گزشتہ کوتاہیوں کی تلافی چاہتے تھے بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ خیبر میں انہیں اموال غنیمت ملنے کی توقع تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب کفار مکہ مسلمانوں کی تاب نہ لا سکے تو بے چارے یہودیوں میں یہ ہمت کہاں کہ وہ مسلمانوں کو مغلوب کر سکیں۔ مسلمان اس مہم میں یقیناً فتح یاب ہوں گے۔ یہودیوں کے باغات، زرخیز زمینیں اور کئی پشتوں سے جمع کیا ہوا مال انہیں مفت ہاتھ آئے گا۔ علاوہ ازیں ان کا شمار بھی غلامان اسلام میں ہونے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ﷺ ان بدوی عربوں کو فرمائیے کہ گھبراؤ نہیں۔ کفر و اسلام کا یہ آخری معرکہ نہیں کہ اگر تم اس میں

شریک نہ ہوئے تو پھر تمہیں اپنی جانبازی اور سرفروشی کے جوہر دکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ یہ حق و باطل کی جنگ کا سلسلہ تا حشر جاری رہے گا۔ ایک طاقتور جنگجو اور بہادر قوم سے عنقریب ٹکر ہونے والی ہے۔ اس وقت تمہیں دعوت جہاد دی جائے گی۔ اگر اس وقت تم نے اس دعوت پر لبیک کہی، میدان جہاد میں دادِ شجاعت دی اور اپنی جاں نثاری کا ثبوت پیش کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ بہترین اجر عطا فرمائے گا اور اگر اس وقت بھی تم نے اپنی روایتی بزدلی اور منافقت کے باعث روگردانی کی اور جہاد میں شریک ہونے سے گریز کیا تو یاد رکھو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

''نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی مریض پر کوئی گناہ ہے'' مدینہ طیّبہ میں کئی مخلص مسلمان جو نابینا یا لنگڑے یا بیمار تھے وہ بھی اس جہاد میں شریک نہ ہو سکے۔ انہوں نے جب مُخلّفین کے بارے میں یہ آیت مبارکہ سنی تو بے چین ہو گئے کہ مبادا ان کا شمار بھی کہیں ان کے زمرہ میں نہ ہو۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر گزارش کی کیف بنا یا رسول اللہ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، ہمارا کیا بنے گا؟ ہم بھی تو اس سفر میں شریک نہ تھے۔ ان کے اطمینان کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ان آیات مقدسہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کو فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ انہیں فرما دیجیے ''پس اگر تم نے اس وقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھا اجر دے گا'' یہاں پر جہاد میں شمولیت اختیار کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اطاعت سے تعبیر کیا ہے اور جہاد میں شمولیت کی دعوت تو حضور ﷺ نے دینی تھی اس لیے وہ اطاعت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے بہت

اچھا اجر دینے کا وعدہ فرمایا اور اس سے منہ موڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کی وعید سنائی۔ پھر اس کے بعد فرمایا "اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی" اسے اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا باغات میں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

سورۃ الحجرات

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ الحجرات: 1

اَے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے ○

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ اس سے پہلی سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب مکرم، نبی معظم ﷺ کا مقامِ عالی اور شانِ رفیع بیان فرمائی کہ یہ وہ رسول ﷺ ہے جس کی رسالت کے ہم گواہ ہیں۔ جس کے دین کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اس کے غلام ان صفات جلیلہ سے موصوف ہیں جن کا ذکر خیر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود ہے۔ اس سورت مبارکہ میں اس رسول ذیشان ﷺ کی عزت و تکریم کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ادب و احترام کے انداز سکھائے جا رہے ہیں۔ چونکہ ادب ہوگا تو دل میں تعظیم ہوگی۔ تعظیم ہوگی تو اس کے ہر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوگا۔ جب تعمیل حکم کی خو پختہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی اور جب محبوبِ خداوند ذوالجلال کے عشق کی شمع فروزاں ہوگی تو حریم کبریائی تک جانے

والا سارا راستہ منور ہو جائے گا۔

ادب واحترام کے درس کا آغاز لَاتُقَدِّمُوْا سے فرمایا جارہا ہے۔ علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے پیشوا یا امام کے ارشاد کے بغیر خود ہی امر و نہی کے نفاذ میں جلدی کرے تو عرب کہتے ہیں کہ فلان یقدم بین یدی امامه۔ یعنی فلاں شخص اپنے امام کے آگے آگے چلتا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ عن ابن عباس لاتقولوا خلاف الکتاب والسنة۔ یعنی کتاب وسنت کی خلاف ورزی مت کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے رب کریم اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے ارشاد کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی کام کرے۔ جب انسان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے تو وہ اس امر کا بھی اعلان کررہا ہوتا ہے کہ آج کے بعد اس کی خواہش، اس کی مرضی، اس کی مصلحت خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر بلا تامل قربان کردی جائے گی۔

یہ ارشاد فقط اہل ایمان کی شخصی اور انفرادی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کے سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی تمام گوشوں پر بھی محیط ہے۔ نہ کسی فرد کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کوئی ایسا قانون بنائے جو کتاب وسنت سے متصادم ہو اور نہ کسی عدالت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ احکام شرعی کے برعکس کوئی فیصلہ کرے۔

لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کے مختصر کلمات میں معانی ومطالب

کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجود ہے۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ لا تقدموا متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں، اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے حکم کی خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو، کوئی قول ہو، زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو، اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔ نیز اگر مفعول ذکر کیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر بھی مبذول ہو جاتی۔ اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لا تقدموا کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہیے۔

اطاعت سچے دل سے اختیار کرو، دکھاوے کے لیے نہیں !

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ الحجرات: 15,14

اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، آپ (ﷺ) فرمائیے تم ایمان نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی ہے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ)

کی تو وہ ذرا کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں، بیشک اللہ تعالیٰ
غفور رحیم ہےo (کامل) ایماندار تو وہی ہیں جو ایمان لے آئے
اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) پر پھر (اس میں) کبھی شک نہ
کیا کریں اور جہاد کرتے رہے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے
ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہی لوگ راستباز ہیںo

قبیلہ بنو اسد کے لوگ ایک سال قحط کا شکار ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر زبان سے اسلام کا اقرار کیا لیکن ان کے دل نور ایمان سے محروم تھے۔ انہوں نے مدینہ طیبہ کے راستوں کو غلاظت سے بھر دیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے کہ ہم اپنے بال بچے لے کر آپ (ﷺ) کے پاس آ گئے ہیں۔ دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ (ﷺ) کے ساتھ جنگ نہیں کی۔ اس لیے آپ (ﷺ) ہمیں ہماری ضروریات مہیا فرمایئے۔ اس طرح وہ حضور ﷺ پر اپنا احسان جتلاتے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی قبائل مزینہ، جزینہ اور اسلم تھے جو احسان جتلانے کے لیے ایسی باتیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو حکم دیا کہ انہیں فرمائیں تمہارے دِلوں نے ایمان قبول نہیں کیا۔ تم فقط دنیوی مفاد حاصل کرنے کے لیے اور قتل و اسیری سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہوئے ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ گے تو تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔

اعراب بنی اسد اپنے آپ کو زبانی اقرار کے بعد مسلمان خیال کرتے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں سچے مومن کی وضاحت کر دی کہ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمانوں

کے گروہ میں شامل کردے مومن کہلانے کا مستحق نہیں، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا دل ہر شک وشبہ سے پاک ہو اور جب اسلام کی سربلندی کے لیے مال اور جان قربان کرنے کا موقع آئے تو وہ بلا تامل ہر چیز بخوشی قربان کردے۔

اس آیت مقدسہ سے بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ قرآن کی اصطلاح میں ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مومن وہ کہلاتا ہے جس کا دل نور ایمان سے منور ہو اور مسلمان اسے کہتے ہیں جو بظاہر مطیع اور فرمانبردار ہو اگرچہ اس کا دل ایمان سے محروم ہو۔ ایسا سمجھنا کم فہمی کی دلیل ہے، قرآن کریم کی بیشتر آیتیں ہیں جو اس کی تردید کرتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ان الدین عنداللّٰہ الاسلام: یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے۔ ما کان ابراھیم یھودیاولانصرانیاولکن کان حنیفامسلماً: حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی، بلکہ ایک اللہ (تعالیٰ) کی طرف مائل ہونے والے مسلم تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قل انی اُمرت ان اکون اوّل من اسلم۔ آپ ﷺ فرمایئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لے آؤں۔

سورۃ النجم

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ النجم: 4,3

اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے ۝ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے ۝

سورۃ النجم کی ان سے پہلی آیت مبارکہ کی مزید تائید کی جا رہی ہے۔ یعنی کوئی غلط قدم اٹھانا، کسی باطل عقیدہ کو اپنانا تو بڑی دور کی بات ہے۔ ان کا تو یہ عالم ہے کہ وہ خواہش نفس سے لبوں کو جنبش بھی نہیں دیتے، ان کی زبان پر کوئی ایسی بات آتی ہی نہیں، جس کا محرک ان کی ذاتی خواہشات ہوں۔

ھُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔ یہ آیت مقدسہ ایک سوال کا جواب ہے۔ جب وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں، تو پھر جو کلام یہ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں یہ کیا ہے؟ اس کا جواب دیا یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے اور جیسے وحی نازل ہوتی ہے، بعینہٖ وہ اسی طرح لوگوں کو پڑھ کر سنا دیتے ہی، اس میں سرمو ردو بدل ناممکن ہے۔

بعض علماء کی رائے ہے کہ ھُوَ کا مرجع صرف قرآن کریم نہیں بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے، وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ تعالیٰ ہوں، اسے وحی جلی کہتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور جب معانی کا نزول تو من جانب اللہ تعالیٰ ہو، لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور ﷺ نے خود پہنایا ہو، اسے وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جیسے احادیث طیبہ۔ بعض علماء نے ان آیات مقدسہ کے پیش نظر حضور ﷺ کے اجتہاد کا انکار کیا ہے، یعنی حضور ﷺ کوئی بات اپنے اجتہاد سے نہیں کہتے، بلکہ جو ارشاد ہوتا ہے، وہ وحی کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن جمہور فقہا نے حضور ﷺ کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرمائی ہے کہ یہ اجتہاد بھی باذن اللہ ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس اجتہاد کی پاسبانی کرتا ہے۔ حضور ﷺ جو بات بذریعہ اجتہاد فرماتے ہیں، وہ بھی عین منشاء خداوندی ہوا کرتا ہے۔ (روح المعانی)

کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ منقول ہے وہ کہتے ہیں میرا یہ دستور تھا کہ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا، وہ لکھ لیا کرتا۔ قریش کے بعض احباب نے مجھے اس سے منع کیا اور کہنے لگے تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول لکھ لیا کرتے ہو۔ حالانکہ حضور ﷺ انسان ہیں کبھی غصے میں بھی کوئی بات فرمادیا کرتے ہیں، چنانچہ میں نے لکھنا بند کر دیا۔ بعد میں اس کا ذکر بارگاہ رسالت ﷺ میں ہوا اور میں نے سلسلۂ کتابت بند کرنے کی وجہ بیان کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاخَرَجَ مِنِّيْ اِلَّا الْحَقّ۔ اے عبداللہ ! تم میری ہر بات کو لکھ لیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی۔ سبحان اللہ تعالیٰ۔

سورۃ القمر

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ○ القمر: 3

اور انہوں نے جھٹلایا (رسول ﷺ کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی اور ہر کام کے لیے ایک انجام ہے ○

اس سے پہلے والی آیات مبارکہ یعنی القمر 1 اور 2 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند شق ہو گیا ○ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے ○

ان آیات مقدسہ کی تشریح بھی پڑھیں یقیناً ایمان کو جلا ملے گی۔

''قیامت قریب آ گئی ہے'' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ترجمہ: دنیا کی مقررہ مدت میں سے اب اسی قدر وقت باقی ہے جتنا اس دن سورج غروب ہونے میں باقی ہے۔ یعنی کافی زمانہ گزر گیا، اب وقوع قیامت میں تھوڑی مدت باقی رہ گئی ہے۔ حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنی دو انگلیوں شہادت اور وسطی سے اشارہ کیا اور فرمایا میری بعثت اور قیامت یوں ملی ہوئی ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں بھی یہی بتایا جا رہا ہے کہ قیامت برپا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے جو وقت متعین کیا ہے وہ اب قریب آ گیا ہے۔ زیادہ عرصہ گزر چکا، اب تھوڑا وقت باقی ہے۔

''چاند شق ہو گیا'' تم لوگ وقوع قیامت کا انکار کرتے ہو۔ تمہیں بڑا تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح یہ سارا نظام درہم برہم کر دیا جائے گا۔ آسمان، پہاڑ، ستارے اور اتنی بڑی بڑی قوی ہیکل چیزیں کہاں جائیں گی۔ دیکھو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اگر چاند دو ٹکڑے ہو سکتا ہے تو باقی تمام چیزیں خواہ کتنی ہی بڑی ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ ٹوٹ پھوٹ سکتی ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ مشرک اکٹھے ہو کر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان فعلت تؤمنون۔ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے

ضرور۔ اس رات کو چودھویں تاریخ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے رب کریم کے حضور عرض کی کہ کفار نے جو مطالبہ کیا ہے اسے پورا کرنے کی قوت دی جائے۔ چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے۔ اے فلاں اے فلاں اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اِس بات پر گواہ رہنا۔ تمہاری فرمائش پوری ہو گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کفار نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کی بجائے انہوں نے کہا کہ یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔ اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ چند دنوں بعد باہر سے قافلے آنے والے ہیں۔ ہم ان سے پوچھیں گے۔ اس جادو کی حقیقت خود بخود کھل جائے گی۔ جب وہ قافلے مکہ مکرمہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ کیا فلاں رات کو چاند کو شق ہوتے تم نے دیکھا ہے۔ سب نے اس کی تصدیق کی لیکن اس کے باوجود کفار مکہ کو ایمان لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ مبارک احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ، انس، ابن مسعود، حذیفہ، جبیر ابن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث مبارکہ بکثرت ہیں یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔ شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن حاجب کی المختصر کی شرح میں لکھتے

ہیں۔ ترجمہ: میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے، صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

بعض قصہ گوؤں نے اس واقعہ میں مضحکہ خیز اضافے کیے ہیں کہ چاند حضور ﷺ کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔ علماء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر جھوٹ ہے۔

کثیر التعداد صحیح احادیثِ مبارکہ کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔ انشق اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغتِ عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، وہ کہتے ہیں انکار کی کئی وجوہات ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم مچی ہوتی۔ اس زمانہ کے مؤرخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔ علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ سرشام ہوا تھا اس لیے جزیرۂ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں ابھی دن تھا، لہٰذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رُوپذیر ہونے والا ہے تا کہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوگی۔ کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو یا توجہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن اس نے لکھا نہ ہو یا لکھا بھی ہو اور پھر ضائع

ہو گیا۔ غرضیکہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کسطرح غلط کہہ سکتے ہیں۔

علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطبات ندراس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور پھر وہ دونوں ٹکڑے آکر جڑ جائیں یہ ناممکن ہے۔ لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کہنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح سے پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں، لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقتور ہو کہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی جب خود بخود چاند کے پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالق حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع قیامت کے وقت ہوگا، قرآن کریم کا سیاق و سباق ان کی اس توجیہہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ان یـــروا آیة والا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا۔۔۔ اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا۔۔۔ لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ شقِ قمر ہو چکا ہو۔ واللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر۔

کفار نے اس معجزہ کا خود مطالبہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ معجزہ انہیں دکھا دیا جائے تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے، لیکن جب یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا تو ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوئی۔ بلکہ الٹا کہنے لگے یہ ایک بڑا زبردست جادو ہے۔

مُستمر کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔ ابوالعالیہ اور ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کہتے ہیں کہ یہ مِرَّۃ جس کا معنی قوت ہے، سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے مضبوط، طاقتور۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان کا جادو بڑا زوروالا ہے۔ زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔ لیکن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ قتادہ، مجاہد اور دوسرے حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے۔ گزر جانے والا۔ جب کوئی چیز آئے اور گزر جائے تو عرب کہتے ہیں مرّ الشیئ واستمرّ۔ (قرطبی) اس صورت میں اس جملہ کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ اپنے دوستوں کو تسلی دینے لگے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ پلک بھر شق قمر ہوا پھر ٹھیک ہوگیا۔ یہ آنی فانی چیز تھی۔ لوگ اس کو جلدی بھول جائیں گے۔ ہمارے بتوں کی خدائی کو ایسے جادو سے کوئی خطرہ نہیں۔

اب آیئے اس آیت کریمہ کی طرف "اور انہوں نے جھٹلایا (رسول ﷺ کو) اور پیروی کرتے رہے اپنی خواہشات کی اور ہر کام کے لیے ایک انجام ہے٥" اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب تک انسان ہٹ دھرمی کی روش کو ترک نہ کردے، اتنا بڑا معجزہ بھی اس کی ہدایت کا سبب نہیں بن سکتا۔ ہدایت ایسی چیز نہیں جو بلا طلب کسی پر ٹھونس دی جائے۔ یہ تو متاع عزیز ہے، صرف اسی کو بخشی جاتی ہے جو اس کے حصول کے لیے بے تاب ہو۔

جب کفار ایمان لانے کے لیے تیار ہی نہ ہوئے تو انہیں نعمت ایمان سے آخر کیوں سرفراز کیا جاتا۔ انہوں نے تو دل میں یہ طے کر لیا تھا کہ کسی قیمت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ عقل کا چراغ انہوں نے گل کر دیا تھا اور غور و تدبر کا دروازہ انہوں نے سختی سے بند کر دیا تھا۔ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے، اس لیے انہوں نے اس عظیم معجزہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی تکذیب کی اور وحی کی روشن آیات کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہشات کی تکمیل میں لگ گئے۔

ہر کام کا کوئی نہ کوئی انجام ہوتا ہے۔ جو ایمان لائے گا اور تقویٰ کا راستہ اختیار کرے گا اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُولئك هم المفلحون (وہی دونوں جہان میں کامیاب ہیں) کا تاج اس کے سر پر سجایا جائے گا اور جس شخص نے کفر و نافرمانی کو اختیار کیا، نفس و شیطان کا غلامِ بے دام بنا رہا اس کا انجام یہ ہوگا اُولئك هم الخاسرون (وہی دونوں جہان میں نقصان اٹھانے والے ہیں) کے زمرہ میں اسے داخل کر دیا جائے گا۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا معنی کیا ہے۔ ترجمہ: ہر عمل اپنے عامل (کرنے والے) کو کسی خاص ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔ عمل خیر لوگوں کو جنت میں لے جائے گا اور عمل شر دوزخ میں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کی پیروی کو گمراہی کون کہتے ہیں ؟ جواب

فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ

القمر 24:0

پھر وہ کہنے لگے کیا ایک انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے

ہم اس کی پیروی کریں پھر تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو
جائیں گےo

اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کی پیروی سے انکار کر دیا، اور کہا کہ اگر ہم ایسا کریں تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہو جائیں گے۔

سورۃ الحدید

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌo الحدید: 7

ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور خرچ کرو (اس کی راہ میں) ان مالوں سے جن میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔ پس جو لوگ ایمان لائے تم میں سے اور (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہے ان کے لیے بہت بڑا اجر ہےo

کبھی ایمان لانے کی دعوت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جو نعمت ایمان سے محروم ہیں اور گاہے گاہے ان لوگوں کو بھی دعوت ایمان دی جاتی ہے جو ایمان تو لے آئے ہوتے ہیں لیکن ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے میں غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اسلام کو سربلند کرنے کے لیے اگر کسی مالی اور جانی قربانی کی انہیں دعوت دی جاتی ہے تو وہ شوق اور آمادگی ان میں نظر نہیں آتی جو ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ آیات مقدسہ غزوۂ تبوک کے موقع پر ایسے ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ یہ غزوہ عرب کے کسی قبیلہ کے خلاف نہ تھا۔ نکہ کے قریش کے خلاف نہ تھا بلکہ رومی سطنت کے خلاف تھا جو مدینہ

طیبہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو ملیامیٹ کر دینے کے منصوبے بنا رہی تھی۔ تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر حضور ﷺ پیش قدمی کرتے ہوئے رومی علاقہ میں تبوک کے مقام پر آ کر خیمہ زن ہوئے تھے۔ ایسی مہم کو سرانجام دینے کے لیے جتنے سرمایہ کی ضرورت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایثار و فدائیت کے ایسے ایسے مظاہرے کیے کہ انہیں پڑھ کر آج بھی ایمان تازہ ہو جاتا ہے، لیکن بعض ایسے لوگ بھی تھے جو مسلمان تو تھے مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال پیش کرنا ان کے لیے بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ ان کو برانگیختہ کرنے کے لیے انہیں پھر دعوت ایمان دی جا رہی ہے اور جو عہد وہ پہلے کر چکے ہیں وہ یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ آزمائش کے اس وقت میں وہ ناکام نہ ہو جائیں۔

علامہ ابوحیان الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ترجمہ: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم فرما رہا ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کریں۔ ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ غزوۂ تبوک پر نازل ہوئی۔

''اور خرچ کرو (اس کی راہ میں) ان مالوں سے جن میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔'' یہاں پر اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ انداز بیان ایسا ہے کہ انسان میں معمولی سا شعور بھی ہو تو راہ حق میں سب کچھ لٹانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہے وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ اس کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں ایک تو یہ کہ جو مال آج تمہارے قبضہ میں ہے تم اس کے حقیقی مالک نہیں ہو۔ اس کا حقیقی مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے

تم پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان تمام چیزوں میں تمہیں اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کر دیا۔ حقیقی مالک وہ ہے۔ تم اس کے خلیفہ ہو۔ اب یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ مالک حکم دے اور نائب اس کی بجا آوری میں پس و پیش کرے۔

یہاں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جن اموال میں اس نے تمہیں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے، جب وہ ارشاد فرمائے تو بلا تامل اس مال کو خرچ کر دو۔ تمہیں مفت میں اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی۔

اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے یہ مکان، یہ زمین، یہ زیورات کسی اور کے تصرف میں تھے۔ وہ انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اب یہ چیزیں تمہارے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ تم نے بھی ایک روز یہاں سے رختِ سفر باندھنا ہے۔ اس وقت یہ چیزیں کسی اور کے تصرف میں چلی جائیں گی۔ جتنے عرصہ کے لیے تمہیں ان چیزوں کا مالک بنایا گیا ہے تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور انہیں اس طرح خرچ کرو کہ تمہارا پروردگار تم پر راضی ہو جائے۔ جب یہ چیزیں تمہارے قبضہ سے نکل جائیں گی تو پھر کچھ نہ کر سکو گے۔ (روح المعانی)

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اپنے حکیمانہ انداز میں یہ سبق اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خوب ذہن نشین کرا دیا تھا۔ مطرف اپنے باپ عبداللہ سے ذکر کرتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ترجمہ: عبداللہ کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے الھٰکم التکاثر تمہیں مال کی کثرت نے غافل کر دیا ہے۔ انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال، اے انسان تیرے مال میں سے تیرا حصہ کچھ نہیں بجز اس کے جو تم نے کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور اسے پرانا کر دیا یا صدقہ کیا اور راہ

آخرت کے لیے بطور زاد بھیج دیا اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور تو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔ (مسلم شریف)

ایک روز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک دنبہ ذبح کیا۔ اس کا ایک بازو رکھ لیا اور باقی مسکینوں میں بانٹ دیا۔ حضور ﷺ کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے تو پوچھا کوئی چیز اس سے بچی بھی ہے۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ٭رف ایک بازو بچا ہے، باقی سب ختم ہو گیا ہے۔ اس مرشد کامل ﷺ نے رشاد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ! جو تم نے راہ خدا میں دیا وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا۔ فنا تو صرف وہ بازو ہوگا جو تم نے اپنے لیے رکھا ہے۔ اس طرح حضور ﷺ نے ذہن تیار فرمائے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں تقسیم کس طرح ہے ؟ جواب اس آیت مبارکہ میں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

الحدید: 19

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر وہی (خوش نصیب) اللہ تعالیٰ کی جناب میں صدیق اور شہید ہیں، انکے لیے (خصوصی) اجر ہے اور ان کا (مخصوص) نور ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ تو دوزخی ہیں ۝

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان

لانا ضروری ہے اور جو ایسے ایمان والے خوش نصیب ہیں ان کو ہی اللہ تعالیٰ نے صدیق اور شہید کہا ہے، اور ان کو خصوصی اجر اور اسپیشل نور کی خوشخبری دی ہے۔ اور وہ لوگ جو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان کی رٹ لگاتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں کو اپنے جیسا تصور کرتے ہیں اور خاص طور پر نبی آخر زماں ﷺ کی شان میں بازاری زبان کا استعمال کرتے ہیں اور انکے ارشادات کو جھٹلاتے ہیں کے متعلق فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ تو دوزخی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے بارے فرمایا ہے۔ کہ میرا محبوب کریم ﷺ اس وقت تک کلام ہی نہیں کرتا جب تک ہماری طرف سے اسے وحی نہیں ہوتی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥
ترجمہ: اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے ٥ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے ٥ النجم: 3,2 ان آیات مقدسہ کی ایمان افروز تشریح آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

جنت کن کے لیے تیار کی گئی ہے ؟ جواب اس آیت کریمہ میں ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥ الحدید: 21

تیزی سے آگے بڑھو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے جو تیار کی گئی ہے ان کے لیے جو ایمان لے آئے اللہ تعالیٰ پر اور

اس کے رسولوں پر، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل (وکرم) ہے عطا فرماتا ہے
جس کو جو چاہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے o

دنیا کے طلب گاروں کے درمیان مقابلہ کی دوڑ جاری ہے۔ ہر ایک دوسرے سے اس میدان میں بڑھائی لے جانا چاہتا ہے۔ دوسروں سے زیادہ مال جمع کرنے، اپنے محل کو زیادہ سے زیادہ عالیشان اور آراستہ کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اے آخرت کے طلب گارو! تم اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے کے لیے دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ وسیع وعریض جنت جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے آراستہ کر رکھا ہے اس کی بہاریں تمہارے لیے چشم براہ ہیں۔ وہاں کی حوریں پھولوں کے گجرے پرودے تمہاری راہ دیکھ رہی ہیں۔ کوشش کرنا تمہارا کام ہے، منزل مقصود تک پہنچانا اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان پر موقوف ہے۔ جو سچے دل سے اس کی راہ طلب میں چل پڑتے ہیں، جو خلوص سے اس کی خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت انہیں مایوس نہیں کرتی۔ اس کا فضل بڑا عظیم ہے اور اس کی نعمتیں بے کراں ہیں۔

آپ نے پڑھا کہ اس آیت مبارکہ میں بھی یہی ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ جنت جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے اس کی ساری نعمتیں ان کے لیے ہیں۔ ''جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر۔''

معاشرے میں عدل وانصاف کیسے قائم ہوسکتا ہے ؟

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ
لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ط

اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ٥ الحدید: 25

یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے پیدا کیا لوہے کو اس میں بڑی قوت ہے اور طرح طرح کے فائدے ہیں لوگوں کے لیے اور (یہ سب اس لیے) تا کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ کہ کون مدد کرتا ہے اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زور آور، سب پر غالب ہے ٥

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی وضاحت سے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد کو ذکر فرمایا ہے۔ پہلے فرمایا کہ ہم جن رسولوں کو دعوت حق پہنچانے کے لیے مبعوث فرماتے ہیں انہیں ایسے روشن معجزات عطا کیے جاتے ہیں جن سے ہر کس وناکس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خود بخود ناصح بن کر نہیں آگئے بلکہ انہیں بھیجنے والے نے بھیجا ہے۔ عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے جو یہ کوششیں کر رہے ہیں یہ ان کا خود ساختہ پروگرام نہیں بلکہ یہ پروگرام اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تجویز فرمایا ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہم انہیں اس دعوت کو کامیابی سے پہنچانے کے لیے اور اس انقلاب کو پوری طرح برپا کرنے کے لیے چند خصوصی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

کتاب، میزان اور حدید۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ کتاب سے مراد وہ وحی ہے جو ہر پیغمبر پر نازل ہوتی ہے جس میں عقائد صحیحہ اور اعمال حسنہ کی پوری تفصیل موجود ہوتی ہے۔ اور میزان کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس سے مراد

عدل ہے۔ قتادہ اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔ ترجمہ: اس سے وہ حق مراد ہے جس پر عقل صحیح اور فہم سلیم گواہی دیتی ہے۔ جو مریض افکار کے مخالف ہوا کرتا ہے اور حدید سے مراد وہ قوت ہے جو منکرین حق اور معاندین کو کج روی سے باز رکھنے کے کام آتی ہے۔ (ابن کثیر)

اور ان چیزوں کی غرض وغایت یہ بیان کردی لیقوم الناس بالقسط کہ لوگ عدل اور انصاف پر قائم ہو جائیں۔

کسی معاشرہ میں عدل کے قیام کی یہی صورت ہے کہ حقوق اللہ بھی پوری طرح ادا کیے جائیں، یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا جائے، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اس کی عبادت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ زندگی گزارنے کے جو اصول اس نے مقرر فرمائے ہیں ان کی بجا آوری میں غفلت نہ برتی جائے۔ اسی طرح حقوق العباد کا بھی پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔ کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔ کسی کے جان، مال اور آبرو پر دست درازی نہ کی جائے۔ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر عدل وانصاف کو بروئے کار لایا جائے اور اگر باہمی تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس کا تصفیہ اس میزان یعنی عقلِ سلیم کے مطابق کیا جائے جسے حق وباطل میں امتیاز کی صلاحیت بخشی گئی ہو اور اگر حق وانصاف کے سامنے کوئی شخص سرِ تسلیم خم نہیں کرتا، روشن اور واضح دلائل وبراہین کے بعد بھی باطل سے چمٹا رہتا ہے اور حق کو نیچا دکھانے کے لیے کوشاں رہتا ہے تو اس وقت اس کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رُسل علیہم السلام کو لوہے کا ڈنڈا بھی عطا فرمایا ہے جس کی ایک ضرب بڑے بڑے بددماغوں کا دماغ درست کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رسول علیہ السلام صرف حق سنانے کے لیے نہیں آتا بلکہ حق کو پھیلانے اور اس کی بالادستی

کو قائم کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل ہوتا ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کی شان کا وہ مظہر بن کر آتا ہے۔ ابتدا میں مخالفین کی سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔ شب و روز اس کے پیش نظر ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ حق واضح ہو جائے، حق کی حقانیت میں کوئی شبہ نہ رہے۔ اس کے لیے اسے دارِ ارقم میں بھی ٹھہرنا پڑتا ہے، شعب ابی طالب میں بھی کئی سال بسر کرنے پڑتے ہیں۔ طائف کی سڑکوں پر بھی لوگوں کی سنگباری کا منظر دیکھنا پڑتا ہے، لیکن جب وہ حق کو الم نشرح کرنے کا فریضہ انجام دے چکتا ہے اور اتمامِ حجت کر چکتا ہے تو پھر بدر، خندق، خیبر کے معرکوں میں وہ اپنی تلوار کو بھی بے نیام کرتا ہے تاکہ ہٹ دھرم لوگوں کا سر غرور خاک میں ملائے اور حق کا بول بالا کرے۔

لوہے کے متعلق فرمایا اس میں جنگی قوت بھی ہے اور اس کے علاوہ انسانی معاشرہ کو بامِ عروج پر پہنچانے میں بھی اس کو بڑا دخل ہے۔ گویا یہ آیت مبارکہ بھی دعوت فکر دے رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیارے رسولوں کی۔ یعنی کون ان کی اطاعت و پیروی کرتا ہے۔

سورۃ المجادلہ

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ المجادلہ: 5,4

پس جو شخص غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ لگا تار روزے رکھے اس سے
قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو
وہ کھانا کھلائے ساٹھ مسکینوں کو۔ یہ اس لیے کہ تم تصدیق کرو اللہ
تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) (کے فرمان) کی۔ اور یہ اللہ
تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں۔ اور منکرین کے لیے دردناک
عذاب ہے ہ بے شک جو لوگ مخالفت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اور
اس کے رسول (ﷺ) کی انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح
ذلیل کیے گئے وہ (مخالفین) جو ان سے پہلے تھے اور بیشک ہم نے
اتاری ہیں روشن آیتیں۔ اور کفار کے لیے رسوا کن عذاب ہے ہ

ان آیات کریمہ میں طلاق کے بارے بیان ہو رہا ہے اور غلام آزاد کرنے یا روزے رکھنے کا ذکر کرنے کے بعد اب ان کی غرض و غایت بیان کی جا رہی ہے۔ کہ "یہ اس لیے کہ تم تصدیق کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) (کے فرمان) کی"۔ اہل ایمان کو یہاں حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان کی تصدیق کرو اور تم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہو جاؤ۔ اس کی مقرر کی ہوئی حدود کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور ان کو پامال مت کرو۔

یہاں کفر کرنے والوں سے مراد وہ لوگ نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید یا حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کی قائم کی ہوئی حدود کو پھاند کر آگے نکل جاتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: جو لوگ حدود سے تجاوز

کرتے ہیں اوران پر عمل نہیں کرتے ایسے لوگوں کو کافر اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے۔ جس طرح ومن کفر میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زجروتوبیخ کے لیے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یحادّون کا مصدر محاداۃ ہے۔اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے ابن منظور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: یعنی محاداۃ کا معنی عداوت کرنا، مخالفت کرنا اور جھگڑنا ہے۔اس کا اصل ماخذ حَدٌّ ہے کیونکہ دونوں اپنی اپنی حد سے تجاوز کرکے دوسرے کی حد میں مداخلت کرنا چاہتے ہیں اس لیے اسے محاداۃ کہا گیا ہے۔

اس تشریح کی روشنی میں آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ اپنی بندگی کی حدود کو پھاندکر اللہ تعالیٰ اوراسکے رسول ﷺ کی حدود میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کرتے ہیں۔قانون سازی کا جو حق صرف اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے لیے مخصوص ہے اس حق کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے خود قانون وضع کرنا شروع کردیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت مقدسہ میں کیا جارہا ہے۔علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت مقدسہ کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔ ترجمہ: ' اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی وضع کردہ حدود اور قوانین کے برعکس اپنی طرف سے حدود وقوانین وضع کرتے ہیں۔ان کا حکم اس آیت مبارکہ میں بتایا جارہا ہے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیخ الاسلام سعد اللہ چلپی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔وہ بھی غور طلب ہے۔ترجمہ: اس آیت پاک میں ایسے بادشاہوں اور بڑے حکام کے لیے وعید شدید ہے جو شریعت کی حدود کے برعکس کوئی قوانین وضع کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں ہم اس کے لیے اللہ تعالیٰ

سے مدد طلب کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اس مسئلہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ حکومت کو نئی قانون سازی کا کہاں کہاں اختیار ہے اور کہاں اختیار نہیں ہے۔اس کا خلاصہ درج ذیل ہے، امید ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

فوجوں کی تربیت، انہیں جنگی مشقیں کرانا، انہیں ہر قسم کا اسلحہ مہیا کرنا جس سے دشمن پر غلبہ پانے کے امکانات روشن ہوں۔ جنگ کے لیے منصوبہ بندی، میدان جنگ میں فوجوں کی نقل وحرکت کے ضابطے، ان تمام امور میں حکامِ وقت کو کلی اختیارات حاصل ہیں۔ مسلمانوں کے لیے جو بہتر اور مفید ہو اس کے لیے تدابیر اختیار کی جائیں۔اسی طرح مناسب مقامات پر قلعوں کو تعمیر کرنا۔شہروں کی حفاظت کے لیے تجاویز سوچنا بھی حکام کا کام ہے۔ وہ جرائم جن کی سزا شریعت میں مقرر نہیں ان کے لیے مناسب سزائیں مقرر کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔حکومت کو ان جرائم کے لیے ایسی موثر سزائیں مقرر کرنی چاہییں جن سے جرائم کا سدِّ باب ہو سکے، لیکن تعزیرات کو اتنا سخت کرنا بھی درست نہیں جو بسا اوقات قتل سے بھی زیادہ دردناک اور اذیت رساں ہوں۔

اسی طرح کاروبار اور لین دین کے لیے ایسے قواعد وضوابط مرتب کرنا جن سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو، درست ہے لیکن کوئی ایسا ضابطہ بنانا جس سے کسی شرعی حکم کی صراحتاً خلاف ورزی لازم آئے، ہرگز جائز نہیں جیسے سود کے جواز کا قول کرنا اور اس کے بغیر معاشی اور صنعتی ترقی محال سمجھنا یہ سب حرام ہے۔

بیت المال اور اراضی کے بارے میں جو احکام صحیح روایات سے حضور رحمت

عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں ان کی خلاف ورزی کسی صورت میں بھی جائز نہیں، لیکن جو احکام خلفاءِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اجتہاد سے وضع کیے اگر حالات کے پیش نظر ان کے بارے میں ایسے احکام وضع کیے جائیں جن میں لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت ہو اور ان میں عوام کا فائدہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن خلفاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجتہادی احکام کے بجائے ایسے جدید قوانین مرتب کرنا جن میں لوگوں کی مشقتوں میں اضافہ ہو جائے یہ کسی طرح جائز نہیں۔

وہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے چوروں، بدکاروں اور رہزنوں کے بارے میں مقرر کی ہیں ان میں کسی قسم کا ردوبدل روا نہیں ہے۔

آخر میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اسلامی قوانین کو ناقص سمجھتا ہے اور ان کی تحقیر کرتا ہے اور جدید وضع کردہ قوانین کو ان سے بہتر اور زیادہ مفید کہتا ہے اس کے کفر میں شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح ذلیل کیے گئے وہ (مخالفین) جو ان سے پہلے تھے''۔ ان کو ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا۔ انہیں منہ کے بل گرا دیا جائے گا جس طرح ان سے پہلے جو سرکش قومیں گزری ہیں ان کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔

الکبت: صرع الشیئی لوجھہ۔ کسی چیز کو منہ کے بل گرا دینا، یہ ذلت ورسوائی کی انتہا ہے۔

''اور بے شک ہم نے اتاری ہیں روشن آیتیں۔ اور کفار کے لیے رسوا کن عذاب ہے''۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات مقدسہ کا انکار کرتے ہیں۔ ان کو حق تسلیم نہیں کرتے۔ یہ خیال رہے کہ جاحد اور تارك میں فرق ہے۔ ترکِ احکام سے

انسان گنہگار ضرور ہو جاتا ہے، لیکن کافر نہیں ہوتا۔ البتہ اگر احکامِ الٰہیہ کا انکار کرے اور ان کی حقانیت کو تسلیم نہ کرے تو یقیناً کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کی تابعداری بھی لازم ہے۔

ءَ اَشْفَقْتُم اَنْ تُقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰیکُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْلَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ o

المجادلہ: 13

کیا تم (اس حکم سے) ڈر گئے کہ تمہیں سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا چاہیے۔ پس جب تم ایسا نہیں کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر نظر کرم فرمائی پس (اب) تم نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور تابعداری کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو o

فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ''تابعداری کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کی۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا حکم فرمایا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا حکم مانتا ہے وہ نبی مکرم ﷺ کی تابعداری کرتا ہے اور ان کے ہر ارشاد پاک کے آگے اپنا سر خم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے ہر ارشاد مبارک پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت مت کرو !

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَo

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ المجادلہ: 20 تا 22

بیشک جولوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے ۝ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول (ﷺ) ضرور غالب آ کر رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ طاقتور (اور) زبردست ہے ۝ تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ

رہیں گے ان میں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے
راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اور سن لو! اللہ
تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے o

''بیشک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔'' ان کے بارے میں پہلے فرمایا کُبِتُوا یعنی یہ لوگ منہ کے بل گرا دیئے جائیں گے۔ یہاں ان بدبختوں کے بارے میں فرمایا اُولٰئِكَ فِی الاذلین یعنی ان کا شمار ذلیل ترین مخلوق میں ہو رہا ہے۔ قرطبی میں ہے ترجمہ: ان سے زیادہ ذلیل اور حقیر کوئی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کے رسول ﷺ ہر میدان میں ضرور غالب ہوں گے۔ تیغ و سناں کی جنگ ہو یا حجت و برہان کا معرکہ کامیابی کا سہرا اہل حق کے سر ہی باندھا جائے گا۔

''تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی''
اس آیت مبارکہ میں بڑی صراحت سے اس حقیقت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی محبت پائی جائے۔ جس طرح پاک اور پلید پانی ایک برتن میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اسی طرح نور ایمان اور دشمنان اسلام کی دوستی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ جو شخص ایمان کا مدعی ہے اور کفار و منافقین کے ساتھ بھی دوستی کے تعلقات رکھتا ہے وہ اپنے آپ

کوفریب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ کریم کے دشمنوں سے خواہ وہ اس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیتا ہے۔ ان میں سے چند قریبی رشتوں کا صراحتاً ذکر فرما دیا۔ اولاد کو اپنے والدین سے محبت بھی ہوتی ہے اور ان کا ادب اور لحاظ بھی ہوتا ہے لیکن اگر باپ دین کا دشمن ہو تو بیٹا اس کی پرواتک نہیں کرتا۔ اسی طرح باقی رشتے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی محبت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ جب غلامان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا، بدر واحد کے میدانوں میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے سامنے صف آرا ہوئے تو جو بھی ان کا مدمقابل بنا انہوں نے بلا تامل اس کو خاک وخون میں ملا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب میدان بدر میں گئے تو ان کا باپ عبداللہ ان کے سامنے آیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کے وار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ نے شان رسالت ﷺ میں کچھ گستاخی کی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اس زور سے دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میرے آقا ﷺ اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔

بعد میں ابوقحافہ مشرف باسلام ہو گئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بدر کے دن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو للکارا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کی اجازت طلب کرتے ہوئے عرض کیا میرے آقا ﷺ مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں شہداء کے پہلے گروہ میں داخل ہو جاؤں۔ حبیب

کبریا ﷺ نے فرمایا۔اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھا لینے دے۔تو نہیں جانتا کہ تو میرے نزدیک میرے کان اور میری آنکھ کی طرح ہے۔

اسی طرح حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بھائی عبید کو احد کے روز قتل کیا۔ بدر کی جنگ میں ایک انصاری نے ان کے بھائی ابوعزیز بن عمیر کو گرفتار کرلیا۔ وہ اسے رسی سے باندھ رہا تھا تو حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا اور پکار کر کہا اس کو خوب کس کے باندھنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے گراں قدر فدیہ ادا کرے گی۔ابوعزیز نے کہا مصعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم میرے بھائی ہو کر ایسی بات کہہ رہے ہو؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا تیرا میرا بھائی چارہ ختم۔اب یہ انصاری میرا بھائی ہے جو تمہیں باندھ رہا ہے۔حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص ابن ہشام ابن مغیرہ کو قتل کیا اور سیدنا علی، سیدنا حمزہ، سیدنا عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید کو تہِ تیغ کیا۔ شمع نبوت کے پروانوں نے عملی نمونہ پیش کیا اور دنیا کو بتادیا کہ ان کے دلوں میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہے اور بس۔

یہاں پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ بھی عرض کرتا ہوں۔حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار مکہ کے ہمراہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے آئے ہوئے تھے۔اپنے قبول اسلام کے بعد اپنے والد گرامی سے عرض کرتے ہیں اباجان جنگ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری تلوار کی زد میں آئے، لیکن میں نے باپ سمجھ کر تلوار چلانے سے گریز کیا۔ یہاں پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان

افروز جواب ملاحظہ فرمائیں! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر اس وقت تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو میں تجھے کبھی نہ چھوڑتا اس لیے کہ تو میرے محبوب ﷺ کا دشمن تھا۔ (ضیاءالواعظین جلد دوم صفحہ 585)

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ یہی وہ خوش نصیب اورارجمند حضرات ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔ یہ نقش نہ مٹ سکتا ہے اور نہ دھندلا پڑسکتا ہے اوران کو ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی جناب سے روح سے تقویت بخشی ہے۔ روح کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ ترجمہ: روح سے مراد وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔ اس نور سے اس کو طمانیت وتسکین نصیب ہوتی ہے۔ (روح المعانی) کیونکہ اس کی وجہ سے پاکیزہ ابدی زندگی نصیب ہوتی ہے اس لیے اسے بطور مجاز روح فرمایا گیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔'' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے ان بندوں پر بڑا احسان تھا کہ اس نے ان کے لوح قلب پر ایمان نقش کر دیا۔ پھر ان کے دل میں وہ نور ڈال دیا جس سے ان کو طمانیت اور استقامت نصیب ہوئی۔ اسی کی قوت سے عشق کے امتحان میں وہ کامیاب ہوئے۔ اب ان انعامات کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن سے ان وفا شعار سرفروشوں کو نوازا جائے گا۔ مژدۂ جنت سنانے کے بعد فرمایا یہ وہ بلند اقبال اور فیروز بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ اب اس کی حقیقت کو ان خوش نصیبوں کے بغیر کون سمجھ سکتا ہے یا اس کی قدر ومنزلت کو کون پہچان سکتا ہے جن پر یہ عنایت خاص فرمائی گئی۔ آخر میں انہیں یہ خوشخبری بھی سنادی کہ تم ہمارے ہو اور دنیا اور

آخرت کی کامیابی کا تاج صرف ان کو پہنایا جاتا ہے جو ہمارے ہوتے ہیں۔

سورۃ الحشر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ج وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o الحشر:4

یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے o

یعنی جو افتاد بنی نضیر پر پڑی اور بستے رستے گھروں سے انہیں کان پکڑ کر نکال دیا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنالیا تھا۔ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔

یہاں پر میں اہل پاکستان سے اور خاص کر احباب اقتدار سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ''پاکستان'' جو ہمارے بزرگوں نے دین اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اور اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے جو قربانیاں دی گئیں وہ اس لیے تھیں کہ ہم اس خطے میں اپنا الگ ملک چاہتے ہیں جہاں ہم اپنی اسلامی شریعت پر آزادانہ عمل کر سکیں جو کہ ہندوستان میں اکٹھے رہتے ہوئے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مخلص قیادت کی انتھک محنت اور بے مثال قربانیوں کے صدقے ہمیں یہ پاک وطن عطا فرمایا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنے بزرگوں کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے اسلامی شریعت کے مطابق قانون سازی کرتے اور اسے اسلامی مملکت بناتے۔ لیکن اپنے مقصد سے روگردانی

کرتے ہوئے ہمارے اہل اقتدار نے ایسا نہیں ہونے دیا اور جن یہود و ہنود کی سازشوں کو ناکام کرتے ہوئے ہمارے بزرگوں نے یہ پیارا ملک حاصل کیا تھا، کی خواہش کی تکمیل شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے ہمارا ایک بازو کاٹ کر ہم سے الگ کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اس سے سبق حاصل کرتے اور باقی بچنے والے آدھے ملک میں ہی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنے اعمال کو درست کر لیتے لیکن ہم نے وہی روش برقرار رکھی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی مخالفت پر اترے ہوئے ہیں۔ ہر طرح سے غیر اسلامی طرز زندگی اپنا رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ گمراہی کی دلدل میں بری طرح پھنس کر رہ گیا ہے۔ اور اگر یہی رویہ اپنائے رکھا تو ہمارا مستقبل کیا ہوگا ؟ ہم جس طرف بڑھ رہے ہیں ادھر بربادی ہی بربادی ہے۔ اس آیت مقدسہ میں جو ذکر آیا ہے کہ "یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے o" اے احباب اختیار اس ملک میں جو ظالمانہ نظام تم نے رائج کر رکھا ہے جس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں اسے بدلو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کر لو۔ اس آیت کریمہ سے سبق حاصل کرو۔ خدارا! ڈر جاؤ ڈر جاؤ اس وقت سے پہلے کہ وہ خالق و مالک جس کی مخلوق پر اس بیہودہ اور فرسودہ نظام کی وجہ سے تم ظلم و ستم ڈھا رہے ہو وہ تمہیں ڈرائے۔

رسول اللہ ﷺ کا کسی کو عطا فرمانا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے !

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ

وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ کَیْ لَایَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ الحشر: 8,7

جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اسکے رسول (ﷺ) کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (ﷺ) جو تمہیں عطا فرما دیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہےo (نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لیے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائیدادوں سے یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی، یہی راست باز لوگ ہیںo

سورۃ الحشر کے پہلے رکوع کی ان آیات مقدسہ میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کے مدینہ طیّبہ سے نکلنے کا ذکر ہے۔

حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے یثرب میں تشریف لے آئے۔ یہودی اپنی مذہبی کتابوں کے مطالعہ کے باعث اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک نبی آخرالزماں (ﷺ) تشریف لانے والا ہے۔ اس کی آمد سے ان کے مصائب کی شبِ تار بھی صبح آشنا ہوگی۔ جب تبّع نے یثرب کی بستی کو برباد کرنے کا عزم کیا تو وہ یہودی علماء ہی تھے جنہوں نے اسے یہ کہہ کر اس اقدام سے روکا کہ تم اس بستی پر کبھی غلبہ نہیں پا سکتے۔ اس نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہ نبی آخرالزماں (ﷺ) کی ہجرت گاہ ہے۔ اس پر کوئی جابر غالب نہیں آسکتا۔ انہی کے بتانے پر تبّع نے اسلام قبول کیا تھا جس کی تفصیل ضیاء القرآن جلد چہارم سورہ دخان آیت نمبر 37 کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے علاوہ جس وقت انہیں کسی کافر حملہ آور سے نبرد آزما ہونا پڑتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر 89)

اس لیے حضور ﷺ جب مدینہ طیّبہ تشریف لائے تو حضور ﷺ کے استقبال کرنے والوں میں یہ بھی پیش پیش تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر وہاں امن وامان کی فضا برقرار رکھنے کے لیے معاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے انصار ومہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تاکہ برائے نام قسم کی اجنبیت کا احساس بھی باقی نہ رہے۔ تمام مسلمان محبت والفت کے رنگ میں رنگے جائیں۔ مدینہ طیبہ میں دوسری جمعیت یہود کی تھی، اگرچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس

کے باوجود حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دوستی کا معاہدہ مساوی بنیادوں پر کیا۔ معاہدہ کی دفعات کا مطالعہ کر کے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کس طرح ان کو مذہبی آزادی، معاشرتی اور معاشی مساوی حیثیت سے بہرہ اندوز فرمایا تھا۔ اس معاہدہ کی چند دفعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: ''یہودی اور مسلمان اپنے اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے جب تک وہ مل کر جنگ کریں گے اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک گروہ ہیں۔ یہودیوں کے لیے ان کا دین، مسلمانوں کے لیے ان کا دین، سوائے اس شخص کے جو ظلم کرتا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ پس وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو برباد کرتا ہے۔ یہود پر اپنے مصارف کی ذمہ داری ہے، مسلمانوں پر اپنے مصارف کی۔ اس معاہدہ میں شریک ہونے والے لوگوں کے ساتھ جو شخص جنگ کرے گا، یہ ایک دوسرے کی اس کے مقابلہ میں امداد کریں گے اور ان کے درمیان ایک دوسرے کے لیے خلوص و خیر خواہی لازمی ہے۔ گناہ سے اجتناب ضروری ہے اور یثرب کے اندر کسی قسم کا فتنہ و فساد کرنا شرکائے معاہدہ کے لیے حرام ہے۔''

جن منصفانہ بلکہ فیاضانہ شرائط پر یہ معاہدہ طے ہوا تھا۔ توقع تو یہی تھی کہ اس معاہدہ کے جملہ شرکاء صدق دل سے اس کی پابندی کریں گے۔ مہاجر و انصار ہر وقت اس معاہدہ کی شرائط کو پیش نظر رکھتے لیکن یہودیوں نے کچھ عرصہ بعد اس معاہدہ کی اہمیت کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا جس کی متعدد وجوہات تھیں۔

انہوں نے مسلمانوں کے استقبال میں گرمجوشی سے اس لیے حصہ لیا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ یہ لٹے پٹے مہاجر، جن کی مالی حالت از حد خستہ ہے، ان کے ممنونِ احسان

ہو کر رہیں گے اور وہ ان نو وارد مسلمانوں کی طرح طرح کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہیں آلۂ کار بنائیں گے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں میں جو ذہنی انقلاب برپا کیا ہے اس نے ان کو بالکل ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ ان کا سر اطاعت صرف اپنے رب تعالیٰ، اپنے ہادی و مرشد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالی میں جھک سکتا ہے کسی اور قوت کے سامنے ان کی گردن خم نہیں ہو سکتی۔ ان کا ایک اپنا تشخص ہے جو انہیں از حد عزیز ہے۔ وہ کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ اس چیز نے یہودیوں کو مسلمانوں سے متنفر کرنا شروع کر دیا۔ پھر اُنہوں نے دیکھا کہ اوس وخزرج جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے نبی رُحمت ﷺ کے طفیل آپس میں بھائی بھائی بنتے جا رہے ہیں۔ انہیں اس اتحاد میں اپنے منصوبوں کی ناکامی کا خدشہ نظر آنے لگا۔ نیز شریعت اسلامیہ کے وہ احکام جن کا تعلق معاشی، اخلاقی زندگی سے تھا وہ سراسر ان کے مفادات سے ٹکراتے تھے۔

اسلام، سود سے بڑی سختی سے منع کرتا ہے، بلکہ سُود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے اور یہودیوں کی ساری خوشحالی کا دارومدار سود خوری پر تھا وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ ایک ایسی منظم جماعت وجود میں آ جائے جو طاقت میں آنے کے بعد بزور بازو سودی کاروبار کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔ کم تولنا، کم ناپنا، خریدار کی سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانا اسلام نے قطعاً حرام قرار دیا تھا، لیکن ان کی تجارت کا فروغ نفع اندوزی کے ناجائز ذرائع پر تھا۔ چنانچہ مسلمانوں سے جو حسین توقعات انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں ان کے پورے ہونے کی

امید نہ رہی۔ نیز ان کا وجود ان کی معاشی خوشحالی اور اخلاقی گراوٹ کے لیے پیامِ مرگ تھا، اس لیے وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔

بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اہل مکہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ اسلام کے خلاف نفرت وعداوت کے شعلے تیزی سے بھڑکنے لگے۔ کعب بن اشرف جو بنی نضیر کا سردار تھا، وہ چپکے سے مکہ آیا اور میدانِ بدر میں ان کے مقتولوں کی تعزیت کے بعد ان کے پسماندگان کو مسلمانوں سے انتقام لینے پر بھڑکایا اور بڑے پرجوش قصیدے کہے جن میں مرنے والوں کا مرثیہ بھی تھا اور مسلمانوں سے فیصلہ کن جنگ لڑنے کی ترغیب بھی تھی۔ اس کے بعد غزوۂ احد ہوا جس میں مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ اس کے معا بعد بئر معونہ کا حادثۂ فاجعہ پیش آیا۔ ان چیزوں نے یہودیوں کے حوصلوں کو تقویت دی اور وہ معاہدہ کی شرائط کو پورا کرنے میں بڑی بے پرواہی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ ان کے شعراء مسلم خواتین کا نام لے کر عشقیہ غزلیں لکھا کرتے۔ اگر کوئی مسلمان خاتون ان کے محلے میں جا نکلتی تو اس کی توہین کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے کے بارے میں بنی نضیر کے ہاں گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دیوار کے قریب بٹھایا اور درپردہ یہ سازش کی کہ ان میں سے ایک آدمی اوپر جا کر ایک بھاری پتھر آپ ﷺ پر لڑھکا دے۔ اس قسم کے نازیبا واقعات تھے جو یکے بعد دیگرے پیش آ رہے تھے۔ چنانچہ بنی نضیر کی بیخ کنی کے لیے فیصلہ کن اقدام ناگزیر ہو گیا، ورنہ یہ مارہائے آستین کسی وقت ڈس کر نقصان عظیم پہنچا سکتے تھے۔

جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا کہ ایک روز حضور سرور عالم ﷺ ایک جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لیے ان کے محلّہ میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے دیوار کے قریب حضور ﷺ کی نشست گاہ بنائی۔ جب حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور گفتگو میں مصروف ہو گئے تو انہوں نے طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک نابکار کو بھیجا کہ وہ اوپر سے بھاری پتھر حضور ﷺ پر لڑھکا دے۔ اس طرح وہ اس شمع نور کو گل کرنا چاہتے تھے جس کو تا ابد فروزاں رکھنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ان کے اس ناپاک ارادہ سے آگاہ فرما دیا۔ حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اس طرح ان کی یہ غداری اور سازش ناکام ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں معاہدہ کی صریح خلاف ورزی اور غداری کی پاداش میں دس دن کے اندر مدینہ طیبہ سے نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے انہیں کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مت گھبراؤ اور اس الٹی میٹم کو مسترد کر دو۔ انہیں اپنے مضبوط قلعوں، اپنی جنگی مہارت اور شجاعت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ عبداللہ بن ابی منافق کے پیغام نے انہیں مزید تقویت پہنچائی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا خوف و ہراس پیدا کر دیا کہ ابھی الٹی میٹم کی مدت ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور مدینہ طیبہ سے جلاوطنی قبول کر لی۔ اپنے آراستہ و پیراستہ مکانوں اور شاداب باغوں اور زرخیز زمینوں کو چھوڑ کر چلے جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ یہاں صدیوں سے آباد تھے۔ منڈی اور بازاروں پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کے پاس مضبوط قلعے بھی تھے۔ ان گراں بہا منقولہ و غیر منقولہ جائیدادوں سے دستبردار ہو جانا ان کی مرعوبیت کی انتہا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو

معجزات عطا فرمائے تھے ان میں ایک معجزہ رعب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اتنا رعب ڈال دیا کہ انہوں نے عرض کیا کہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان وہ اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں اسے لے جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور ﷺ کی کریم النفسی نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کا سارا سامان اٹھا کر لے گئے۔ بلکہ ان مکانوں میں جو قیمتی لکڑی لگی ہوئی تھی اسکو ساتھ لے جانے کے لیے انہوں نے مکانوں کی چھتیں ادھیڑ دیں۔ کواڑ، کھڑکیاں، الماریاں غرضیکہ جو چیز وہ اکھیڑ کر لے جا سکتے تھے وہ لے گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے شیش محلوں کو برباد کر دیا۔ جب وہ اپنے آراستہ و پیراستہ شبستانوں کو خود کھنڈر بنا رہے ہوں گے تو ان کے دلوں پر کیا بیت رہی ہوگی۔

یہ تو اچھا ہوا کہ وہ جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ اگر وہ جنگ کرتے تو انجام بڑا ہولناک ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے شیروں کی تلواریں جب بے نیام ہوتیں تو ان لومڑیوں میں سے کوئی بھی جان بچا کر نہ جا سکتا۔ سب تہِ تیغ کر دیے جاتے۔ ان کا ساز و سامان، زیورات و جواہرات سب ان سے چھن جاتے۔ انہوں نے جلاوطنی قبول کر کے اپنے آپ کو بچا لیا۔ لیکن آخرت میں جہنم کا ایندھن تو انہیں بننا ہی پڑے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے مخالفت کی تھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی'' اس سارے واقعہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرو۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب کوئی فرد، کوئی قبیلہ، کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے پیارے رسول مکرم ﷺ کے مقابلے پر ڈٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں

بزدلی پیدا کر دیتا ہے۔ ان کے پاس اسلحہ کے انبار کیوں نہ ہوں، ان کے مورچے کتنے ہی مستحکم کیوں نہ ہوں، کوئی چیز بھی انہیں شکست سے نہیں بچا سکتی۔ جیسے کہ جو افتاد بنی نضیر پر پڑی اور بستے رستے گھروں سے انہیں کان پکڑ کر باہر نکال دیا گیا، اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔ جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ کیے بغیر کفار کے اموال اور زرعی املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ یہ اس سلسلہ کا آغاز تھا۔ اس نے ابھی بہت پھیلنا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان املاک کی تقسیم اور ان کے حقداروں کا تفصیل سے ذکر کر دیا تا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کوئی تردد نہ ہو۔

تفصیل میں جانے سے پہلے ابتداءِ بحث میں چند چیزیں ذہن نشین کر لیں۔

کفار کے جو املاک مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں۔

یا تو کفار کو میدان جنگ میں شکست دینے کے بعد ان کے املاک پر قبضہ کیا گیا ہو یا بغیر لڑے کفار نے ہار مان لی اور مسلمان ان علاقوں کے مالک بن گئے۔ پہلی قسم کے املاک کو غنیمت کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو فئی۔ پہلی قسم کا ذکر جب قرآن کریم نے کیا تو ان کے حصول کی نسبت مسلمانوں کی طرف کی۔ فرمایا واعلموا انما غنمتم الأية۔ دوسری قسم میں کیونکہ کسی کی کوشش کا دخل نہیں ہوتا اس لیے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ ارشاد ہے ما افاء اللّٰه علٰی رسوله۔

اس واضح فرق کی وجہ سے ان املاک کے احکام اور مصارف بھی مختلف ہیں۔

مال غنیمت کے بارے میں تو فرمایا اس کے پانچ حصے کیے جائیں۔ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں گے اور پانچواں حصہ درج ذیل مصارف میں خرچ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ترجمہ: اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اسکا پانچواں حصہ اور رسول (ﷺ) کے لیے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ (انفال: 41)

لیکن اموال فئی میں کوئی حصہ بطور حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ نبی کریم ﷺ سارے کا سارا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمائیں گے۔

فئی سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ سب اموال کا حکم یکساں ہے، لیکن غنیمت سے حاصل ہونے والے اموال میں فرق ہے۔ وہ منقولہ اموال جو میدان جنگ اور حالت جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ اموال غنیمت ہیں اور ان کے احکام مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات، قلعے وغیرہ یہ سب فئی ہوں گے۔ اسی طرح اگر جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد جو منقولہ اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کا حکم بھی فئی کا ہوگا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد ہمایوں میں خیبر اور مکہ عنوۃً (زور بازو سے) فتح ہوا۔ یہاں کی زمینوں اور سکنی جائیداد پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ منقولہ املاک تو غانمین میں آیت مقدسہ کے مطابق تقسیم کر دی گئیں۔ لیکن دونوں مقامات پر اراضی تقسیم نہیں کی گئی۔ خیبر سے حاصل ہونے والی اراضی کو نصف نصف

کیا گیا۔نصف زمینیں غازیوں میں تقسیم کی گئیں۔بقیہ نصف کو بیت المال کے لیے مختص کر دیا گیا اور مکہ کی تمام اراضی ان کے مالکوں کے پاس ہی رہنے دی گئی۔حضور ﷺ کے اس تعامل سے ثابت ہوا کہ وہ ممالک جو لشکر کشی سے فتح ہوں ان کی اراضی غنیمت نہیں ہے۔اسی سنت نبوی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (فاتح عراق وایران) کو خط لکھا۔

ترجمہ: جو اموال منقولہ آپ کے پاس جمع ہوں ان کو مسلمانوں میں بانٹ دو اور زمینوں اور نہروں کو وہاں کے کاشتکاروں کے پاس چھوڑ دو تا کہ اس آمدنی سے مسلمانوں کو عطیات دیے جائیں۔(کتاب الخراج لِابی یوسف صفحہ 24۔کتاب الاموال لِابی عبید صفحہ 59)۔امام یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دشمنوں کے لشکر سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے جو سامان،اسلحہ اور جانور وہ کیمپ میں سمیٹ لائیں وہ مالِ غنیمت ہوں گے اور جنگ ختم ہونے کے بعد جو چیز حاصل ہو گی وہ مال غنیمت نہیں ہو گی بلکہ فئی ہو گی۔(کتاب الاموال صفحہ 254)

اسلام سے پہلے اس قسم کے اموال کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے پہلے قبیلہ کا سردار یا لشکر کا سپہ سالار چوتھا حصہ لے لیتا جسے مرباع کہا جاتا۔اگر بقیہ مال سے اسے کوئی چیز پسند آتی وہ بھی چن لیتا۔باقی مال دولت منداور بااثر لوگ آپس میں بانٹ لیتے اور غریبوں کو برائے نام کوئی چیز دی جاتی۔ابتداء میں مسلمانوں نے بھی اسی دستور کے مطابق عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس مال سے چہارم لے لیں۔باقی مال ہم آپس میں بانٹ لیں گے۔اللہ تعالیٰ اس بے انصافی کو کیسے گوارا فرماتا، چنانچہ اموال غنیمت کی تقسیم کا الگ طریقہ مقرر فرمایا اور اموالِ فئی کی تقسیم کے لیے الگ

طریقہ مقرر کیا گیا اور اس تقسیم کا بنیادی اصول یہ طے پایا کہ ان اموال کو اس طرح تقسیم نہ کرو کہ صرف امراء اور مراعات یافتہ طبقہ میں ہی یہ مال گردش کرتا رہے اور غریب بیچارے حسرت سے ان کا منہ دیکھتے رہیں۔ صاف طور پر حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی چیز پسندیدہ ہے کہ وسائل معیشت کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ غریب، امیر سب یکساں فائدہ اٹھا سکیں۔

یہ اصول صرف اموال غنیمت وفئی کی تقسیم میں ہی اسلام نے ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اسلامی نظامِ حیات کی یہ روح رواں ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ملکی وسائل سکڑ کر ایک مخصوص طبقے میں مرتکز نہ ہو جائیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ان کا پھیلاؤ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔ اس نے تمام ایسی پیش بندیاں کر دی ہیں جن سے سرمایہ سکڑنے کے عمل کو روکا جا سکتا ہے اور اس کے دائرۂ اثر کو وسیع تر کیا جا سکتا ہے۔ وہ پیش بندیاں جو سرمایہ کو سکڑنے سے روکتی ہیں ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے جائیے۔

کسب معاش کے وسائل کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ حلال اور حرام۔
حرام میں تمام ایسے وسائل ذکر کر دیے جن کے ذریعہ محنت کے بغیر، خطرات کا مقابلہ کیے بغیر بڑی آسانی سے دولت اڈتی چلی آتی ہے۔ سود، جوا، سٹہ، ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ، چور بازاری اور رشوت کا شمار انہی حرام وسائل میں ہوتا ہے۔ بلاخوف تردید پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ آج جس جس جگہ آپ کو دولت کی بے پناہ ریل پیل نظر آتی ہے وہاں ان ممنوع وسائل معاش میں سے ایک آدھ کی کارفرمائی ضرور ہے۔
آج پاکستان میں بائیس خاندانوں کا رونا رویا جاتا ہے۔ ماہرین اقتصادیات خود ہی بتائیں اگر یہاں سود ممنوع ہوتا اور بڑے بڑے بینک آسان شرح سود پر انہیں قرض نہ

دیتے تو کیا یہ بائیس خاندان سارے ملک کا سرمایہ سمیٹ سکتے۔ سب کچھ لٹا کر راہزن کو کوسنے کی رسم اسلام کو پسند نہیں، وہ پہلے سے وہ راہ بند کر دیتا ہے جہاں سے راہزن کے داخلے کا امکان ہو۔

اگر پاکستان میں معاشی لوٹ مار کے ذرائع کو ختم کر دیا جائے تو چند ماہ میں آپ کو کَےْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً کی برکتوں کا احساس ہونے لگے۔ حلال وسائل سے جو دولت کمائی جاتی ہے وہ ضخامت میں اس قدر تکلیف دہ نہیں ہوتی۔ پھر بھی اس کا بہاؤ فقراء اور عوام کی طرف کرنے کے لیے اسلام نے موثر تدابیر اختیار کی ہیں۔ زکوٰۃ، عشر، صدقات اور ان کے علاوہ نظامِ وراثت، زندگی بھر کے اندوختہ کو اس طرح بانٹ دیتا ہے کہ مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے اور کسی پر گراں بھی نہیں گزرتا۔

الغرض یہ جملہ اسلامی نظامِ معاشیات کا ستون ہے۔ ہمارے ماہرین دیگر فرسودہ اور ناکارہ نظریات اپنانے کی بجائے اگر نیک نیتی سے اسلام کے نظامِ مالیات کو سمجھیں، پوری دیانت داری اور اخلاص سے اس کو عملی جامہ پہنائیں تو کمیونزم اور کیپٹلزم کے دو پاٹوں میں پستی ہوئی دنیا ان کی ممنون ہو گی۔

اصل مصیبت یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں زمام اقتدار ہے ان کے دل نور ایمان سے خالی ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے جس ذوق اور یقین کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے۔ ضرورت صرف ایسے یقین کی ہے جو تمام مشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونے کی ہمت رکھتا ہو، ضرورت اس ایمان کی ہے جس کے چراغ کو کوئی آندھی بجھا نہ سکے، جو گھپ اندھیروں کو بقعۂ نور اور رشک صد طور بنانے کی اہلیت رکھتا ہو۔

”جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کی طرف ان گاؤں

کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے رسول (ﷺ) کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (ﷺ) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ'' صرف غنائم کے اموال تقسیم کرنے کے بارے میں نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں احکامِ رسالت کی پابندی کیجیے۔ انہیں سر آنکھوں پر رکھیے۔ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اگر غور کیا جائے تو فتنہ انکار سنت کی بیخ کنی کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

''(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لیے ہے جنہیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا انکے گھروں سے اور جائیدادوں سے یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔ یہی راست باز لوگ ہیں۔''

یہاں پر فرمان باری تعالیٰ ہے کہ نیک بخت وہ لوگ ہیں جو مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی۔ یعنی صرف اللہ اللہ کرنے سے کام نہیں بنے گا اللہ تعالیٰ کی بندگی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا دامن رحمت بھی تمہیں تھامنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔

سورۃ الصّف

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تَعلَمُونَo الصّف:11

(وہ تجارت یہ ہے کہ) تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اوراس کے
رسول (ﷺ) پر اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں
اوراپنی جانوں سے۔یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم
(حقیقت کو) جانتے ہوo

دوسرے لوگ بھی تجارت کرتے ہیں اس میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ بسا اوقات تو سرمایہ تک برباد ہو جاتا ہے۔ اگر نفع ہو تو یہی ہوگا کہ دولت کی فراوانی اور اسباب عیش و آرام مہیا ہو جائیں گے، لیکن ایک تجارت وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو باخبر کر رہا ہے اور اس میں حصہ لینے کی ترغیب دے رہا ہے اور اس تجارت کی چند خصوصیات ہیں۔ اس میں نفع ہی نفع ہے، نقصان کا ذرا امکان نہیں۔ اس کا نفع عارضی اور فانی نہیں بلکہ ابدی اور سرمدی ہے۔ اس کے فوائد سے اس کا تاجر صرف قیامت کے روز ہی بہرہ ور نہ ہوگا بلکہ اس دنیا میں بھی اس کا نفع ملے گا اور نفع بھی یہ ہے کہ جس میدان میں قدم رکھے گا تنہا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے ہمراہ ہوگی اور فتح و کامرانی اس کے قدم چومے گی۔ جہاں بھی وہ جائے گا ہر چیز اس کے آگے دست بستہ حاضر ہوگی۔ پہاڑ اس کی ٹھوکر سے اور سمندر اس کی ضرب سے راستہ چھوڑ دیں گے۔ اور وہ تجارت یہ ہے کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ اور اپنے اموال اور جانیں اپنے رب کریم کے راستہ میں قربان کر دو۔ فرمایا کہ مال کو بچا بچا کر رکھنے میں تمہارا نفع نہیں بلکہ اس کی رضا کے لیے گھر بار لٹا دینا یہ تمہارے لیے سود مند ہے۔ جان کو بحفاظت رکھنے میں تمہاری سلامتی نہیں، تمہاری سلامتی اس

میں ہے کہ اس کے نام کو بلند کرنے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادو اور اپنا سر قربان کردو۔ تمہیں حیات جاوید بخش دی جائے گی۔ موت تمہارا دامن چھو تک نہ سکے گی۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور اس کی مہربانی سے فتح وکامرانی بہت بڑی چیز ہے۔ بہرحال آخرت کی سرخروئی اس سے بھی اعلیٰ وافضل ہے، اس لیے اس کے ذکر کو مقدم رکھا۔

سورۃ المنافقون

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ المنافقون:5 تا 8

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) تمہارے لیے مغفرت طلب کرے تو (انکار سے) اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور تو انہیں دیکھے گا کہ وہ (حاضری سے) رک رہے ہیں تکبر کرتے ہوئے o یکساں ہے ان کے لیے کہ آپ (ﷺ) طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا o یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ کروان (درویشوں) پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کے پاس ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ (بھوک سے تنگ آکر) تتر بتر ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین (اس حقیقت کو) سمجھتے ہی نہیں o منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو۔ حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کے رسول (ﷺ) کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے مگر منافقوں کو (اس بات کا) علم ہی نہیں o

اس سورہ مبارکہ میں منافقین کی بری خصلتوں کا ذکر ہے۔ ان آیات مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول (ﷺ) تمہارے لیے مغفرت طلب کرے تو" منافقوں کی ایک اور علامت بتائی جارہی ہے۔ حالات نے ان کے نفاق کا پردہ جب چاک کر دیا اور لوگوں کو ان کے خبث

باطن پر آگاہی ہوگئی تو ان کے دوستوں نے انہیں کہا کہ تم ساری عمر کفر کرتے رہے، نفاق کا نقاب اوڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلاتے رہے۔ اسلام کو نقصان پہنچانے میں تم نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اب تو تمہارا نفاق ظاہر ہوگیا ہے۔ چلو بارگاہ رسالت ﷺ میں اور جا کر معافی مانگ لو۔ حضور ﷺ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہاری عاقبت سنور جائے گی۔ قسمت اچھی ہوتی، بخت بیدار ہوتا تو رحمت للعالمین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے، نبی رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کی مغفرت کے لیے دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ضرور کرم فرما دیتا اور ان کے گناوٴنے ماضی پر قلم عفو پھیر دیتا۔ لیکن ان ازلی بدبختوں نے جب اپنے دوستوں کا یہ مشورہ سنا تو غرور اور گھمنڈ سے سروں کو گھمانا شروع کر دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے ان کے پاس تو کسی قیمت پر نہیں جائیں گے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بڑی بصیرت افروز بات لکھی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو جب اس کے قبیلہ والوں نے سمجھایا کہ اب بھی حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لو۔ حضور ﷺ تیری بخشش کے لیے دعا فرمائیں گے۔ تیری شقاوت، سعادت سے بدل جائے گی۔ تو اس نے ازراہ کبر ونخوت نفی میں سر ہلایا اور کہنے لگا ترجمہ: تم نے مجھے ایمان لانے کا حکم دیا تو میں ایمان لے آیا۔ تم نے مجھے اپنے مال سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا تو میں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ اب ایک ہی بات باقی ہے کہ میں محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سجدہ کروں، یہ میں نہیں کروں گا۔ (قرطبی)

اس روایت میں آپ غور کریں۔ منافق کا ذہن کس طرح غلط راہ پر چلتا ہے۔

اس کی سوچ میں کس قدر بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضری اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ سے اپنی مغفرت کی دعا کرانے میں اس کو صریح شرک نظر آنے لگتا ہے۔ وہ اپنے اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر ہی نازاں رہتا ہے اور یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے در کرم پر حاضر ہو کر اس کی رحمتوں سے اپنے دامن کو لبریز کرے۔ اس زمانہ میں بھی ہمیں ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہیں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری شرک اور بدعت معلوم ہوتی ہے۔ خود بھی اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور دوسرے لوگوں کو بھی محروم رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے ہیں اور اس کو اپنے موحد ہونے کا معیار قرار دیتے ہیں۔ وہ ذرا اس آیت مبارکہ میں اور اس روایت میں تو غور کریں کہیں ان کا رویہ منافقین کے رویہ سے مشابہت تو نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حجابوں سے بچائے۔ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی سعادت نصیب فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے ہمارے گناہوں کو بخشے اور ہمیں دونوں جہان کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

؎ اسے حمد جس نے تجھ کو سراپا کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

"یکساں ہے ان کے لیے آپ (ﷺ) طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں" یہ منافق جن کی زبان پر تو اسلام کا دعویٰ ہے لیکن ان کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن نہیں، جو قدم قدم پر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور آپ ﷺ کے دین کو ناکام کرنے کے لیے سازشوں کے جال بنتے رہتے ہیں اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے لوگوں کو روکتے ہیں، وہ پرلے

درجے کے فاسق ہیں اور ایسے فساق کے لیے آپ ﷺ بھی اگر مغفرت کی دعا مانگیں گے تو ہم انہیں نہیں بخشیں گے۔ جو تیرے دربار میں حاضر ہونے سے انکار کرے وہ بخشا جائے، یہ میرے قانون کے خلاف ہے۔ میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہدایت کی نعمت نہیں بخشا کرتا۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت اور رافت کا تقاضا یہی تھا کہ کوئی بھی گمراہ نہ رہے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ رہے۔ اسی لیے حضور ﷺ اپنی جان کے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے لیے بھی دعا فرمایا کرتے۔ اللّٰھم اھدِقومی فانھم لایعلمون۔ الٰہی! میری قوم کو ہدایت دے، وہ نادان ہیں۔ حضور ﷺ پر سچے دل سے ایمان لانے والے جب اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں بصد ادب و نیاز حاضر ہوتے ہیں اور اپنے عمر بھر کے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کی التجا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اور انہیں یہ مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے لوجدُوا اللّٰہ توّابًا رحیماً۔ یعنی اے ساری عمر اپنی جانوں پر ظلم توڑنے والو! تم میرے محبوب ﷺ کے درکرم پر حاضر ہو گئے ہو اور اس نے تمہاری مغفرت کے لیے درخواست کی ہے۔ سن لو اللہ تعالیٰ کو تم توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحمت کرنے والا پاؤ گے۔

الٰہی! ہمیں ان بدبختوں میں سے نہ کر جو تیرے پیارے رسول ﷺ کی بارگاہ میں طلب استغفار کے لیے حاضر نہیں ہوتے بلکہ اس کو کفر و شرک کہنے پر مصر ہیں۔ الٰہ العالمین! ہمیں ان خوش نصیبوں میں کر جن کے دل نور ایمان سے منور ہیں، جو تیرے حبیب ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کو اپنے لیے باعث ہزار سعادت یقین کرتے ہیں۔ آمین ثم آمین!

''یہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں نہ خرچ کرو ان (درویشوں) پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) کے پاس ہوتے ہیں'' یہی بدبخت منافق اپنے قبیلہ والوں، اپنی پارٹی والوں اور اپنے چیلوں کو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اردگرد مفت خوروں کا جو جمگھٹا تمہیں دکھائی دیتا ہے یہ تمہارے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ تم آج اگر ان کی روٹی بند کردو اور چندہ دینے سے باز آجاؤ تو یہ بھوک سے تنگ آکر خودبخود تتر بتر ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے منافقو! تم میرے رسول ﷺ کے رزاق ہو اور نہ میرے رسول ﷺ کے ان نیازمند غلاموں کے رزاق ہو۔ زمین وآسمان کے سارے خزانے میرے پاس ہیں۔ جب میں ان کا ہوں اور وہ میرے ہوگئے ہیں تو میں انہیں تمہارا محتاج نہیں ہونے دوں گا۔ تم اپنے چندے اور اپنی اعانتیں بند کر کے دیکھ لو، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ میں انہیں کس طرح اپنے بھرپور خزانوں سے مالا مال کرتا ہوں۔ اس آیت کریمہ کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

بنو مصطلق، ساحل کے قریب مُریسیع نامی چشمہ پر اقامت گزین تھے۔ مدینہ طیبہ میں اطلاع پہنچی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کریں، بلکہ خود پیش قدمی فرماتے ہوئے ان پر دھاوا بول دیا جس میں انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ مسلمانوں کو فتح مبین اور مال غنیمت بکثرت دستیاب ہوا۔ اسی ثنا میں ایک ناخوشگوار واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خادم جہجاہ اور عبداللہ بن ابی کا حلیف سنان، مشلل چشمہ پر اکٹھے ہوئے۔ ان میں پانی لینے پر تلخ کلامی ہوئی۔ معاملے نے طول پکڑا۔ سنان نے انصار کو پکارا، جہجاہ نے مہاجرین کو پکارا۔ قریب تھا کہ باہمی قتل

وغارت کا بازار گرم ہو جاتا، حضور ﷺ خود تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔ ترجمہ: تم زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنے اپنے قبیلوں کو مدد کے لیے کیوں بلاتے ہو۔ اس طرح کی للکار کو ترک کر دو۔ اس میں سراسر فتنہ ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اپنے بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ظالم کی مدد کا تو یہ طریقہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی مدد کا یہ طریقہ ہے کہ اس کی اعانت کرو تا کہ اس کی دادرسی ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی کے حلیف سنان کو جہجاہ نے طمانچہ مارا تھا۔ اپنی جماعت میں جب وہ آ کر بیٹھا تو غصہ سے اس کے نتھنے پھولے ہوئے تھے۔ کہنے لگا ہم نے ان لوگوں کو پناہ دی، ان کی خورد ونوش کا سارا انتظام کیا۔ آج یہ ہم پر دھونس جمانے لگے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ سَمِّن کلبك یأكلك۔ ترجمہ: تم اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں ہی کاٹ کھائے۔ میرا کہنا مانو اور تم ان کا کھانا بند کر دو۔ ان پر آئندہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرو۔ ان کا دماغ خود بخود درست ہو جائے گا اور بھوک سے تنگ آ کر یہ منتشر ہو جائیں گے۔ پھر کہنے لگا ہمیں ذرا سفر سے واپس مدینہ جا لینے دو۔ پھر جو طاقتور اور معزز ہے (یعنی وہ خود) کمزور اور ذلیل کو شہر سے باہر نکال دے گا۔ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نوجوان بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اگرچہ ابن ابی پارٹی کا آدمی تھا لیکن یہ بکواس سن کر اسے یارائے ضبط نہ رہا، کہنے لگا اے ابن ابی بخدا تو ذلیل وخوار ہے اور اپنی قوم میں تیری کوئی وقعت نہیں۔ خداوند رحمٰن نے ساری عزتیں اپنے محبوب محمد ﷺ کو بخشی ہیں اور مسلمان آپ ﷺ کے عشق میں وارفتہ ہیں۔ تیری اس بیہودہ گفتگو کے بعد میری

تیری دوستی ختم۔ عبداللہ بن ابی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا برخوردار چپ رہو میں تو صرف دل لگی کر رہا تھا۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چچا کو ساری بات بتا دی۔ انہوں نے حضور ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ حضور ﷺ نے ابن ابی کو بلا کر پوچھا تو صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں نے ہرگز ایسی بات نہیں کی۔ زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی طرف سے یہ سارا قصہ گھڑ کر پیش کیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کی قسموں کی وجہ سے اس سے درگزر فرمایا۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں مجھے بڑی ندامت ہوئی۔ اس صدمہ سے میں نڈھال ہو گیا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ میں بقیہ واقعہ سنیے:

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھا لیکن بار ندامت سے میرا سر جھکا ہوا تھا۔ پیچھے سے دلنواز آقا ﷺ تشریف لائے، محبت سے میرا کان مروڑا اور میری طرف رخ انور کر کے ہنس دیے۔ اس عنایت خصوصی سے مجھے اتنی مسرت ہوئی کہ اگر مجھے ابدی زندگی مل جاتی تب بھی مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے آئے، پوچھا کہ حضور ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا۔ میں نے ساری بات بتائی تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اَبْشِرْ مبارک باد۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپہنچے، واقعہ سن کر انہوں نے بھی بشارت دی۔ جب رات گزر گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے روز صبح سورہ المنافقون کی تلاوت فرمائی۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

جب عبداللہ بن ابی کی یہ گفتگو حضور ﷺ کی خدمت میں بیان کی گئی

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں حاضر تھے، عرض کیا حضور ﷺ مجھے اجازت فرمایئے میں اس مردود کی گردن اڑا دوں۔ حضور ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ تمام اہل ایمان اور خصوصاً کارپردازان حکومت کے لیے بڑا سبق آموز ہے۔ فرمایا اے عمر! یہ اجازت کیسے دے دوں۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ ذرا دیکھو کہ اب اپنے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

''منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ میں تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو'' اس آیت مبارکہ میں فرمادیا کہ کفار و منافقین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز و محترم خیال کرنے لگیں۔ حقیقی عزت کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے یا اس کا رسول مکرم ﷺ اور اس کے ماننے والے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت و کرامت کی خلعت سے سرفراز فرمایا ہے۔ کفار و منافقین جو کفر و نفاق کی ذلتوں میں گرفتار ہیں بزدلی کے باعث کھل کر سامنے نہیں آسکتے، جھوٹی قسمیں کھانے سے باز نہیں آتے۔ معمولی سے دنیوی فائدہ کے لیے اپنے نظریات کا صاف صاف انکار کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے دامن شفقت میں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود جب موقع ملے تو انہیں ڈسنے سے باز نہیں آتے۔ جن لوگوں کا یہ کردار ہو کیا انہیں یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معزز اور محترم کہیں۔ انسانی عزت مال و جاہ سے نہیں، زرق برق لباس میں نہیں، انسان کی عزت و وقار کا راز تو اس کے بلند کردار، اس کی بے داغ سیرت اور مکارمِ اخلاق میں مضمر ہے جس سے یہ لوگ کوسوں دور ہیں۔

آخر میں فرمایا اس حقیقت کا منافقوں کو علم نہیں۔ وہ تنگ نظر اسی کو عزت سمجھتے ہیں کہ جنہیں پہننے کے لیے خوبصورت لباس، کھانے کے لیے لذیذ کھانے

اور رہنے کے لیے شاندار محلات حاصل ہوں وہی محترم ومکرم ہیں۔

سورۃ التغابن

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۝ التغابن: 8

پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۝

ان آیات مقدسہ میں، کفر وانکار انسان کو جن ہلاکتوں سے دوچار کر دیتا ہے پہلے ان کا ذکر کیا، پھر قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا حتمی اعلان کرایا۔ اب ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری سلامتی اور بہتری اسی میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ پر ایمان لے آؤ اور قرآن کریم جو سراسر نور ہدایت ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا سچا کلام تسلیم کر لو۔ یہ نور تمہاری زندگی کے ہر گوشہ گوشہ کو منور کر دے گا۔ اس کی چمک سے تمہارے تصورات کے ظلمت کدہ میں اجالا ہو جائے گا۔ حق اور باطل میں تم بآسانی امتیاز کر سکو گے۔ تمہاری معاشی خوشحالی، تمہاری اخلاقی برتری اور تمہاری روحانی ترقی کی طرف یہی نور تمہاری راہنمائی کرے گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: یہاں نور سے مراد قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ اپنے اعجاز بیان کے باعث خود بھی روشن ہے اور دوسرے حقائق کو بھی آشکارا کرنے والا ہے۔

اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں !

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی

رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُo التغابن: 12

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی
پھر اگر تم نے روگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول
(ﷺ) کے ذمہ فقط کھول کر (پیغام) پہنچانا ہےo

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھو۔ اگر تم نے خوشی و آرام کے دنوں میں اس کو بھلا دیا یا غم واندوہ کی تاریک راتوں میں اس کی رحمت سے مایوس ہو کر بے راہروی اختیار کر لی تو یاد رکھو اس کا نقصان تمہیں ہی ہوگا۔ ہمارے رسول ﷺ کی تو ذمہ داری تھی کہ وہ تمہیں حق کا پیغام پہنچادے۔ اس کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔

سورة الطلاق

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ
فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًاo الطلاق: 8

کتنی بستیاں تھیں جنہوں نے سرتابی کی اپنے رب کے حکم سے
اور اس کے رسولوں (کے فرمان) سے تو ہم نے بڑی سختی سے ان کا
محاسبہ کیا اور ہم نے انہیں بھاری سزا دیo

بہت سے ایسے احکام مذکور ہوئے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی ازدواجی زندگیوں سے ہے، مناسب طور پر ان احکام کی بجا آوری کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اب بڑے کھلے الفاظ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اپنی پسند اور ناپسند کو احکام الٰہیہ پر مقدم رکھا، اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح دی اور ارشادات الٰہیہ کو پس پُشت ڈال دیا، تو اس

کا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔ ذرا ان قوموں کی تاریخ پڑھو اور ان برباد شدہ شہروں اور بستیوں کی درد بھری داستانیں سنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اس کے رسولوں علیہم السلام کی اطاعت سے منہ موڑا، جنہوں نے تمرد وسرکشی کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے ان سے بڑی شدید باز پرس کی اور ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

اگلی آیات مبارکہ میں فرمایا۔

پس انہوں نے اپنے کرتوتوں کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام
نرا خسارہ تھا ٥ تیار کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایک سخت
عذاب پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اے دانشمندو! جو ایمان
لائے ہو۔ الطلاق: 10,9

اس دنیا میں ہی ان کو ان کے کرتوتوں اور بداعمالیوں کا مزہ چکھا دیا گیا۔ انہوں نے جیتے جی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سرکشی کی جو روش انہوں نے اختیار کی اس کا انجام کتنا خوفناک تھا۔ وہ تو اپنی عیاریوں اور نوسر بازیوں سے بڑی منفعتوں کی آس لگائے بیٹھے تھے لیکن یہ سب ان کی حماقت اور نادانی تھی۔ انجام کار انہیں گھاٹا ہی گھاٹا ہوا۔ انہیں ایسا خسارہ ہوا جس کی تلافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔

اس ذلت اور رسوائی سے تو انہیں دنیا میں دوچار ہونا پڑا، جب وہ اپنی قبروں میں جائیں گے تو اپنے لیے ایسا دردناک عذاب تیار پائیں گے جس کا ابھی وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

"پس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اے دانشمندو!" اس سرزنش کے بعد اہل

خرد کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ جو ایمان لائے ہو۔ فرما کر اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ دانا لوگ وہ نہیں جو علوم وفنون میں ماہر ہوں، جو بڑے چالباز اور سیاستدان ہوں، بلکہ حقیقی دانشمند تو وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان کا چراغ ضوفشاں ہے۔

سورۃ نوح

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ٥ نوح :3

کہ عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس سے ڈرو اور میری پیروی کرو٥

سورہ نوح کی اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو فرما رہے ہیں کہ میری دعوت کے تین بنیادی اصول ہیں۔ (1) کفر وشرک چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو۔ اس سے تمہارے عقائد درست ہو جائیں گے۔ توہمات اور وسوسوں سے تمہاری عقلیں آزاد ہو جائیں گی اور جب نور توحید چمکے گا تو تمہارا سینہ وادیٔ ایمن بن جائے گا۔ (2) میری دعوت کا دوسرا اصول یہ ہے کہ تم تقویٰ کو اپنا شعار بنالو۔ جب تم متقی اور پارسا بن جاؤ گے تو فسق وفجور کی عفونتوں سے تمہارا دامن پاک ہو جائے گا۔ ظلم وستم، لوٹ کھسوٹ، جھوٹ اور غیبت، خودغرضی اور حرص کا تمہارے معاشرہ میں نام ونشان بھی باقی نہ رہے گا۔ خود سوچو اس طرح تمہارے معاشرے میں کتنی خوش آئند تبدیلی رونما ہوگی۔ (3) میری دعوت کا تیسرا اصول یہ ہے کہ تم میری اطاعت کرو۔ تمہارے رب تعالیٰ نے مجھے تمہارے لیے مرشد ورہنما بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ میں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلوں گا اور منزل مراد تک پہنچا دوں گا۔ جب تم مجھے اپنا رہنما اور پیشوا تسلیم کرلو گے تو تم میں انتشار اور طوائف

الملوکی کی بجائے قومی اتحاد پیدا ہو جائے گا تم ایک منظم اور متحد ملت کی طرح قوت و شوکت کے ساتھ زندگی بسر کر سکو گے۔

آگے فرمایا میری دعوت کو قبول کرنے کا پہلا مبارک نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ تمہارے سابقہ سارے گناہ بخش دیے جائیں گے اور ان گناہوں کے باعث جو عذاب عنقریب تم پر نازل ہوا چاہتا تھا، وہ ٹل جائے گا اور تمہاری مہلت کو لمبا کر دیا جائے گا۔

لیکن جب کوئی قوم اپنے نبی علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیتی ہے اور اسے غور و فکر کرنے کے لیے جو مہلت دی گئی ہو، وہ ختم ہو جاتی ہے اور مشیت ایزدی، اس قوم کو نابود کر دینے کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہے تو پھر کوئی طاقت اس فیصلے کو مؤخر نہیں کر سکتی۔

میں ملت اسلامیہ کو عمومی طور پر اور اپنی پاکستانی قوم کو خصوصی طور پر ان آیات مقدسہ پر غور کرنے اور ان کی روشنی میں اپنے اجتماعی معاملات کو درست کرنے کی عرض کرتا ہوں۔ ہمارے اسلامی معاشرے میں ہر وہ برائی اس وقت پائی جا رہی ہے جس کی وجہ سے سابقہ قوموں پر عذاب نازل ہوئے اور ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ ابھی دو سال قبل ہمارے پیارے وطن پاکستان میں جو زلزلہ آیا تھا اور چند منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں جو تباہی ہوئی تھی اس سے ہمیں سبق سیکھنا چاہیے تھا۔ لیکن جو موجودہ حالات ہیں وہ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ ہم نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ ہمارے حکمرانوں نے خاص کر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ سے اعلان جنگ شروع کر دیا ہے اور بلا جھجک شریعت اسلامیہ کی خلاف ورزیاں سر عام شروع کر دی ہیں۔ بلکہ الیکٹرونک میڈیا میں قوم کے اسلامی تشخص کو برباد کرنے کے لیے ایک منظم سازش کے تحت اخلاق باختہ اور بالکل برہنہ پروگرام ہو رہے ہیں

اور حکمران ان میں بنفس نفیس خود شامل ہو کر ان کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ خدارا ڈر جاؤ اس سے پہلے کہ وہ ڈرانے والا تمہیں ڈرائے۔ اس نے اگر تمہاری رسی دراز کی ہوئی ہے تو یہ نہ سمجھو کہ اسی طرح دراز رہے گی بلکہ ہر سرکش کے لیے ایک انجام ہے اور وہ بہت برا انجام ہوتا ہے۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات
ورنہ داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

سورۃ الجن

اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ الجن: 23

البتہ میرا فرض یہ ہے کہ پہنچا دوں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے پیغامات۔ پس (اب) جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں (یہ نافرمان) ہمیشہ رہیں گے تا ابد ۝

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو فرمایا کہ آپ ﷺ یہ اعلان فرما دیں کہ میرا فریضہ یہ ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دوں اور اس کے احکامات سے آگاہ کر دوں۔ ان کو ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ یہ میری ذمہ داری نہیں۔ ہاں خبردار جو دین کے بنیادی اصولوں میں سے کسی کا انکار کرے گا اور اس پر ایمان نہیں لائے گا، اس کے لیے دوزخ کا ابدی عذاب تیار ہے۔

سورۃ القیامہ

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ۚ صلے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ القیامۃ: 16 تا 19

(اے حبیب ﷺ !) آپ (ﷺ) حرکت نہ دیں اپنی زبان کو اس کے ساتھ تاکہ آپ (ﷺ) جلدی یاد کرلیں اس کو ۝ ہمارے ذمہ ہے اس کو (سینہ مبارک میں) جمع کرنا اور اس کو پڑھانا ۝ پس جب ہم اسے پڑھیں تو آپ (ﷺ) اتباع کریں اسی پڑھنے کا ۝ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کردینا ۝

نبوت کی نازک اور گراں ذمہ داریوں کا حضور ﷺ کو از حد احساس تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو حضور ﷺ پوری طرح متوجہ ہوتے اور جبریل امین علیہ السلام جونہی اللہ تعالیٰ کے کلام کی قراءت شروع کرتے، حضور ﷺ بھی اسے جلدی جلدی سے تلاوت کرتے، مبادا کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ بیک وقت تین کام۔ سراپا توجہ بن کر سننا، پھر اسی وقت اس کی تلاوت کرنا اور اس کے مفہوم کو سمجھنا بڑا دقت طلب اور تکلیف دہ کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی یہ تکلیف گوارہ نہ ہوئی۔ اس زحمت سے بچانے کے لیے یہ آیات مقدسہ نازل فرمائیں۔

اس سیاق وسباق میں یہ آیات کریمہ شاید کسی کو بے ربط معلوم ہوں۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انہیں ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ کا معمول اگرچہ ابتدا سے یہی تھا کہ آپ ﷺ سننے، سمجھنے اور یاد رکھنے کی بیک وقت کوشش

فرماتے جس سے یقیناً طبیعت مبارک پر بوجھ پڑتا لیکن یہاں قیامت کا، قیامت کے منکرین اور قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے اپنے سہ گونہ عمل میں مزید کوشش فرمائی ہوگی۔ جب اس طریقہ کار کی گرانی کو حضور ﷺ شدت سے برداشت فرما رہے تھے۔ وہی بہتر موقع تھا کہ اس شدت سے رہائی کا مژدہ سنایا جاتا۔ اس مژدہ کو سنانے کے بعد سلسلۂ کلام دوبارہ شروع ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ سہ گونہ زحمت کی ضرورت نہیں۔ جب جبریل امین علیہ السلام ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہوں تو اس وقت آپ ﷺ صرف دھیان سے سنتے جائیں اور یہ فکر نہ کریں کہ کلام کا کوئی حصہ فراموش ہو جائے گا یا کوئی حکم پوری طرح سمجھا نہ جائے گا، یہ فکر دل سے نکال دیں۔ یہ دونوں کام ہم نے اپنے ذمہ لے لیے ہیں۔ جب جبریل امین علیہ السلام وحی کا القا کر چکیں گے تو اس کا ایک ایک کلمہ بلکہ ایک ایک حرف آپ ﷺ کے حافظہ میں نقش ہو جائے گا۔ اس سارے کلام کو ہم آپ ﷺ کے سینۂ مبارک میں جمع کر دیں گے اور پھر ہر آیت مبارکہ کا، آیت مبارکہ کے ہر کلمہ کا مقصد اور مفہوم آپ ﷺ کو سمجھا دینا، یہ بھی ہمارا کام ہے۔

ان چار آیات مبارکہ نے فتنۂ انکار سنت کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دی ہے۔ منکرین سنت کے زبردست اعتراضات کا قلع قمع کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر وہ شخص جو قرآن حکیم کو خداوند عالم کا کلام سمجھتا ہے اسکے لیے نجات کا راستہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

منکرین حدیث کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر صرف قرآن کریم نازل کیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وحی حضور ﷺ پر نہیں اتری۔ قرآن کریم کی جو تفسیر یا احکام قرآنی کی جو تفصیل ہمیں کتب احادیث مبارکہ میں ملتی ہے

یہ حضور ﷺ کی ذاتی رائے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مخصوص حالات اور معاشرتی تقاضوں کی روشنی میں قرآن پاک کو جس طرح سمجھا لوگوں کو بتا دیا۔ اب چونکہ چودہ صدیاں بیت چکی ہیں، انسانیت کا کارواں کہاں سے کہاں پہنچ گیا، عصری تقاضے یکسر بدل گئے۔ ان بدلے ہوئے حالات میں قرآن کریم کو ایک مخصوص زمانہ کی فضا میں سمجھے ہوئے مفہوم کا زندانی بنا دینا قرآن کریم پر بڑا ظلم ہے اور ملت اسلامیہ کی اس سے بڑی دشمنی کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس ترقی یافتہ دور میں قرآن کریم کی اس تفسیر کی پابندی لازمی قرار دی جائے اور اس طرح قوم کی ترقی کے سامنے رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دیے جائیں۔

قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی آیت کریمہ نے اعتراضات کے اس طومار کو نیست و نابود کر دیا۔ فرمایا ثم ان علینا بیانہٗ۔ کہ جو کلام پاک آپ ﷺ پر نازل کیا جا رہا ہے اس کا یاد کرا دینا، اس کو آپ ﷺ کے سینۂ پرنور میں جمع کر دینا بھی ہمارا کام ہے اور اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے............... یعنی قرآن کریم کے احکامات، ارشادات کے مفہوم اور مدعا کو پوری طرح سمجھا دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ آپ ﷺ کی صوابدید یا اجتہاد پر موقوف نہیں بلکہ ہم نے، جو عالم الغیب والشہادہ ہیں، ماضی، حال، مستقبل کے سارے زمانوں اور ان کے ہر لحظہ بدلتے ہوئے تقاضوں کے خالق ہیں، خود انہیں کھول کر آپ ﷺ کو سکھایا ہے۔ جب قرآن حکیم اور قرآن حکیم کا بیان دونوں منزل من اللہ تعالیٰ ہیں تو دونوں کا اتباع ہر مومن پر لازم ہوگا اور کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ایک کو تو واجب العمل قرار دے اور دوسرے کو ساقط العمل۔

منکرین سنت نے ان علینا بیانہٗ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایک حکم

جو ایک جگہ قرآن پاک میں مجملاً مذکور ہے دوسری آیت پاک میں اس کی تفصیل درج کر دی گئی ہے اور یہی وہ بیان قرآن پاک ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کو وہ تفسیر القرآن بالقرآن کی بھاری بھرکم اور رعب دار اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہم بصد ادب ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ سارے قرآن کریم سے حج کرنے کا طریقہ ہی ہمیں سمجھا دیں۔ ہم ان کی قرآن کریم فہمی کی داد دیں گے۔ اگر وہ حضرات سُنت کی روشنی کے بغیر حج ادا کرنے کے حکم کی تعمیل کریں گے تو نہ انہیں نویں ذی الحجہ کا تعین ملے گا، نہ طواف کا طریقہ، نہ احرام کی تفصیلات، نہ دیگر ارکان حج کا انہیں صحیح علم ہوگا۔ ان کے اجتہاد کے مطابق ملت اسلامیہ کا یہ بین الاقوامی اجتماع انتشار و اختلاف کی نذر ہو جائے گا۔

حج سے بھی زیادہ اہم عبادت نماز ہے۔ آپ نماز کے بارے میں قرآن کریم کی سب آیات مقدسہ کو چن کر جمع کر لیں۔ پھر عربی لغات کی ساری کتب جو آپ کو دستیاب ہو سکتی ہیں وہ بھی فراہم کر لیں۔ مزید برآں عربی زبان کے ماہرین کی ایک جماعت کو بھی پاس بٹھا لیں اور ہمیں اقیموا الصلوٰۃ کا معنی سمجھا دیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس حکم کی تعمیل ہم سے کس صورت میں چاہتا ہے۔ آپ برسوں مغز ماری کرتے رہیں، سُنت نبوی کی مدد کے بغیر آپ آیت کریمہ کے ان دو لفظوں کا معنی نہیں بتا سکتے، چہ جائیکہ سارے قرآن حکیم کو سمجھنے کا آپ دعویٰ کریں۔

قرآن حکیم اور بیان قرآنِ حکیم (یعنی سُنت نبوی) اس آیت کریمہ کے مطابق سب منزل من اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ عمل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو دونوں پر عمل کرنا ہوگا۔ اگر آپ بیان قرآن کریم کو نظر انداز کر دیں گے

تو آپ کے لیے ممکن ہی نہ ہوگا کہ آپ قرآن کریم کا اس طرح اتباع کریں جس طرح اس کے نازل کرنے والے کا منشا ہے۔

قارئین کرام! آخر میں یہ تحریر کرتے ہوئے اختتام کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو قرآن کریم اور صاحب بیانِ قرآن حکیم ﷺ اور ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، نے قرآن کریم کے متعلق فرمایا ہے۔ قرآن کریم کا آغاز ہو رہا ہے۔

الٓمّٓ ۚ o ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ o

البقرہ 2,1:

الف لام میم o یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں یہ ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے o

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے راز و نیاز کی بات کے بعد فرمایا۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ''یہ ذیشان کتاب ذرا شک نہیں اس میں یہ ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے'' اگر چہ قرآن کریم ھدی اللنّاس یعنی سارے انسانوں کے لیے پیغام ہدایت ہے۔ لیکن اس کی ہدایت سے فائدہ کیونکہ پرہیز گار ہی اٹھاتے ہیں، اس لیے فرمایا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ''اس میں ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لیے'' اور پرہیز گار لوگ وہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کے اسوہ حسنہ کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا o الاحزاب:21

بیشک تمہاری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔ یہ نمونہ اس کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور قیامت کے آنے کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

حضور ﷺ کی زندگی پوری نسل انسانی کے لیے مشعل راہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ یہ بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو مجھ سے ڈرتا ہے اور قیامت پر یقین رکھتا ہے۔ یعنی میرے محبوب رسول ﷺ کی زندگی کے بہترین نمونہ سے فائدہ وہی حاصل کرسکتا ہے، جس کے دل میں میرا خوف ہے۔ اور وہ روز قیامت مجھ سے ملاقات پر یقین رکھتا ہے۔

الحمدالله رب العٰلمين الرحمٰن الرحيم مالك يوم الدين اياك نعبدو اياك نستعين اهدناالصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غيرالمغضوب عليهم ولاالضالين امين

اللٰهم صل علٰى حبيبك الاكرم ونبيك المعظم ورسولك المحتشم حبيبى وقرة عينى وسرورقلبى ملجائى وملاذى فى الدارين سيدى وسيدالخلق محمّد منبع الجودوالكرم من الصلوات اطيبهاومن التسليمات ازكٰهاومن البركات اسنٰهاومن التحيات اجملهاوعلٰى اله الكرام واصحابه العظام ومن احبه

واتبعه الی یوم الدین ۔ اللهم اجعلنامن احباء ہ ومن
خدام دینه وانصار شریعته وارزقنامحبته واحشرنافی
زمرته تحت لواء الحمدیاارحم الراحمین۔

رب اوزعنی ان اشکرنعمتك التی انعمت علی وعلٰی
والدی وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لی فی ذریتی
انی تبت الیك وانی من المسلمین۔

فاطرالسمٰوات والارض انت ولیّٖ فی الدنیاوالاخرة
توفنی مسلمًاوالحقنی بالصالحین۔

اشهدان لاالٰـه الاالـلّٰـه وحده لاشریك لـه واشهدان
سیدی وحبیبی محمداعبده ورسوله۔

سُبحان اللّٰه وبحمده سبحان اللّٰه العظیم۔

لاحول ولاقوة الاباالله العلی العظیم۔

اپنے کریم و رحیم اورعزیز وحکیم پروردگار پر توکل کرتے ہوئے یہ نحیف و ضعیف مسافر جس منزل کی طرف اتوار 14 ربیع الاول 1426 بمطابق 24 اپریل 2005 ناروے میں میلاد النبی ﷺ کے مرکزی جلوس اور جلسہ والے مبارک دن بوقت عشاء روانہ ہوا تھا، اپنے کریم ورحیم اورعزیز وحکیم پروردگار کی توفیق سے آج بروز بدھ ناروے میں 21 اور پاکستان میں 20 محرم الحرام 1429 بمطابق 30 جنوری 2008 اس منزل پر اس ساعت سعید پہنچا ہے جب صبح صادق ہونے میں 18 منٹ باقی ہیں اور اس وقت پاکستان بھیرہ شریف میں مردحق شناس حضور ضیاء الامت حضرت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سالانہ عرس پاک ہو رہا ہے۔ یہاں اوسلو ناروے میں اس وقت صبح کے ساچھ ہو رہے ہیں آغاز فجر میں ابھی 18 منٹ باقی ہیں اس لیے آغاز فجر سے پہلے اپنے کریم ورحیم اور عزیز و حکیم پروردگار کے حضور سجدہ شکر ادا کرتا ہوں۔

اشهدان لااله الاالله اشهدان محمدارسول الله

اللّٰهم صل وسلم وبارك علٰى طور التجليات الاحسانيّة ومهبط الانوار الرحمانية عبدك وحبيبك محمد وعلٰى آله واصحابه ومن احبه واتبعه الٰى يوم الدين

خاکپائے!

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

و

سیدی ومرشدی حضرت پیرزادہ محمد امداد حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بندہ مسکین

صوفی محمد اکرم اوسلو ناروے